

حضور شیخ الاسلام والمسلمین، رئیس المحققین، سند المتکلمین، سید المفسرین، حضرت علامہ
سید محمد منی میاں اشرفی جیلانی دام ظلہ علینا کی اناسویں یوم پیدائش کے حسین
موقع پر علمی مجلہ

حضرت شیخ الاسلام

حیات و خدمات

متربین

مولانا سید نثار احمد چھگن اشرفی مولانا نعیم الدین اشرفی شیخ

معاونین

مولانا بشارت علی صدیقی

مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فدا

ناشر: مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

قادر یہ مسجد کا میلکس، بکا پور چوک ہبلی، کرناٹک 580028، انڈیا

www.wafasite.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات
مرتبین	:	مولانا سید ثار احمد چھگن اشرفی، مولانا نعیم الدین اشرفی
سن اشاعت	:	اپریل 2015
کمپوزنگ	:	ڈاکٹر غلام ربانی فدا
ناشر	:	مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی
تعداد	:	1000
قیمت	:	100 روپے
ملنے کے پتے	:	مدنی بک اسٹال قادریہ مسجد بکا پور چوک، ہبلی برکاتیہ کتب خانہ قول پیڑھ، ہبلی محدث اعظم مشن، بگام مکتبہ شیخ الاسلام، احمد آباد گجرات محدث اعظم مشن، مرزا پور احمد آباد گجرات

فہرست

صفحہ	مضمون نگار	مضمون
4	ادارہ	انتساب
5	علامہ سید حسن عسکری اشرفی جیلانی	تقریظ
6	حضرت مولانا ثار احمد چنگن اشرفی	عرض ناشر
10	مرحوم انور رائے پوری اشرفی	منقبت در شان شیخ الاسلام
11	مولانا محمد سلمان رضا فریدی	منقبت در شان شیخ الاسلام
13	مولانا مظفر حسین اشرفی	حضرت شیخ الاسلام: منفرد المثل شخصیت
20	غلام مصطفی رضوی	حضور شیخ الاسلام کی ہمہ جہت خدمات
24	مولانا شہباز عالم مصباحی	حضور شیخ الاسلام کی مشیخت تفسیر اشرفی کے آئینے میں
28	مولانا یاسین اشرفی	علم تفسیر اور شیخ الاسلام
33	مولانا ذاکر حسین	حضرت شیخ الاسلام کچھ چھوی پندرہویں صدی کے خورشید ہدایت
69	مولانا احمد رضا سرقاضی	صوبہ کرناٹک میں شیخ الاسلام کی دعوتی و تبلیغی خدمات
79	مولانا نعیم الدین اشرفی	عصر حاضر کے تعلیمی اداروں کا جائزہ
		فکر شیخ الاسلام کی روشنی میں
96	مولانا ڈاکٹر غلام ربانی فدا	حضور شیخ الاسلام کی تنظیمی و تحریکی خدمات
104	محمد ثاقب قادری	تبصرہ بر مقالہ ختم نبوت اور تحذیر الناس
112	غلام مصطفی نعیمی	شیخ الاسلام کا زور استدلال
118	مولانا ثار احمد مصباحی	شیخ الاسلام مخلص و بے لوث خادم دین
122	مفتی نور محمد حسنی قادری	حضور شیخ الاسلام اخلاص کا پیکر
125	مولانا یوسف اشرفی نظامی	حضور شیخ الاسلام کا اندازِ مثال بے مثال
134	محمد نعیم برکاتی	حضور شیخ الاسلام اور اندازِ خطابت
146	ڈاکٹر عقیل ہاشمی	مجموعہ کلام حضور شیخ الاسلام کا معروضی مطالعہ
154	ڈاکٹر عبد المجید بیدار	شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری
163	ناوک حمزہ پوری	شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری
168	شکیل احمد صابری	ترانہ مدنی

انتساب

پیرانی ماں صاحبہ مخدومہ سیدہ شمیمہ خاتون علیہا الرحمہ

جو مخدوم المملت حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مثالی بہوتھیں،
جو تاجدار اہل سنت مرشدنا حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ
کی شریک حیات تھیں۔
جن کی آغوش ممتا میں جانشین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حمزہ اشرفی جیلانی
جواں ہوئے۔

رب کریم ان کے درجات عالیہ کو مزید بلند فرمائے اور ان کے صدقے ہماری اس
کوشش کو قبول فرما کر ذریعہ نجات و مغفرت بنائے۔

www.wafasite.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

فاضل بغداد حضرت علامہ سید حسن عسکری میاں اشرفی جیلانی مدظلہ النورانی
نائب سجادہ نشین محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ و سرپرست مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی

بحمدہ تعالیٰ مدنی فاؤنڈیشن ہبلی جو محدث اعظم مشن کی ذیلی کمیٹی ہے۔ ان کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے ہی پہلی مرتبہ ہبلی میں حضور شیخ الاسلام کی یوم پیدائش کی تقریب منعقد کی اور اپنے پیرومرشد کی بارگاہ میں مخلصانہ خراج عقیدت و نذرانہ محبت پیش کرنے کا ایک بہترین طریقہ اختیار کیا۔ گذشتہ دس سالوں سے حضرت کی یوم پیدائش، یکم رجب المرجب کو ہر سال مدنی فاؤنڈیشن کی جانب سے جلسہ منایا جا رہا ہے اور اس موقع پر انہوں نے حضرت کی کئی تصانیف کو شائع کیا، تقاریر کی سی ڈیز کو عام کیا اور تفسیر اشرفی کو گھر گھر پہنچانے میں خوب محنت انجام دی ہے۔ اس سال 2015ء میں 18 اپریل کو مدنی فاؤنڈیشن کی جانب سے حضرت کی یوم پیدائش کی مناسبت سے ایک سمینار بعنوان ”حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات“ منعقد ہونے جا رہا ہے۔ مدنی فاؤنڈیشن کے سرپرست ہونے کی حیثیت سے مجھے بڑی خوشی ہو رہی ہے کہ علمی میدان میں یہ علماء کرام بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔ میں اپنی طرف سے اس سمینار اور اس میں شائع کیا جانے والا مجلہ ”حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات“ کی اشاعت پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ انشاء اللہ یہ مجلہ گوشہ حیات شیخ الاسلام میں ایک نئے باب کا اضافہ ہوگا۔ دعا گو ہوں کہ رب کریم حضور شیخ الاسلام کے عمر میں درازی عطا فرمائے اور ان کا فیضان ہم سب پر قائم رکھے اور حضور شیخ الاسلام کے صدقے مدنی فاؤنڈیشن کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ فقط

فقیر اشرفی و گدائے جیلانی

سید حسن عسکری اشرف

فہرست
29-3-2015
۱۴۳۶ھ

عرض ناشر

اللہ رب العزت کا بے پناہ شکر ہے کہ ہمیں ایسے پیر و مرشد کے دامن کرم سے وابستگی ہمارا مقدر بنی جن کے صدقے ہمارے اعمال و افعال کی درستگی، ایمان اور عقیدے کی پختگی ہوتی ہے اور ہماری نجات کا ذریعہ و مغفرت کا وسیلہ ہیں۔ یعنی پیر کامل مرشد برحق حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ الشاہ سید محمد مدنی میاں اثر فی جیلانی دامت برکاتہم القدسیہ کی حیات مبارکہ رب کریم کا ایک قیمتی تحفہ و نعمت ہیں۔

رب کریم نے اپنے محبوب ہمارے نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین بنا کر مبعوث فرمایا آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا باب نبوت کو بند کر دیا گیا بعثت انبیاء کا مقصد لوگوں کو راہ ہدایت سے بہرہ مند کرنا ہے۔ اب ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ جب نبوت کا دروازہ بند ہو گیا اور کوئی نبی بھی آنے والا نہیں تو پھر راہ ہدایت پر گامزن کرنے کی ذمہ داری کون ادا کرے گا۔ اس کا جواب قرآن نے آیت خیر امت کے ذریعے دیا اور احادیث مصطفیٰ ﷺ میں صریح و واضح الفاظ میں موجود ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”

‘ان فرمودات مصطفیٰ ﷺ کے روشن اجالوں میں یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ نبی ﷺ کے بعد یہ ذمہ داری صحابہ کرام کے سر آئی۔ اس کے بعد تابعین و تبع تابعین ائمہ مجتہدین اور اولیاء کاملین علمائے ربانین لوگوں کو راہ رشد و ہدایت سے آشنا کرتے رہے، قانون اسلام اور نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کی ہر ممکن کوشش کرتے رہے۔

اشاعت دین و سنیت کے لئے، انسانوں کو انحراف اور بغاوتِ بارگاہِ خدا و مصطفیٰ ﷺ سے بچانے کے لئے رب کریم ایسے نفوسِ قدسیہ کو پیدا کرتا رہا جو اپنے اپنے عہد میں دین اسلام کی ترویج و اشاعت کی کما حقہ کوشش کرتے رہے اور اپنی علمی و روحانی فیوض و برکات سے مخلوقِ خدا کو مستفیض کرتے رہے، ان ہی مقدس ہستیوں میں ایک عصر حاضر کی قابلِ تقلید شخصیت،

بقیۃ السلف، عمدۃ الخلف، امام ہمام، شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ کا بھی شمار ہوتا ہے۔ عصر حاضر کا ایک ایسا صوفی جس کی مثال خافقا ہیں پیش کرنے سے معذور ہیں، دینی درس گاہیں جس کے سامنے کا سہ لیے علم کی بھیک کے لیے سائل بنی کھڑی ہیں۔ میدانِ خطابت کے علمبردار جن کی خطابت کا پرچم اٹھائے ہوئے ہیں۔ ایسے عالی مرتبت ذاتِ بابرکت کی ولادت یکم رجب المرجب ۱۴۳۵ھ بروز یکشنبہ کو کچھوچھہ مقدسہ میں ہوئی۔ یقیناً آپ کی یومِ ولادت عالم اسلام و سنیت کے نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ اسی لئے صدر و اراکین مدنی فاؤنڈیشن تحریثِ نعمت کے طور پر حضور شیخ الاسلام کی یومِ پیدائش کے پر مسرت موقع پر جلسہ، محفل و تقریب کا انعقاد کرتے ہیں۔

الحمد للہ امسال 18 اپریل 2015ء کو اس حسین موقع پر سیمینار بنام ”حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات، منعقد کیا جا رہا ہے۔ اور ایک مجلہ ”حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات“ کی رسمِ اجراء بھی عمل میں آرہی ہے۔ خصوصاً صوبہ کرناٹک میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی و تبلیغی، تعلیمی، فلاحی خدمات کا احاطہ کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ یہ ایک ادنیٰ سی کاوش ہے، جو ابھی آپ کے زیرِ مطالعہ ہے۔ انشاء اللہ العزیز حضرت کی حیات و خدمات پر ایک ضخیم کتاب شائع کرنے کا ارادہ ہے اس کو پورا کرنے کے لئے ہم تمام اصحابِ فکر و فن و اربابِ علم و دانش سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اپنے مقالات و مضامین اور مفید مشوروں سے نوازیں۔

مدنی فاؤنڈیشن کی جانب سے ہر سال حضرت کی یومِ پیدائش کے موقع، حتیٰ المقدور اشاعتی و تصنیفی کام عملی طور پر کرتے رہتے ہیں۔ ایک سرسری جائزے کی طور پر رپورٹ ملاحظہ کیجیے۔

سنہ اشاعت کتاب تعداد قیمت
جنوری 2007 اسلامی سنہری معلومات (اجرا بدست حضور غازی ملت 1000 مفت تقسیم
بموقعِ رحمتِ عالم کانفرنس)

- جولائی 2007 دینِ کامل (اجرا بدست حضرت سید شاہ پیراں علیہ 1000 مفت تقسیم
الرحمہ اور مولانا سید شمس الدین قاضی صاحب)
- 2008 نعمۂ اختر (نواسۂ حضور شیخ الاسلام سید طلحہ اشرف اشرفی) 1000 مفت تقسیم
- 2010 شجرہ اشرفیہ (بزبان کٹر) (اجرا بدست شہزادہ غازی 1000 20 روپے
ملت سید نورانی میاں)
- 2009 سے 2013 تک اس قلیل وقفے میں مساجد و مدارس اور لائبریریوں کے
لئے 500 عدد تفسیر اشرفی کی جلدیں اور 100 عدد تفسیر اشرفی کا مکمل سیٹ تقسیم کیا گیا۔
- 2013 اہل سنت کی پہچان (اجرا بدست حضور شیخ الاسلام) 1000 مفت
سنہ اشاعت کتاب قیمت تعداد
- 2014 شجرہ اشرفیہ پاکٹ سائز (حضرت علامہ سید حسن عسکری 20 2000
اشرفی جیلانی)
- اپریل 2015 حضرت شیخ الاسلام: حیات و خدمات (حضرت سید قاسم 100 1000
اشرف بابا صاحب بموقع یومِ پیدائش حضور شیخ الاسلام)
- اپریل 2015 اسکول اور دینی تعلیم (بزبان انگریزی) (اجرا بدست محقق 40 1000
مسائل جدیدہ مفتی نظام الدین مصباحی صاحب مبارکپور)
- اپریل 2015 قصیدہ معراجیہ --- 500
- اپریل 2015 فرمودات شیخ الاسلام (اجرا بدست حضور شیخ الاسلام) 35 1000
- الحمد للہ ہمیں اس بات پر فخر ہے کہ شہر ہبلی میں حیاتِ شیخ الاسلام پر منعقد ہونے والا یہ
پہلا سیمینار ہمارے حصہ میں آیا۔ اس سے پہلے بلگام میں منعقدہ شیخ الاسلام سیمینار عالمی سطح پر
پہلا سیمینار تھا جو 13، 14، 15 جنوری 2015ء کو سید عبداللہ ہاشمیان اکیڈمی کی جانب سے تین

روزہ کل ہند سیمینار تھا، جس کی صدائے بازگشت کئی دہوں تک گونجتی رہے گی۔ اور اس موقع پر شائع کردہ شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی شخص و عکس نمبر حضرت کی شخصیت پر پہلا ضخیم مجلہ بھی ایک علمی و اعلیٰ نوعیت کا کام ہوا۔ اس سیمینار کے منتظمین، اور خصوصاً حضرت سید نور پاشاہ و حضرت سید منیر پاشاہ اشرفی و مقالہ نگاران حضرات نے ایک نئی تاریخ رقم کرنے میں سبقت کی اور ایسے نشان منزل سے آشنا کر گئے۔

ہم تمام مقالہ نگار حضرات کے تہہ دل سے مشکور و ممنون ہیں جو ہماری پکار اور محبت آل رسول ﷺ سے سرشار ہو کر نہایت کم وقت متعینہ میں مقالات و مضامین ارسال کئے اور ان کے بھی مشکور جنہوں نے ہر طریقے سے اس مجلہ کی اشاعت و ترتیب میں مفید مشوروں اور اور تعاون سے نوازا۔ خصوصاً ڈاکٹر مولانا غلام ربانی فدا صاحب کے بے حد مشکور ہیں جنہوں نے ہر موڑ پہ ہمارا ساتھ دیا۔ اور بشارت صدیقی صاحب کے بھی ممنون ہیں کہ ڈاکٹر فرحت علی صدیقی مرحوم کے لکھوائے ہوئے غیر مطبوعہ مضامین ہمیں ارسال کئے۔

قارئین سے اپیل کرتے ہیں کہ ہمارے مقاصد میں کامیابی کے لئے دعا فرمائیں کہ ہماری یہ ادنیٰ کاوش پیرومرشد کی باگاہ میں قبول ہو اور ان کے صدقے اللہ اور اس کے رسول کی رضا حاصل ہو جائے۔ مولیٰ تعالیٰ سیدی و مرشدی حضور شیخ الاسلام کی عمر دراز فرمائے، ان کا سایہ کرم ہم غلاموں پر قائم و دائم رکھے۔ آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین

فقط

سید نثار احمد چھگن اشرفی

صدر مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

منقبت در شان حضور شیخ الاسلام

کہوں جب حضرت مدنی، زباں خوشبو دے
 جو ان کے بارے میں سوچوں تو دھیان خوشبو دے
 خطیب ایسے کہ جس کی کوئی مثال نہیں
 خطا بت ایسی کہ اک اک بیان خوشبو دے
 بتا دیا ہے یہ احمد رضا نے دنیا کو
 رسول پاک کا گل خاندان خوشبو دے
 ہیں گلستانِ نبی کے وہ پھول مدنی میاں
 یہ جس پہ رکھ دیں قدم وہ مکان خوشبو دے

انور رائے پوری اشرفی مرحوم

منتقبت در شان حضور شیخ الاسلام

آفتابِ علم کی تنویر ہیں مدنی میاں
 لوحِ دل پر عشق کی تحریر ہیں مدنی میاں
 سیرت و کردار میں نبوی وراثت کا جمال
 آسوۂ سرکار کی تفسیر ہیں مدنی میاں
 ان کی آنکھیں حلقۂ آفاق سے زیادہ وسیع
 فکر و فن میں نایب شبیر ہیں مدنی میاں
 سادہ روشن جبین پر علم کا ایسا وقار
 ہو بہو اسلاف کی تصویر ہیں مدنی میاں
 منظرِ رازی غزالی ہے بصیرت آپ کی
 اشرفی فیضان کے ایک نیر ہیں مدنی میاں
 محفلِ ارباب فن کی آبرو ان کے چراغ
 علم کے انوار کی تعمیر ہیں مدنی میاں
 زہد و تقویٰ میں حسنِ بصری کا ہے عکس جمیل
 فقرِ رومی جامی کی تاثر ہیں مدنی میاں
 آج تک ٹھہری نہ جس کے سامنے باطل کی فوج
 دستِ حیدر کی وہی شمشیر ہیں مدنی میاں
 علم کی ایسی تجلی فضلِ مولیٰ سے ملی
 چاند سورج تیرے دامن گیر ہیں مدنی میاں
 آپ کا گھر جسم و جاں کی سلطنت کا ہے مدار

دل ہمارے آپ کی جاگیر ہیں مدنی میاں
تیری صحبت سے ہمارے کہفِ دل ہیں مستیز
ہم تیرے دربار کے قلمبر ہیں مدنی میاں
اک نظر اے بخش دیں دل کے شبتاں کو حیات
غمزدہ افکار کی تطہیر ہیں مدنی میاں
آپ رکھتے ہیں سبھی اہل وفا سے ایسا پیار
سارے سنی ہیں شکر اور شیر ہیں مدنی میاں
غازی عصر غوثِ زماں شیخ الشیوخ
اہل حق اہل وفا کے پیر ہیں مدنی میاں
آپ سے اہل سنت کے گلستاں میں بہار
نجدیت کے واسطے تعزیر ہیں مدنی میاں
مجمع البحرین ہیں غوث و رضا کے فیض سے
تاجدارِ حکمت و تدبیر ہیں مدنی میاں
زندہ و پائندہ ہوں گے تا ابد ان کے کمال
کائنات فکر و فن کے میر ہیں مدنی میاں
اے فریدی ان سے طیبہ تک رسائی ہوگئی
مصطفیٰ کے قرب کی زنجیر ہیں مدنی میاں

مولانا محمد سلمان رضا فریدی مصباحی

نوری مسجد، مسقط، عمان

www.wafasite.com

حضرت شیخ الاسلام: ایک منفرد المثل شخصیت

حضور شیخ الاسلام کے رُخِ حیات کے چند تابندہ نقوش

مولانا مظفر عالم اشرفی

نائب مہتمم مدنی میاں عربک کالج ہسلی

علم و عرفان اور طریقت و معرفت کی سرزمین کچھوچھو شریف میں یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ بمطابق 28 اگست 1938ء کو رئیس المحققین شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی ولادت ہوئی۔ آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی محدث اعظم ہند حضرت علامہ سید محمد کچھوچھوی اشرفی البیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تربیت و نگہداشت میں مکتب جامعہ اشرفیہ کچھوچھو شریف سے حاصل کی۔ والد محترم نے اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے دارالعلوم اشرفیہ مبارک پور کا انتخاب فرمایا اور حافظ ملت حضرت شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمہ جیسے مخلص استاد کے سپرد کیا۔ آپ نے جنوری 1963ء میں مبارک پور اشرفیہ سے سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی کی زندگی بھی طلبہ کے لیے بلاشبہ قابل تقلید اور نمونہ عمل ہے۔ علمی ریاضت اور اوقات کی قدر دانی نے شیخ الاسلام کو آبروئے علم و فن بنادیا۔ آپ کی علمی گہرائی، وسعت مطالعہ اور عمیق نظری کے طلبہ ہی نہیں اساتذہ بھی قائل تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی حیات کا ہر گوشہ اور ہر پہلو تابندہ اور تابناک ہے۔ مختلف اعتبار سے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی حیات نمایاں اور گونا گوں خصوصیات کی حامل ہیں۔ جس پہلو سے دیکھا جائے آپ بے مثل و مثال نظر آتے ہیں۔ دین پر استقامت، شریعت مطہرہ پر ثابت قدمی، فقہ میں بلند مقام و مرتبہ، علم حدیث میں مہارت اور مسند درس و تدریس میں دسترس غرضیکہ ہر پہلو اچھوتا اور منفرد ہے۔ یوں تو خانوادہ کچھوچھوی ہر طرح کے علوم و فنون کا گہوارہ رہا، فضل و شرف اور خاندانی نجابت میں آج بھی امتیاز حاصل ہے۔ یہ خانوادہ کئی علوم و فنون میں اپنی نظیر آپ ہے، تمام خوبیوں پر مستزاد سب سے

عظیم صفت جو نمایاں رہی وہ ہے تفقہ فی الدین۔ دینِ متین کی خدمت و اشاعت اس خاندان کا طرہ امتیاز تھا اور الحمد للہ آج بھی ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی شخصیت کو سمجھنا مجھ جیسے کم علم کے بس کی بات نہیں۔ ان کی عظمت کو سمجھنے کے لیے ان کی عظیم خدمات کا تعارف ہی کافی ہے جو ہر شعبے میں بے مثال، نادر و نایاب ہے۔ حسن اخلاق، مومن کا جوہر ہے شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب اس جوہر سے متصف ہیں اور فرائض و واجبات و سنن پر عمل میں منفرد المثل۔ اور آپ نے اپنی حیات طیبہ سے اسی کا درس بھی دیا۔ آپ کی زندگی کا ہر گوشہ شریعت اسلامی کی پاسداری کا اعلیٰ نمونہ ہے، آپ کی ایمانی جرأت کسی بھی قسم کی مصلحت کوئی اور چشم پوشی سے مبرا ہے۔ آپ نے معرفت الہی کے لیے فکر سازی اور عملی زندگی میں دینی احکام کی جلوہ گری پر زور دیا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی شخصیت علم و فن کے باب میں نیر درخشاں اور شعر و سخن کی فصل میں بدر کامل بن کر طلوع ہوتی ہے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب جہاں زندگی کے ہر پہلو میں فقید المثل، نادر روزگار اور نازش باغ و بہار ہیں وہیں شعر و سخن کے آئینے میں بھی دیکھئے تو شعر کی زلف برہم سنوارتے اور سخن کے عارض پر غازہ ملتے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے اپنی قندیل شعور و آگہی سے ظلمات فکر و نظر کے دبیز پردہ کو چاک کیا اور گم گشتگان راہ کو نشان منزل اور شمع ہدایت عطا کی۔ ہر بڑے مفکر کی طرح آپ نے بھی اپنے اصول اور ایقان کی روشنی میں ایک فصیح و بلیغ و جدید کلام دنیا کو پیش کیا ہے اور اپنی باکی طبیعت سے گلشن شعر و سخن میں جذبہ محبت اور ولولہ عقیدت کا ایسا کشادہ منفرد اور پر شکوہ تاج محل تعمیر کیا ہے جس کی خوبصورتی، فنکاری، نئے نئے نقش و نگار اور انوکھے گل بوٹے دیکھ کر لوگ غرق حیرت ہیں۔ آپ کی شاعری میں طلاقت لسانی، سلاست زبانی، طرز ادا کی دلآویزی، اسلوب بیان کی دلکشی اور مضامین کی روانی و شگفتگی بدرجہ اتم موجود ہے۔ 254 صفحات پر مشتمل آپ کا مجموعہ کلام ”تجلیات سخن“ کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ اس کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ بارانِ رحمت کے عنوان سے حمد و نعت اور منقبت پر مشتمل ہے جب کہ دوسرا حصہ پارہٴ دل کے نام سے غزلوں اور

نظموں پر آپ کی مذہبی شعری شریعت و شعریت کے امتزاج کی حسین شہ کار ہے۔
 بارانِ رحمت کا آغاز حمد الہی کے ان چار مصرعوں سے ہوتا ہے ۔
 ذرے ذرے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
 میرے معبود! تری پردہ نشینی ہے عجیب
 دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
 اور قربت کا یہ عالم کہ رگِ جاں سے قریب
 حضور شیخ الاسلام موروثی شاعر ہیں۔ آپ کی نازک خیال شاعری سے ملک ہند و پاک
 اور افریقہ و برطانیہ کے بہت سے علماء و شعرا خوب اچھی طرح سے واقف ہیں۔ حضرت شفیق
 جو نیوری اردو شعریات میں اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں۔ جب آپ کی خدمت میں حضور شیخ
 الاسلام نے اپنا کلام بغرض اصلاح پیش کیا تو انہوں نے فرمایا: ”ایسے ٹھوس اور جامع اشعار کی
 اصلاح نہیں ہوا کرتی۔“ (ہمارے شیخ الاسلام، ص 19: از: سید شوکت علی اشرفی)
 حضور شیخ الاسلام ”انتر“ تخلص فرماتے ہیں۔ حضرت کی شاعری اپنی انفرادی شان
 رکھتی ہے۔ ان کی شاعرانہ طبیعت کا مرکز و محور عشق رسول ﷺ ہے جو آپ کے اشعار سے واضح
 ہوتا ہے ۔

صرف اسی کو ہے ثناءِ مصطفیٰ لکھنے کا حق
 جس قلم کی روشنائی میں ہو شامل احتیاط
 ایک جگہ یوں اظہار فرماتے ہیں ۔
 فقط تمہاری شفاعت کا آسرا ہے حضور
 ہمارے پاس گناہوں کے ماسوا کیا ہے ؟
 کھڑا ہے انترِ عاصی درِ مقدس پر
 حضور آپ کی رحمت کا فیصلہ کیا ہے ؟

ایک اور مقام پر امت مسلمہ کی نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں ۔
 اے مری قوم کے عالمو زاهدو!
 نخوت زہد و دانش بری چیز ہے
 کیا مجھے یہ بتانا پڑے گا تمہیں
 کس سبب سے عزایل مارا گیا
 آپ کو غریبوں سے بڑی محبت ہے۔ کسی سیٹھ سا ہو کار کے ہاں قیام نہ فرماتے ،
 غریبوں کی کٹیا کو رونق بخشتے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر طارق سعید صاحب ”محدث اعظم ہند نمبر“ میں اپنا
 ذاتی واقعہ تحریر فرماتے ہیں کہ:

”سید عبدالرحمن (بائدار) مرحوم کی جھونپڑی قابل ترجیح ہے۔ ہبلی کے دوسرے
 چاہنے والوں کی پکی چھتوں کے مقابلے میں۔ خاکسار خود بھگتی برسات میں ٹپکتی
 بلکہ بارش زدہ اس جھونپڑی میں حضرت مدنی کے ساتھ پتی لگا کر کئی راتیں گزار
 چکا ہے۔ لاکھوں چاہنے والوں کا یہ فقیر منش انسان، جسے دنیا مدنی میاں کے نام
 سے جانتی ہے، احد اور صمد پروردگار نے اسے دنیا سے بے نیاز اور مستغنی کر دیا
 ہے۔ جہاں بسیرا ڈال دیا وہی جگہ اس کا گھر اور مکان ٹھہرا۔ خدا اپنے نیک بندوں
 پر مہربان ہوتا ہے تو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ:

مرے خدا تو مجھے اتنا معتبر کر دے
 میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

(جام نور، ص: 174، اپریل 2011ء)

تبلیغ دین اور رشد و ہدایت کے لئے آپ نے بڑی بڑی تکلیفیں برداشت کیں۔ ملک
 کے گوشہ گوشہ کا دورہ کیا۔ کوردہ علاقوں میں پیدل بھی راستہ طے کیا۔ آپ کے لئے تو لوگ نگاہوں کو
 فرش راہ کئے رہتے، آپ کے اشارے پر لوگ جان و دل نچھاور کرنے کو تیار رہتے۔ مگر آپ نے

www.wafasite.com

کبھی اپنے لئے کچھ نہ چاہا اور نہ اپنے آرام کا خیال کیا۔ حضرت شیخ الاسلام اپنی اہلیہ محترمہ کے آخری ڈھائی تین سالہ علالت کے عالم میں بھی دین مبین کی تبلیغ و تشہیر میں زمین کے طول و عرض کی پیمائش کر رہے تھے۔ حضور شیخ الاسلام نے مدرسے میں منعقد ہونے والے ہفتہ واری مشقی پروگرام میں کبھی کوئی تقریر نہیں کی۔ اس بات کا علم جب قاری محمد یحییٰ صاحب کو ہوا تو آپ نے حضور محدث اعظم ہند سے شکایت کی کہ شہزادے مشقی جلسہ میں شرکت نہیں کرتے جس کا مجھے دکھ ہے۔ محدث اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا: ”میاں مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے۔“ (جام نور، ص: 174، اپریل 2011ء) غور کیا جائے تو اس ایک جملے میں جہاں اعتماد، اپنائیت اور والہانہ سرپرستی کی رنگارنگی موجود ہے، وہیں اس میں تبلیغ دین اور شیخ الاسلام کے مسند خطابت کی بلندیوں کی پیشین گوئی بھی عکس ریز ہے۔ ہند اور بیرونی ممالک میں حضرت شیخ الاسلام کے تبلیغی خطابات سے ہزاروں افراد کو رب قدر جل شانہ نے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ فکر و نظر اور کردار و سلوک کے اصلاح و تزکیہ کا ایک تحریکی نظام آپ کی بدولت برطانیہ و دیگر مغربی ممالک میں آباد مسلمانوں کو میسر آیا ہے۔ لندن، برمنگھم، مانچسٹر، بولٹن، بلیک برن، پریسٹن، لڈکا شائر، بریڈ فورڈ، ڈیویزبری، نیویارک، نیوجرسی، شکاگو، ہیوسٹن، کناڈا، ہالینڈ اور فرانس وغیرہ مقامات پر تبلیغی دورے فرمائے جس کے نتیجے میں ہزاروں افراد کو دیا ر غیر میں عقیدے کی سلامتی حاصل ہوئی، نیز انہیں اخلاقی و روحانی اعتبار سے صراطِ مستقیم پر چلنے کا حوصلہ ملا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب کی تصانیف علوم و معارف کا گنجینہ اور تحقیق و تدقیق کا خزانہ ہیں۔ ورق ورق میں محبت و خشیت الہی مسطور ہے تو سطر سطر سے عشق و ادب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نور بیز کر نیں دلوں کو منور و مجلا کرتی ہیں۔ طرز تحریر سادہ سلیس، عمدہ اور رواں دواں ہے۔ آپ نے جس مسئلے پر قلم اٹھایا اُس کی توضیح کا حق ادا کر دیا اور اپنا موقف قرآن و حدیث کی روشنی میں اس انداز سے تحقیق کر کے مبرہن کیا ہے کہ عقل حیران رہ جاتی ہے اور شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔ (۱) فریضہ دعوت و تبلیغ (۲) دین کامل (۳) مسئلہ حاضر و ناظر (۴) اشتراکیت (۵) التحقیق البارع فی حقوق الشارع (۶) تفہیم الحدیث شرح مشکوٰۃ شریف (۷) اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب (۸) اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی

صاحب (۹) دین اور اقامت دین (۱۰) تعلیم دین و تصدیق جبریل امین (۱۱) انما الاعمال بالنیات (۱۲) نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس (۱۳) مقالات شیخ الاسلام (۱۴) محبت رسول روح ایمان (۱۵) الاربعین الاشرافی (۱۶) امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ (۱۷) مسلم پرسنل لا یا اسلامک لا؟ (۱۸) پیغمبر اسلام ﷺ ایک بے مثال انسان کے روپ میں (۱۹) ویڈیو ٹی وی کا شرعی استعمال (۲۰) کتابت نسواں (۲۱) رسول اکرم ﷺ کے شرعی اختیارات کی شرع، حاشیہ اور تکمیل (۲۲) لاؤڈ اسپیکر پر نماز کے جواز کا فتویٰ (۲۳) چاند دیکھنے کی خبر پر تحقیق بھر فتویٰ (۲۴) صحیفہ ہدایت (۲۵) تفسیر والضحیٰ (۲۶) سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی اور (۲۷) شعری مجموعہ تجلیات سخن آپ کی تصنیفات کا گراں قدر ذخیرہ ہے۔ شیخ الاسلام کی دور بین نگاہوں اور نفیس علمی و تحقیقی نکات کو بہت سارے جہاں دیدہ، زمانہ شناس اور دور اندیش اہل علم نے خوب سمجھا اور سراہا۔ پاکستان کے معروف عالم دین غزالی دوران حضرت علامہ سید احمد کاظمی علیہ الرحمہ نے آپ کی فتویٰ نویسی کی عرق سے متاثر ہو کر آپ کو ”رئیس المحققین“ کا خطاب عطا فرمایا۔

دنیاوی مفاد کی خاطر دین میں بے جا مداخلت علمائے کرام نے نہ کل برداشت کی تھی اور نہ آج۔ دور حاضر میں اسلام کے روحانی نظام کو مسخ کرنے کی مسلسل کوشش ہو رہی ہے اور خانقاہی نظام زوال پذیر ہے، ایسے عالم میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید محمد مدنی میاں صاحب نے اسلام کے روحانی نظام اور خانقاہی مراسم کو نئی زندگی دی اور لاکھوں افراد کو گمراہی اور ضلالت کے اندھیرے سے نکالا۔ شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب ہر محفل میں وعظ و تلقین اور نصیحت فرماتے۔ آپ کی ہر مجلس بذات خود ایک تبلیغی ادارہ ہوتی ہے۔ آپ کی محفل میں زندگی اور بندگی کا سلیقہ عطا ہوتا۔ بیعت و ارادت کا فریضہ خاندانی ادا کرنے کے لیے آپ نے اپنے نیاز مندوں کو ہمیشہ شفقت و محبت کے سلوک سے بہرہ ور فرمایا۔ اس راہ کے آداب و نصاب کو اولوالعزمی اور شائستگی سے برت کر ایک مثالی کردار پیش کیا۔ اپنے سلسلہ سے وابستہ لوگوں کو دینی کاموں، مساجد کی خدمت، علمی پروگراموں میں جاں فشانی سے حصہ لینے کی ترغیب دی۔ اعلیٰ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی جیلانی علیہ الرحمہ کے بعد سلسلہ اشرفیہ کی اشاعت کا بین الاقوامی سطح پر وسیع کارنامہ آپ نے انجام دیا۔ آج اس روحانی سلسلہ سے برصغیر اور مغربی ممالک میں ہزاروں

افراد وابستہ ہیں۔

حضرت شیخ الاسلام آل انڈیا الجمعیۃ الاشرفیہ کی نشاۃ ثانیہ میں پیش پیش رہے، آپ آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ، آل انڈیا تبلیغ سیرت اور آل انڈیا سنی جمعیۃ العلماء کے نائب صدر رہے۔ آپ نے ۱۸/ اگست ۱۹۸۰ء کو ”محدث اعظم مشن“ قائم فرمایا، دستور مرتب فرمایا، جس کی ستر شاخیں ہندوستان میں اور دوسو سے زائد شاخیں مغربی ممالک میں موجود ہیں۔ صوبہ گجرات میں آپ کی سرپرستی میں آپ کے نام سے منسوب ”مدنی اسلامک اسٹڈی سینٹر“ کے معرفت اینٹرکالج اور لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے مدرسہ و ہوٹل کا انتظام ہے، جہاں نونہالان قوم اپنی علمی تشنگی بجھا رہے ہیں۔ ساتھ ہی 25 ربیعہ کا شاندار مدنی جنرل ہسپتال مخلوق خدا کی خدمت کے لیے موجود ہے۔

یہ بڑی خوش بختی کی بات ہے کہ حضور شیخ الاسلام کی حیات مبارکہ ہی میں آپ کی سوانح حیات اور دینی و ملی خدمات قلم بند کرنے کا سلسلہ جاری ہے اور اب تک کئی مضامین و کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ باوجود اس کہ قابل مبارکباد ہیں ذمہ داران مدنی فاؤنڈیشن جو ایک عظیم سرمایہ امت مسلمہ کو پیش کر رہے ہیں۔ بارگاہ الہی میں دعا ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس نذرانہ وفا کو قبول فرما کر توشہ آخرت اور ذریعہ نجات بنائے۔ آمین

☆☆☆

حضور شیخ الاسلام مدنی میاں کی ہمہ جہت خدمات کا اجمالی تجزیہ

غلام مصطفیٰ رضوی

نگران: رضا لائبریری، مقابل نیابلس اسٹینڈ مالگاہوں

عہد رواں کے مشاہیر اہل سنت میں حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی دام ظلہ کا نام و مقام نمایاں و ممتاز ہے۔ متعدد اعتبارات اور جہات سے آپ کی شخصیت کو اختصا و امتیاز کا درجہ حاصل ہے۔ جس پر ہم یہاں اختصار و اجمال میں روشنی ڈالیں گے۔

[۱] عموماً روحانی خانوادے کے افراد کا مقام و مرتبہ روحانی وسلاسل کے اعتبار سے ہی نمایاں ہوتا ہے۔ اور ان کی خدمات کا دائرہ خانقاہی نظام اور روحانی امور، تزکیہ و تصفیہ قلب و نگاہ، معمولات و مراسم خانقاہی کے تناظر میں متعارف دیکھا جاتا ہے۔ دیگر شعبوں میں ان کی توجہ شاید و باید ہی مرکوز ہوتی ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ حضور شیخ الاسلام سلسلہ اشرفیہ کی روحانی روایتوں کے امین بھی ہیں، بزرگوں کی فکری وراثت کے ترجمان بھی ہیں، اور یہ کہ آپ کی خدمات کا دائرہ متعدد جہات پر پھیلا ہوا ہے۔ جسے آپ کی دینی، اعتقادی، اصلاحی، تربیتی، ادبی، روحانی، تعلیمی و تفسیری خدمات کے تناظر میں دیکھا و محسوس کیا جاسکتا ہے۔

[۲] تعظیم و عظمت کا ایک اہم معاملہ بڑی نسبت ہوتا ہے، حضور شیخ الاسلام کی نسبت عظیم ہے، وہ مخدوم سمنان رضی اللہ عنہ کے خاندان روحانیت سے رشتہ و تعلق رکھتے ہیں، عظیم نسبتوں سے فیض یاب ہیں۔ محدث اعظم ہند علامہ سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزند ہیں، بڑے ہونے کے لیے تعلقات کی یہ بہاریں کم نہیں۔ حضور شیخ الاسلام محض ان نسبتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے، وہ بڑے ہیں اپنے علم و فضل کے لحاظ سے، فہم و ذکا کے لحاظ سے اور اپنی ذاتی محنت

وکاوش اور علم و فن کی بلندیوں کے اعتبار سے۔ اس پر خاندانی عظمت و وجاہت مستزاد۔

[۳] مسلک اہل سنت مسلک اعلیٰ حضرت کی اعتقادی سرحدوں کی حفاظت کے لیے آپ نے جو کچھ تصنیفی کارنامہ انجام دیا یقینی طور پر وہ لائق قدر اور نتیجہ خیز ہے۔ آپ نے ایسے وقت میں جب کہ الحاد و بے دینی کو وہابیت کی جدید شکل ”مودودیت“ کے روپ میں پڑھے لکھے طبقے میں رائج کیا جا رہا تھا، متعدد کتابیں اس رخ سے لکھ کر فکر و نظر کو ہمیز کیا اور شدت پسند سوچ و فکر کے مقابل اسلام کے معتدل پیغام کو اہل نظر تک پہنچایا۔ متذکرہ فتنہ پر ہمارے یہاں مواد کی جو کمی تھی، لٹریچر کا خلا تھا وہ حضور شیخ الاسلام کی قلمی جدوجہد سے پُر ہوا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ مودودی افکار کی شناخت پر آپ کے علمی اثاثے کو ہر علاقے میں شائع کر کے بہ قیمت و بلا قیمت عام کیا جائے تاکہ ایسے اہل علم و فکر و نظر جو اغیار کے شکار ہو گئے، ان کے عقیدہ و عقیدیت کو بچایا جاسکے۔ اور مسلمانوں کو نو پیدا فکر سے باخبر کیا جاسکے۔

[۴] حضور شیخ الاسلام کی شخصی عظمت کا ایک وصف تصلب فی الدین اور استقامت ہے۔ اشتراک و اختلاط نے مسلکی تشخص کو ضرب لگائی ہے۔ اس میں قوم کا فائدہ کچھ نہ ہوا۔ اُلٹے اہل سنت ہی نقصان سے دوچار ہوئے۔ مسلمانوں کی تنزلی ہوئی۔ اختلاط و اشتراک کے نتائج خلافت تحریک، گاندھی کے افکار کا مسلمانوں پر مسلط کیا جانا، ترک موالات کے تعلیمی اداروں پر اثرات، تحریک ہجرت کے نقصانات، تحریک گاندھی کے شعائر اسلامی پر اثرات اور شدھی تحریک کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ ایسے ناگفتہ بہ طوفانِ بلاخیز میں فیض یافتگان بارگاہِ اعلیٰ حضرت نے جس استقامت و عزیمت کا مظاہرہ کیا، مسلمانوں کی صحیح خطوط پر رہنمائی کی اور حوادث کے مضراثرات سے قوم کو باخبر کیا؛ اس دستے کے ایک مردِ مجاہد کا نام محدثِ اعظم ہند ہے، انھیں کے راستے پر استقامت کے ساتھ گامزن ہیں ہمارے حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سی تحریکات اُفقِ ہند سے اُبھریں لیکن ان سے حضور شیخ الاسلام قطعی متاثر نہ ہوئے اور اسلاف کی راہ پر مستقیم رہ کر مسلک اہل سنت کی حفاظت و صیانت کے لیے بروقت و درست فیصلے فرماتے رہے۔

[۵] جدید دور میں ذہنی و فکری آوارگی کے لیے اسلاف کی روش سے ہٹ کر

سائنس کو قبلہ بنا کر متعدد تفسیریں لکھی گئیں؛ ممکن ہے کہ ماڈرن فکروں کے ساتھ ہی مستشرقین کے اثرات بھی اس کا موجب بنے ہوں۔ اس طرح قرآن کی منشا و مراد کو اپنے دل و دماغ سے بیان کر کے مسلکِ اسلاف سے بیزاری کی فکر استوار کی گئی اور لادینیت و دہریت کا فلسفہ پروان چڑھایا گیا۔ تقلید بیزاری کی لہر اسی کے بطن سے نمودار ہوئی۔ محسنین اسلام حتیٰ کہ صحابہ و اہل بیت جیسے عظیم سلسلے تک کو نہیں بخشا گیا۔ ان حالات میں قرآنی منہج و فکر کی صحیح و درست تفہیم کے لیے حضور محدث اعظم ہند کچھوچھوئی علیہ الرحمہ کے اسلوب کی روشنی میں حضور شیخ الاسلام نے ”سید التفاسیر“ [۱۰/جلدیں] لکھ کر مسلکِ اہل سنت کے علمی اثاثے میں بہت مفید اضافہ کیا ہے۔ آپ کا یہ کارنامہ بہت سے کاموں پر حاوی ہے۔

[۶] حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کا شعری ذوق فکرِ رضا سے مستفیض و مستنیر تھا۔ اسلوبِ گرچہ ان کا اپنا تھا، لیکن فکر وہی تھی، متاعِ عشق وہی تھی جس کی حفاظت کے لیے امام احمد رضا نے اپنی توانائیاں صرف کیں اور عاشقانِ رسول کے دلوں کی دھڑکن بن گئے، بہ ایں سبب کلام محدث اعظم عشق و عرفان اور کیف و آگے کا مرقع اور بلندی فکر کا گنجینہ ہے۔ اسی ادبی وراثت کے امین ہیں حضور شیخ الاسلام؛ آپ کے کلام میں سوئے عشق ہے، محبت و تڑپ ہے، کسک اور درد ہے، پڑھنے والے محبوبِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت و اُلفت میں وارفتہ ہو جاتے ہیں۔ حضور شیخ الاسلام ”آخر“ کے کلام میں سنجیدگی و متانت کے ساتھ ساتھ فنی محاکات، الفاظ کا دروبست، معانی کی گہرائی، صناعات کا بر محل استعمال، فکر کا بانک پن سبھی کچھ موجود ہیں۔ دو مجموعہ ہائے کلام مطبوع ہیں۔ [۷] خطابت کا ملکہ موروثی ہے۔ محدث اعظم کی خطیبانہ شان محض لفاظی و لہجے کی نمائش نہ تھی، اس میں فکر کا جوہر، سنیت کا درد، عقائدِ حقہ کی اشاعت کا پہلو کا رفرما ہوتا تھا، اس پہلو سے حضور شیخ الاسلام مدنی میاں کا اسلوب خطابت نکھر اور ستھرا ہے، جس میں نہ لفاظی ہے، نہ لطیفہ گوئی، لطافت ضرور ہے، عقیدے پر استقامت، مسلکِ حقہ پر تصلب کا پیغام بھی اور مواد کی فراوانی بھی۔ اس لحاظ سے آپ کی مقبولیت کا ایک پہلو ملکہ خطابت و اسلوب کی دل کشی ہے۔ آپ کے یہاں نقلی و عقلی دلائل کے ساتھ ہی کلامی مباحث کی جلوہ آرائی ہے جس سے خطابت محض لفظوں کا انتخاب ہی نہیں بلکہ پیغام کی ترسیل کا باعث ہوتی ہے۔

[۸] تصنیف و تالیف میں موضوعات کے اعتبار سے یہ رعایت رکھی ہے کہ جو کتابیں خالص عام مسلمانوں کے لیے لکھی ہیں ان کا اسلوب عام فہم، سادہ ہے، دقائق سے گریز ہے، بلکہ بعض دقیق و ضروری عنوانات کو حتی الامکان عام فہم بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس سبب سے علمی مباحث کی تفہیم بھی قدرے آسان و سہل ہو گئی ہے۔

[۹] موجودہ دور میں منافقین کے کام کے انداز میں نمایاں تبدیلی آ گئی ہے۔ وہ اپنے مسلک و عقیدے کو چور دروازے سے پھیلا رہے ہیں۔ جب دیکھا کہ سلاسل سے وابستگی میں مسلمانوں کا ذوق خصوصی شامل ہے، تو دھڑا دھڑا لوگوں کو سلسلے کی آڑ میں وہابی بنانا شروع کر دیا۔ ذکر و فکر کی محفل، ورد و رود کی مجلس کا ٹائٹل لگا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو اپنے دام میں پھانسنے لگے، جو معمولات اہل سنت کل تک ان کی ڈکٹری میں - بدعت - گردانے جاتے تھے، وہ آج - عین اسلام - ہو گئے، اپنی افرادی قوت بڑھانے کے لیے ایسے کیا گیا، افسوس! کہ اس کے باوجود عقائد وہی، ناموس رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں جرأت و جسارت وہی، اور اپنے مولویوں کی بنانے کے لیے توہین رسالت جیسے حساس معاملے میں بے جاتا و یلیس کر کے گمراہی و بدعتیگی کو تقویت پہنچانے کا عمل مسلسل جاری ہے۔ ایسے حالات میں مشائخ اہل سنت کی ذمہ داری ہے کہ وہ بیعت و ارشاد کے ذریعے مسلک کا تحفظ اور سلسلے کا فروغ کرنا چاہیے۔ اس رخ سے حضور مدنی میاں کی خدمات لائق قدر ہے۔ انھوں نے اپنی فکر و فکر سے سلسلے کی اشاعت بھی کی اور باطن کو سنوارا بھی، تزکیہ باطن و درستی فکر و نظر کا یہ روحانی سلسلہ رواں دواں ہے۔

اللہ کریم اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے صدقہ و طفیل آپ کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور متوسلین کو بالخصوص اور اہل سنت کو بالعموم آپ کی تصانیف کی اشاعت و توسیع کا جذبہ فراواں اور عزم جواں عطا کرے۔ مسلک اہل سنت کے تحفظ و فروغ کے لیے حضور شیخ الاسلام کی مساعی جمیلہ کو قبول و مقبول فرمائے اور ہمیں ان کی نصیحتوں پر عمل کی توفیق بخشے۔ آمین۔



حضرت شیخ الاسلام کی مشیخت تفسیر اشرفی کے آئینے میں

مولانا شہباز عالم مصباحی

شیخ الحدیث مدنی میاں عربک کالج ہبلی

حضرت شیخ الاسلام کی ذات محتاج تعارف نہیں ہے، تاہم چند اشعار حاضر خدمت ہیں، گر قبول افتدز ہے عز و شرف،

الشَّمْسُ مِنْ حُسَادِهِ وَالْعِلْمُ مِنْ	قُرْنَائِهِ وَالْحِلْمُ مِنْ مَمِيزَاتِهِ
أَيِّنَ الثَّلَاثَةِ مِنْ ثَلَاثٍ خِلَا لَهُ	مِنْ حُسْنِهِ وَذَكَائِهِ وَصَفَائِهِ
مَضَتْ الدُّهُورُ وَمَاتَيْنِ بِمِثْلِهِ	وَلَقَدْ أَتَى فَعَجَزَنَ عَنْ نُظْرَائِهِ

علم تفسیر کی فضیلت: اس کی فضیلت شک و شبہ سے بالاتر ہے، خود اس کی بابت اللہ رب العزت کا ارشاد ہے

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ ”خیر کثیر“ سے قرآن کی معرفت مراد ہے کہ اس میں نسخ کیا ہے منسوخ کیا، محکم کیا ہے اور متشابہ کیا، مقدم کون چیز ہے اور موخر کیا، حلال کیا ہے اور حرام کیا اور امثال کون کونسی ہیں۔ انہی سے مرفوعاً یہ بھی مروی ہے کہ سے مراد قرآن شریف کا عطا کرنا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ”یعنی قرآن شریف کی تفسیر“ کیونکہ پڑھنے کو تو اسے نیک و بد سب ہی پڑھتے ہیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ ”قرآن شریف کی تعریف (تفسیر) میں سرگرم رہو“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ”جو شخص قرآن شریف پڑھ کر اسکی تعریف کرے (سمجھائے) تو اسے حق تعالیٰ کے یہاں ایک شہید کا اجر ملے گا“۔ علامہ جلال الدین سیوطی کا قول ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ تفسیر کا جاننا فرض کفایہ ہے اور من جملہ تین شرعی علوم کے یہ

بزرگ ترین علم ہے۔ اصہبانی کا قول ہے کہ ”سب سے اچھا پیشہ یا کام جو انسان کرتا ہے وہ قرآن شریف کی تفسیر ہے“۔ انہیں ارشادات عالیہ کے پیش نظر حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی مدظلہ العالی نے اس پر آشوب مادیت زدہ زمانہ جس میں ہر کس و ناکس مادیت کا دیوانہ نظر آتا ہے، زرو سیم کو ٹھکراتے ہوئے اور مادیت سے مکمل کنارہ کشی اختیار کرتے ہوئے، صبر و توکل کا دامن تھام کر اپنی سنہری زندگی کے بڑے قیمتی وقت کو خالصتاً لوجہ اللہ اس کا ر عظیم کے لیے وقف فرمایا۔

تفسیر کے لیے کن کن علوم کی ضرورت ہے:-

تفسیر کے دو جز ہیں ایک معرفت ناسخ و منسوخ، معرفت اسباب نزول، مقاصد آیات کی تشریح، غریب الفاظ کی توضیح، ابہام و اجمال کی تنقیح، دوسرا حصہ وہ ہے جو صرف نحو، بیان و معانی اور لغت وغیرہ سے تعلق رکھتا ہے۔ ان دونوں جڑوں کے لحاظ سے فن تفسیر میں صرف نحو، بیان و معانی، بدیع، لغت، فقہ، اصول فقہ، حدیث، اصول حدیث، قرأت و کلام، تاریخ و رجال، زہد و تصوف، جہل و خلاف، سیرت و اسرار، حقائق و حساب وغیرہ سب کی ضرورت پڑتی ہے۔

ایا تفسیر اشرفی میں یہ ضروری علوم و فنون پیوست ہیں؟

آئیے دیکھتے ہیں کہ عصر حاضر کے علماء کرام و مفکرین اسلام اس بابت کیا فرماتے ہیں، استاذ العلماء حضرت مولانا عارف اللہ مصباحی صاحب فرماتے ہیں کہ ”اس نافع و مفید تفسیر (تفسیر اشرفی) میں وہ سب کچھ موجود ہے جو فہم قرآن کے لیے لازم و ضروری ہے“، (شخص و عکس نمبر صفحہ 40)

حضرت مولانا سید سیف الدین اصدق صاحب فرماتے ہیں کہ ”آپ جہاں کلام الہی کے رمز شناس مفسر ہیں، وہیں ذخیرہ احادیث کے فہم بھی، علم فقہ پر دسترس رکھنے والے فقیہ ہیں تو وہیں ایک نکتہ رس معقولی بھی، علم کلام کے اگر ماہر ہیں تو بحر تحقیق و تدقیق کے شناور بھی“۔ (شخص و عکس نمبر صفحہ 78)

حضرت مولانا ضیاء الرحمن علیی صاحب فرماتے ہیں کہ ”یہ تفسیر حضرت مصنف کا تحریری شاہکار ہے، کلام الہی کے تفسیری اثاثے میں ایک شاندار اضافہ ہے“۔ (جام نور، محدث

اعظم نمبر 189)

پروفیسر محمد عبدالحمید اکبر صدر شعبہ اردو و فارسی گلبرگہ یونیورسٹی فرماتے ہیں کہ ”تفسیر اشرفی عصر حاضر کی شاہکار تفسیر ہے“۔ (شخص و عکس نمبر صفحہ 81)

پروفیسر مجید بیدار سابق صدر شعبہ اردو جامعہ عثمانیہ حیدرآباد فرماتے ہیں کہ ”تفسیر اشرفی کو بلاشبہ سید التفاسیر قرار دینا وقت کا اہم تقاضہ ہے، بلاشبہ اس تفسیر کو مقصدی اور انسانی زندگی کو خدا حکم کے تابع بنانے والی تفسیر سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا، غرض تفسیر اشرفی کے اسلوب میں جہاں سادہ و عام فہم الفاظ جلوہ گر ہیں وہیں لفظوں کی صوتی خصوصیات اور ان کی گہرائی و گیرائی سے یہ ثبوت فراہم ہوتا ہے کہ حضرت علامہ کو تحریر کا یہ وصف من جانب اللہ حاصل ہوا، اس لئے ان کی تفسیر میں کیفیاتی فضا جلوہ گر ہے، جس سے دل متاثر ہوتے ہیں اور ذہن کے درتے کچے کھلنے کے علاوہ گہرائی و گیرائی کی وجہ سے عقل و فراست کے بہترین نمونے جلوہ گر ہوتے ہیں، اس قسم کا تحریری منفرد رویہ اردو کی بہت کم تفسیروں میں دکھائی دیتا ہے“۔ (شخص و عکس نمبر صفحہ 90)

ڈاکٹر منظور احمد دکنی کہتے ہیں کہ ”تفسیر اشرفی کے سرسری مطالعہ سے یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اسکے کئی ادبی زاویے ہیں اور ہر زاویہ ایک کتاب کا متقاضی ہے جیسے ایجاز و اختصار، روزمرہ محاورہ، انتخاب الفاظ، ادبی معنویت، فصاحت و بلاغت، علوم و فنون، وغیرہ وغیرہ۔ غرض تفسیر اشرفی میں ادبی جواہر پارے موجود ہیں، اسکا اپنا اسلوب و منہج بھی ہے اور امتیازی شان و شوکت بھی، عبارت مختصر، تفسیر اشرفی اللہ اور رسول کی حقیقی شان کی غماز اور زبان و بیان اور ادبی اعجاز کا مرقع کہلائی جاسکتی ہے“۔ (شخص و عکس نمبر صفحہ 102)

محترم و مکرم مولانا غلام ربانی فدا میر جہان نعت کا قول ہے کہ ”تفسیر اشرفی یہ تفسیر مختصر اور جامع ترین تفسیر ہے، اسکا انداز محققانہ ہے“۔ (شخص و عکس نمبر صفحہ 104)

اس وقت میرے پیش نظر ہم خیال علماء و مفکرین اسلام کی ایک لمبی فہرست موجود ہے، ظاہر ہے کہ یہاں ہر ایک کو ذکر نہیں کیا جاسکتا ہے اسی لیے اختصاراً میں نے چند حضرات علماء و مفکرین کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے۔

بہر حال ان ارباب علم و فضل کی شہادتوں سے یہ مسئلہ مستند ہو جاتا ہے کہ اس تفسیر

میں مدارس اسلامیہ میں رائج تمام علوم و فنون کی شعاع جلوہ گر ہے اور جب صورت حال یہ ہے کہ تفسیر اشرفی جمع مروجہ علوم و فنون پر مشتمل ہے اور یہ امر مسلم ہے، پھر تو یہ بھی مسلم ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ العالی ذخیرہ علم و فضل کے تمام زیورات سے آراستہ و پیراستہ ہیں، اور جب ایسا ہے پھر تو مجال نہیں ہے کہ کوئی جری و بے باک حضرت کی بابت کہہ سکے،

فضل و ہنر بڑوں کے گرم میں ہوں تو جانیں

گر یہ نہیں تو بابا وہ سب کہانیاں ہیں

مدارس و جامعات میں تدریسی زندگی بسر کرنے والی شخصیات کا جب جائزہ لیا جاتا ہے، تو انتہائی قلیل مقدار ایسے اساتذہ کی ملتی ہے جو رائج علوم و فنون کے اصول و مسائل کے جامع و حافظ ہوں، خوش قسمتی سے ایسی شخصیات دستیاب ہو بھی جاتی ہیں تو ان کا دائرہ عمل جمع و حفظ یا پھر زیادہ سے زیادہ مفاہیم کے تصورات کی پاسبانی ہے، یہ ان کی آخری سرحد ہوتی ہے جہاں ان کی نظریں مفاہیم کی سلاخوں و زنجیروں میں ایسی جکڑی ہوتی ہیں کہ اس سے آگے کے تمام راستے مسدود ہوتے ہیں اور اگلی منزل یعنی مصادیق کی انہیں ہوا بھی لگتی ہے، اور اگر معدودے چند مصادیق کے شناور دستیاب بھی ہو جاتے ہیں تو تطبیق ان کے لیے معما بن جاتی ہے اور اگر کسی طرح اس میدان کے کچھ شہسوار نظر آ بھی جاتے ہیں تو مقام تخریج و تفریع پر مرغِ بسل کی طرح تڑپتے ہوئے نظر آتے ہیں، یہ ہے واقعہ مگر ان سب کے برعکس، ایک ایسے شخص کا عکس نظر آتا ہے جن کے علم و ادراک اور قوت استدلال کی سواری روکے نہیں رکتی ہے، بلکہ ہر ایک میدان خواہ شریعت ہو کہ طریقت، حقیقت ہو کہ معرفت اور ہر ایک جولان گاہ میں ایکساں سرپٹ دوڑتی ہوئی نظر آتی ہے، اللہ رے یہ ہمہ جہتی و ہمہ دانی! بعد و قرب کا یہ حیرت انگیز کرشمہ! بہر حال یہ گتھی عقل کے ناخن سے سلجھنے سے رہی، قصہ مختصر،

ایں سعادت بزور بازو نیست تا بخشد خدائے بخشندہ

علم تفسیر اور حضور شیخ الاسلام

مولانا محمد یسین اشرفی

(مدرس مدنی میاں عربک کالج ہبلی)

قرآن شریف کا نزول زبان عرب میں انہیں کے اسالیب بلاغت پر ہوا اسی لئے صحابہ کرام کو قرآن فہمی میں کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ رہ گئیں جملات قرآنیہ کی تفصیلات، نسخ اور منسوخ کے امتیازات تو انہیں حضور رحمت عالم ﷺ حسب موقع فرما دیا کرتے تھے معیت رسول کریم ﷺ ان کے لئے مشعل راہ رہی صحابہ کرام کے بعد تابعین کا دور آتا ہے اصحاب عظام کی محبت اور زمانہ نبی سے قرب کے سبب یہ حضرات بھی قرآن پاک سمجھنے میں اسبق و اقدم رہے پھر ایک زمانہ بعض تابعین و تبع تابعین کا ایسا آتا ہے جس میں ان معارف قرآنیہ کو علوم و فنون کی شکل دی گئی اور کثرت کے ساتھ تالیفات و تصنیفات شروع ہو گئی علمائے اسلاف کو علوم کی تدوین کی طرف مائل کرنے والی دو چیزیں ہیں۔ اول مسلمانوں کے درمیان فتنوں کا ظہور ائمہ دین پر بغاوت و ظلم، اختلاف آراء اور بدعت کی جانب میلان کا حدوث، فتاویٰ و حوادث کی کثرت، مہمات میں علماء کی طرف رجوع کا لامتناہی سلسلہ۔ دوم عجمیوں کا کثرت کے ساتھ دامن اسلام میں پناہ لینا اور اسلام کا روز بروز دنیا کے طول و عرض میں پھیل جانا یہ وہ اسباب تھے جنہوں نے علمائے اسلاف کو مجبور کیا کہ وہ نظر و استدلال، اجتہاد و استنباط، قواعد و اصول گستری، ترتیب الابواب و فصول، تکثیر مسائل بالادلة، ایراد شبہ مع الاجوبہ، تعیین اوضاع و اصطلاحات اور تمییز مذاہب و اختلافات کی طرف توجہ فرمائیں۔ یہی سبب ہے کہ قرآن پاک کی تحقیق و تدقیق کے سلسلے میں کوئی مخارج حروف اور رعایت حروف کو مرکز نگاہ بنائے ہوئے ہے تو کوئی قرآنی لغات کے حرکات و سکونات سے بحث کر رہا ہے کسی کی نظر اگر اسباب پر ہے کہ لفظ قرآنی کا استعمال استقبال کے لئے ہے یا حال کے لئے تو کوئی احوال کلمات کو اعراب و بنا کی حیثیت سے دیکھتا ہے اگر ایک قوم قرآن

www.wafasite.com

کی فصاحت و بلاغت اور وجہ اعجاز و تحسین کو موضوع بحث بنائے ہوئے ہے تو دوسرے لوگ اس کے مہمانی و معانی کی تحقیق و تدقیق میں لگے ہوئے ہیں اگر ایک جماعت عقلیہ اور شواہدِ اصلیہ سے وحدانیتِ خدا اور اس کی قدرت پر علتوں کا استنباط کر رہی ہے تو دوسرا فریق اس پر عامل، مجمل و مفصل وغیرہ کے زاویہ نگاہ سے غور کرتا ہے اور ایسا ہی ایک گروہ فکر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے سامنے اور دوسری شئی کی حرمت کے احکام کا استخراج کرتا ہے۔ اس غور و فکر کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے سامنے علمِ قرأت، علمِ لغت، علمِ صرف، علمِ نحو، علمِ بیان، علمِ تفسیر، علمِ کلام، علمِ اصول اور علمِ فقہ جیسے گراں قدر علوم کا ایک ذخیرہ آگیا صرف انہیں پر اکتفا نہیں بلکہ قرآن شریف سے متعلق بہت سارے علوم خاص، علمائے اسلام نے ایجاد کئے جن میں بعض یہ بھی ہیں۔ علمِ مفردات، علمِ رسم الخط، علمِ عروض و قوافی، علمِ مناظرہ، علمِ اسماء الرجال، علمِ حدیث، علمِ قصص، علمِ تصوف وغیرہ

(سورۃ النحل) اے محبوب ہم نے تم پر کتاب اتاری جس میں ہر شئی، ہر چیز، ہر موجود کا روشن بیان ہے (معارف القرآن) کی حقیقتیں گواہ ہیں کہ کوئی ایسی شئی نہیں جس کا استخراج قرآن سے ممکن نہ ہو یہاں تک کہ بعض مفکرین اسلام نے علمِ ہیئت، علمِ ہندسہ، علمِ نجوم، علمِ طب اور دیگر علوم عربیہ کا استخراج قرآن شریف ہی سے فرمایا ہے ان تمام علوم قرآنیہ میں علمِ تفسیر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے لہذا اس کو سید العلوم کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ ہمارے موضوع کلام کا تقاضہ ہے کہ ہم تفسیر کے مفہوم، غرض و غایت اور اس کے متعلقات کو واضح کر کے تاریخی حیثیت سے اس پر کچھ روشنی ڈالیں اور پھر اپنے اصل موضوع پر گفتگو کریں۔

علمِ تفسیر۔ وہ علم ہے جو بحسب طاقت بشریہ اور باعتبار قواعد عربیہ نظم قرآنی کے معانی سے بحث کرے۔

غرض۔ نظم قرآنی کے معانی کے شناخت اور استنباطِ احکام۔

غایت۔ سعادت دارین، دنیا میں امتثالِ اوامر اور اجتنابِ نواہی سے اور آخرت میں

جنت سے

موضوع۔ آیات قرآنیہ فہم معانی کے حیثیت سے۔

واضح۔ تابعین کرام میں سے علمائے راہنہ۔

شرائط تفسیر۔ حضرت امام جلال الدین سیوطی قدس سرہ نے قرآن مجید کی تفسیر کے لئے پندرہ علوم و فنون میں مہارت تامہ کی شرط لگائی ہے اور فرماتے ہیں جو شخص ان پندرہ علوم و فنون میں سے کسی ایک میں بھی ناقص ہو اسے قرآن مجید کی تفسیر کرنے کا حق نہیں ہے (الاتقان) (۱) لغت عربیہ (۲) علم النحو (۳) علم الصرف (۴) علم الاشتقاق (۵) علم المعانی (۶) علم البیان (۷) علم البدیع (۸) علم القراءات (۹) قواعد شرعیہ (۱۰) علم فقہ (۱۱) اصول فقہ (۱۲) علم الاسباب النزول (۱۳) علم ناسخ و منسوخ (۱۴) علم الحدیث (۱۵) علم الموہبہ مفسر قرآن کے لئے جن شرائط کا ہونا مستند مفسرین نے ضروری قرار دیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) ذکی، فہیم ہو قرآن فہمی کی کامل و مکمل مہارت رکھتا ہو (۲) علوم مذکورہ باضابطہ ماہر و حاذق اور تجربہ کار اساتذہ سے حاصل کیا ہو۔

(۳) علمائے معاصرین اور فضلاء ہم زماں کی نظر میں اس کا علم، فہم اور تقویٰ مسلم و معتبر ہو (۴) خود رائے اور متکبر نہ ہو (۵) سنی صحیح العقیدہ ہو (فیوض الرحمن)

سید المفسرین حضور شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ الشاہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے جملہ تصانیف گوہر بے بہا تحقیقات و تدقیقات کا خزانہ ہیں مگر ان سب میں تفسیر اشرفی کا مقام سب سے اعلیٰ و ارفع ہے گویا کہ یوں کہنا بجائے ہوگا سارے تقاسیر کا نچوڑ ہے۔ حضور شیخ الاسلام علم تفسیر میں ایک قوت راستہ رکھتے ہیں علم تفسیر کے تمام شرائط اور مفسر کے تمام اوصاف آپ میں بدرجہ اتم موجود ہیں یہ سارے خصوصیات کی وجہ سے آپ اس دور کے علماء و مشائخین میں میر اور حکم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

مولانا سید سیف الدین اصدق فرماتے ہیں

حضور شیخ الاسلام جہاں کلام الہی کے رمز آشنا مفسر ہیں، وہیں ذخیرہ احادیث

کے فہیم بھی علم فقہ پر دسترس رکھنے والے فقیہ ہیں تو وہیں ایک نکتہ رس معقولی بھی، علم

کلام کے اگر ماہر ہیں، تو بحر تحقیق و تدقیق کے شاعر بھی،

شائستہ و پاکیزہ شاعری کا اگر ذوق رکھتے ہیں، تو وہیں ایک سلامت رو ادیب بھی

، فصاحت و بلاغت سے مزین اگر تاج دارِ خطابت ہیں، تو تصوفِ حقیقی سے آراستہ ایک خانقاہی فقیر بھی، ان فضائل و کمالات کو دیکھ کر بس یہی کہا جاسکتا ہے جیسے صدیوں پہلے حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے کہا تھا اور آج تک کہا جا رہا ہے اور شاید قیامت تک کہا جاتا رہے کہ

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

مولانا سید شاہ رکن الدین صاحب اصدق فرماتے ہیں کہ

میں نے خود دیکھا کہ مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن صاحب ظفر ادبی جو بلا شبہ اپنے دور کے امام المعقولات تھے اور دور تک ان کا طوطی بولتا تھا وہ شمس باز غلے کا مطالعہ میں غرق ہیں، میں جب قریب سے گزرا تو آہٹ پا کر انہوں نے سراٹھایا، اور پوچھا کون؟ میں پلٹ کر قریب ہوا اور بولا جی میں! بولے اچھا سید صاحب ذرا مدنی میاں کو بلائیے میں نے مدنی میاں کو جو چھت پر ہم درسوں کے درمیان کسی کتاب کی تکرار میں مشغول تھے، جا کر اطلاع دی اور وہ اٹھ کر چلے تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں بھی ان کے پیچھے ہولیا کہ آخر کیا بات ہے؟ علامہ ظفر ادبی صاحب کے پاس جب مدنی میاں پہنچے تو آپ نے انہیں احترام کے ساتھ بیٹھنے کو کہا ادھر استاذ کے احترام میں جب یہ صرف ایک کنا رے ٹک گئے تو اشارہ کر کے کہا میاں یہاں آرام سے بیٹھیے پھر کتاب ان کی طرف بڑھا کر عبارت پر انگلی رکھتے ہوئے بولے ذرا دیکھیے یہاں مصنف کیا کہنا چاہ رہے ہیں مدنی میاں کتاب لے کر کچھ دیر تک دیکھتے رہے اور پھر جب اسکی وضاحت کی تو علامہ ظفر ادبی کے چہرے پر تسکین و شادمانی کا خاص رنگ چھا گیا اور اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا کر تائید کرتے ہوئے انہیں رخصت کیا، اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا سید شاہ رکن الدین صاحب اصدق نے فرمایا کہ اس سے جہاں مدنی میاں کی ٹھوس علمی استعداد اور منطق و فلسفہ کے ادق اور خشک مسائل پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے وہیں اساتذہ کا ان پر کتنا اعتماد تھا اس کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے ساتھ ہی علامہ ظفر ادبی کے کمال ظرف

اور وسعت قلبی کا بھی پتہ چلتا ہے یہ جگر ہر استاذ کا نہیں ہو سکتا کہ وہ کسی مسئلے کے حل کے لئے اپنے شاگرد سے رجوع کرے اور فراخ دلی کے ساتھ اسے قبول بھی کر لے (جام نور محدث اعظم نمبر)

ٹی وی ویڈیو اور کا شرعی استعمال اور دیگر تصنیفات دیکھنے کے بعد غزالی دوراں حضرت علامہ سید سعید احمد کاظمی صاحب قبلہ نے حضور شیخ الاسلام کو رئیس المحققین کے خطاب سے نوازا۔ (حیات حضور محدث اعظم)

مولانا ضیاء الرحمن علیہی صاحب قبلہ فرماتے ہیں ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال مشروط استعمال سے متعلق ایک استفتاء کا جواب ہے،

اس کتاب کے مطالعہ سے مصنف (حضور شیخ الاسلام) کی فقہی بصیرت اور علوم شرعیہ میں ان کی دسترس و گہرائی کا پتہ چلتا ہے۔ (جام نور محدث اعظم نمبر)

اور کیوں نہ ہوں جن کے اہل خاندان کا عالم یہ ہے کہ صدیوں سے اسلام کی روح کو تقویت دے رہے ہیں اور طالبان حق کی تشنگی کو دور کر رہے ہیں اور انہیں برگزیدہ محبوب بندوں کے سائے میں حضور شیخ الاسلام و المسلمین کی پرورش ہوئی اور انہیں کے ذریعہ سلسلہ در سلسلہ غوث العالم، تارک السلطنت، محبوب یزدانی حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیضان آپ پر ایسا برسا کہ آپ نے اس فیضان سے سارے عالم اسلام کو سیراب کر دیا اور آپ عالم اسلام کی روحانی و دینی تشنگی کو بجھانے کا مرکز بن گئے۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ و پیدا

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی پندرہویں صدی کے خورشید ہدایت

مولانا ذاکر حسین اشرفی۔

بانی دارالعلوم اشرفیہ محبوب یزدانی راج محل صاحب گنج جھاڑ کھنڈ

یہ ایک سنت الہیہ کہ آفتاب نبوت کے پردہ فرمانے کے بعد کسی قرن اور صدی کو قدسی صفات نفوس سے خالی نہ رکھا گیا۔ ملت اسلامیہ کی صحیح نمایندگی اور رہنمائی کے لئے ہر تیر و تاریخ فضا میں کوئی نہ کوئی آفتاب ہدایت مطلع شہود پر آتا رہا اور وقت کی بگڑتی ہوئی فضا کو نظام شریعت کے سانچے ڈھال دینے کی انتھک کوشش کرتا رہا ہے
ابوداؤد کی حدیث شریف ہے۔

بیشک اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے شروع میں ایسی ذات کو مبعوث فرمائے گا جو اس امت کے لئے دین کی تجدید فرماتا رہے گا۔ حدیث شریف کے مطابق ہر صدی کے شروع میں مجدد شریف لاتے رہے اور اپنے اپنے زمانہ کے بگڑے ماحول و فضا کی مناسبت سے سنت کو بدعت سے، حق کو باطل سے، ہدایت کو ضلالت سے ممتاز فرماتے رہے اور تجدید و احیاء دین فرماتے رہے اور اہل بدعت و ضلالت کے سروں کو کچل کر انھیں ذلیل و رسوا کرتے رہے اور مجدد کا یہی منصب ہے۔
چنانچہ اسی حدیث شریف کے تحت مناوی شریف میں فرمایا ہے
مجدد سنت کو بدعت سے آشکارہ فرمائے گا اور اہل بدعت کو ذلیل و خوار کرے گا۔

مجدد کی ذمہ داری کی تصریح سراج منیر میں اس طرح ہے -

www.wafasite.com

- تجدید

دین کا معنی ہے کتاب و سنت پر عمل کو زندہ کرنا اور کتاب و سنت کے مطابق حکم جاری کرنا۔
عین الودود میں ہے -

- امام سیوطی نے سفیان بن عیینہ سے روایت کی کہ مجھے حدیث پہونچی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد یقیناً ہر سو ۱۰۰ سال پر علماء میں سے ایک ایسا شخص ظاہر ہوگا جس سے اللہ تعالیٰ دین کو قوت دے گا۔

مرقاۃ الصعود میں علامہ اجل امام جلال الدین سیوطی کی تصریح نقل فرمایا ہے

-
یعنی اس حدیث شریف سے واضح ہوتا ہے کہ ہر صدی کے شروع میں جسے تاج مجددیت سے سرفراز فرمایا جائے۔ ایسا شخص ہونا چاہیے جو علم و فضل و کمال و تقویٰ و سیرت و حسن میں مشہور و معروف ہو اور دینی معاملات میں اُسی کی طرف اشارہ کیا جاتا ہو اور صدی شروع ہونے سے شروع ہونے سے پہلے بھی اُس نے امر دین کو مضبوط رکھا ہو اور اس ذکر سے مراد یہ ہے کہ ختم ہونے والی صدی میں وہ ہونہار مجدد زندہ ہو۔ مشہور عالم ہو اور اُس زمانہ کے علماء کا مشارالہ و مرجع ہو۔
عون الودود میں انہی سے مروی ہے

بعض علماء کا خیال یہ ہے۔ بہتر یہ ہے کہ حدیث شریف کو اُس کے عموم پر رکھا جائے۔ اس سے یہ لازم نہ ہوگا کہ ہر صدی کے شروع میں بھیجا جانے والا مجدد ایک ہی شخص ہو۔

www.wafasite.com

بلکہ ایک ہو یا زیادہ ہو۔ کیونکہ امت مسلمہ کو اگرچہ عام طور پر دین کے معاملات میں فقہائے کرام ہی سے کام پڑتا ہے۔ لیکن امت کے بہت سے ضروری مسائل ایسے بھی ہیں جن کا فقہاء کے علاوہ دوسرے اکابر سے بھی تعلق ہوتا ہے۔ جیسے اولوالامر صاحب حکومت، محدثین، قارئین، واعظین، اور مختلف طبقات کے زہاد وغیرہم بکثرت حضرات ہیں کیونکہ ہر شخص جس فن سے تعلق رکھتا ہے اس فن کے امام ہی سے نفع حاصل کر سکتا ہے دوسرے سے نہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں اس سلسلے کی سب سے پہلی کڑی حضرت عمر ابن عبد العزیز قدس سرہ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت عمر ابن عبد العزیز قدس سرہ سے لیکر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ تک یکے بعد دیگرے بلند پایہ حضرات نے اپنے وقت میں تجدید و احیاء دین فرماتے رہے۔

اب اختصار کے ساتھ ان چند نفوس قدسیہ کے اسمائے گرامی یہاں درج کئے جا رہے ہیں جنہوں نے اسلام کی اعلیٰ تعلیمات اور اس کے پاکیزہ اخلاق و تہذیب کو عملی شکل میں پیش کر کے اور اپنے خون جگر سے اسلام کی آبیاری کر کے رفتہ رفتہ پورے ہندو پاک کو سرسبز و شاداب بنا ڈالا۔

حضرت داتا گنج بخش جویری (ولادت ۸۰۰ھ / ۱۴۰۹ء - وفات ۸۶۵ھ / ۱۴۶۲ء)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (ولادت ۸۵۳ھ / ۱۴۵۲ء - وفات ۹۳۳ھ / ۱۵۳۱ء)

حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی (ولادت ۸۶۶ھ / ۱۴۶۰ء - وفات ۹۶۶ھ / ۱۵۶۲ء)

حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکر (ولادت ۸۵۵ھ / ۱۴۵۹ء - وفات ۹۶۲ھ / ۱۵۶۵ء)

حضرت خواجہ قطب الدین مختیار کاکی (ولادت ۸۸۱ھ / ۱۴۸۵ء - وفات ۹۳۴ھ / ۱۵۳۱ء)

حضرت مخدوم علاء الدین صابری (ولادت ۸۹۲ھ / ۱۴۹۶ء - وفات ۹۹۰ھ / ۱۵۹۱ء)

حضرت محبوب الہی خواجہ نظام الدین اولیاء (ولادت ۹۳۶ھ / ۱۵۳۸ء - وفات ۱۰۲۵ھ / ۱۶۲۵ء)

حضرت شرف الدین احمد یحییٰ منیری (ولادت ۹۶۱ھ - وفات ۱۰۸۲ھ)

حضرت مخدوم جہانیاں جہانگشت (ولادت ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۸ء - وفات ۱۱۸۵ھ / ۱۷۸۳ء)

حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی (ولادت ۱۱۴۲ھ - وفات ۱۲۸۶ھ)

حضرت مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی (ولادت ۱۰۷۰ھ / ۱۶۶۸ء - وفات ۱۱۸۵ھ / ۱۷۸۳ء)

حضرت شیخ سلیم چشتی (ولادت ۸۸۲ھ / ۱۴۷۹ء - وفات ۹۷۹ھ / ۱۵۷۶ء)

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت ۹۵۸ھ/۱۵۵۲ء - وفات ۱۰۵۲ھ/۱۶۴۲ء)
 حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ولادت ۱۰۷۹ھ/۱۵۶۲ء - وفات ۱۰۳۲ھ/۱۶۲۲ء)
 حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (ولادت ۱۱۱۴ھ - وفات ۱۰۷۶ھ) وغیرہم - رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
 اجمعین۔

ان اصحاب علم و فضل و ارباب زہد و تقویٰ کے بعد تیرہویں صدی ہجری میں جن علماء و
 مشائخ کرام نے کاروان عشق و عرفان کی رہنمائی کا شرف حاصل کیا اور سواد اعظم اہلسنت و
 جماعت کو صراط مستقیم پر گامزن رکھا ان کی اجمالی فہرست کچھ اس طرح ہے۔

حضرت علامہ عبدالحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۴۴ھ - وفات ۱۲۳۵ھ) حضرت شاہ محمد اجمل الہ
 آبادی (ولادت ۱۱۶۰ھ

- وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ انوار الحق فرنگی محلی (ولادت ۱۱۶۷ھ - وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت
 شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی (ولادت ۱۱۵۹ھ - وفات ۱۲۳۹ھ) حضرت شاہ غلام علی دہلوی (ولادت ۱۱۵۸ھ - وفات ۱۲۴۰ھ) حضرت شاہ ابوسعید مجددی

راپوری (ولادت ۱۱۵۸ھ - وفات ۱۲۳۶ھ) حضرت شاہ آل احمد اچھے میاں مارہروی (ولادت ۱۱۶۰ھ - وفات ۱۲۶۲ھ)

حضرت شاہ ابوالحسن فرد پھلواری (ولادت ۱۱۹۱ھ - وفات ۱۲۶۵ھ) حضرت شاہ احمد سعید مجددی
 راپوری (ولادت ۱۲۱۷ھ)

حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی (ولادت ۱۲۱۲ھ - وفات ۱۲۷۸ھ) حضرت علامہ عبدالحق
 فرنگی محلی (ولادت ۱۲۰۹ھ وفات

۱۲۸۵ھ) حضرت علامہ فضل رسول بدایونی (ولادت ۱۲۱۳ھ - وفات ۱۲۸۹ھ) حضرت علامہ
 شاہ آل رسول مارہروی (ولادت

۱۲۰۹ھ - وفات ۱۲۹۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔
 اور چودھویں صدی ہجری جس میں مختلف ایمان شکن اور گمراہ کن تحریکوں، تنظیموں

اور جماعتوں نے جنم لے کر صدیوں کے متواتر عقائد و نظریات کو تہہ وبالا کرنا شروع کیا اور عظمت تو حید و ناموس رسالت پر حملے کئے جانے لگے تو یہ علماء حق اور مجاہدین صف شکن سینہ سپر ہو کر سامنے آ گئے۔ اور آج بھی سواد اعظم اہلسنت کا کاروان فکر و خیال اپنے انہیں اسلاف کرام کی روحانی قیادت و رہنمائی میں اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں ہے۔

حضرت مولانا عبدالحی فرنگی محلی (ولادت ۱۲۶۴ھ - وفات ۱۳۰۴ھ) حضرت مفتی ارشاد حسین رامپوری (ولادت ۱۲۴۸ھ - وفات ۱۳۱۱ھ)

حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی (ولادت ۱۲۰۸ھ - وفات ۱۳۱۳ھ) حضرت مولانا غلام دستگیر قصوری لاہوری (متوفی ۱۳۱۵ھ)

حضرت مولانا عبدالقادر بدایونی (۱۲۵۳ھ - وفات ۱۳۱۹ھ) حضرت مولانا ہدایت اللہ رامپوری (متوفی ۱۳۲۶ھ)

حضرت مولانا خیر الدین دہلوی (ولادت ۱۸۳۱ھ - وفات ۱۳۲۶ھ)

حضرت مولانا سید شاہ علی حسین اشرفی کچھوچھوی (ولادت ۱۲۶۶ھ - وفات ۱۳۵۵ھ)

اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا فاضل بریلوی (ولادت ۱۲۷۲ھ - وفات ۱۳۴۰ھ)

حضرت مہر علی گولڑوی (ولادت ۱۲۷۴ھ - وفات ۱۳۵۶ھ) وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

یہ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان نقش فرما دیا اور اپنی طرف کی روح سے ان کی مدد کی۔ تاریخ اسلام گواہ ہے کہ نصف صدی سے پیشتر کا ہندوستان جو اپنی مذہبی و سیاسی آویزش میں اپنی مثال آپ ہے۔ جہاں مسلمانوں کی ملی غیرت و حمیت بھی شہرہ آفاق ہے اس نے تحریر و تقریر کے ذریعہ دینی مناقشوں اور مناظروں کا ایک عجیب ہنگامہ خیز دور دیکھا ہے کہ محبوب کردگار ﷺ کی بارگاہ یکس پناہ میں اہانت و گستاخی کا ارتکاب کرنے والوں کی باگ ڈور علماء دیوبند، سہارنپور، تھانہ بھون، انبیٹھ، نانوت، میرٹھ، وغیرہ کے ہاتھوں میں آئی اور تقدیس شان رسالت علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریک کی قیادت دہلی و لاہور، فرنگی محل لکھنؤ، خیر آباد و مارہرہ، رامپور و بدایوں کے علماء نے کی۔

انہیں علماء مشائخ ہند کی نمائندگی کرتے ہوئے علماء بریلی شریف اور علماء کچھوچھو مقدسہ نے اس مقدس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور سارے علمائے اہل سنت و جماعت کے دلوں کی آواز بن کر ہندوستان کے مذہبی اُفق پر چھا گئے اور ان زبانوں کو لگام دے دی جو گستاخانہ لب و لہجہ کی عادی اور خوگر ہو رہی تھیں اور جن کے دوش بدوش غیر مقلدیت بھی پروان چڑھ رہی تھی۔

عالم اسلام کا کہنا ہے کہ آندھیوں میں چراغ جلانے کا محاورہ ہم نے سنا تھا لیکن حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی علمی دینی و روحانی خدمات تاریخ میں یہ محاورہ حقیقت کا ایک پیکر محسوس بن گیا ہے۔ بلاشبہ انھوں نے آندھیوں کی زد پر چراغ جلایا ہے۔ زبان و قلم کی تلوار لیکر اٹھے اور عرب و عجم کے تمام ممالک کے گوشے گوشے، قریہ قریہ میں پہنچ کر تقریر و تحریر کے ذریعہ دین متین کی کی نہایت ممتاز و شاندار خدمت انجام دی اور رد بدعات و مناظروں کے ذریعہ مذہب اہلسنت و جماعت کی حقانیت و صداقت کا سکہ بٹھا دیا۔ مومنین کے دلوں میں رسول اللہ ﷺ کی عظمت و توقیر، اجلال و احترام، اکرام و محبت اور سلف صالحین کی عقیدت و الفت اور آداب و اخلاص اور شریعت اسلامیہ کے احترام کا جذبہ کچھ اس طرح جگا دیا کہ اہل ایمان کی زندگی کا نقشہ بدل دیا، اور ایک ایک اخلاقی مسئلے پر قرآن و حدیث اور اقوال ائمہ احناف و حنفی مذہب کی کتابوں سے دلائل و شواہد کا انبار لگا کر سنیت و وہابیت، دیوبندیت کے درمیان کھلا ہوا امتیاز قائم فرما دیا۔

چودھویں صدی کے دور میں حضور محدث اعظم قدس سرہ کی ذات پاک ہم اہل سنت کے پاس خداوند کریم کا ایک عطیہ بے بہا، اسلام کا ایک اعجاز تھی جس کی مثال کہیں اور نہ مل سکے گی۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کا ایک درخشاں معجزہ تھا۔ اور غوث الثقلین محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک کرامت تھی۔ اور غوث العالم مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کی ایک ضیاء تھی۔ جس زمین پر رونما ہوا اعداء دین و سنیت کی زبانیں گنگ، نگاہیں خیرہ اور دل و دماغ دبدہ حق سے مہبوت و عاجز ہو کر رہ گئے۔ اس آفتاب حق و صداقت سے بددین و بد مذہب لرزتے کانپتے تھے اور آپ کے نام سے تھراتے تھے، دیوبندیوں، نجدیوں کے بڑے بڑے علماء کو آپ کے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ جو بد مذہب بے دین آپ کے سامنے آیا ذلیل ہوا۔ یہ حق و صداقت کا آفتاب ہمیشہ غالب رہا۔ حمایت حق و حفاظت مذہب ہی آپ کا کام تھا۔ اوائل

عمر ہی سے اشاعت مذہب و تبلیغ دین میں مصروف ہوئے اور ساری عمر خدمت دین میں صرف کردی۔ اڑتالیس اڑتالیس گھنٹہ مسلسل بیدار رہتے پوری پوری رات تبلیغ دین و اشاعت مذہب میں مصروف رہتے، اکثر عشا کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرماتے۔ وہ جاگتے تھے تو دین و سنیت کا درد لے کر، سوتے تھے تو اسی درد و کرب میں۔ پورا پورا سال تبلیغی دورے اور سفر میں گزرتا تھا۔ حضرت محدث اعظم ہند خود بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ گیارہ مہینے میں سفر کی قصر نماز ادا کرتا ہوں اور ایک ماہ حضر کی ادا کرتا ہوں۔ اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ میری زندگی اسی لئے ہے کہ دین پاک مصطفیٰ ﷺ کی خدمت کروں اور بھولے بھٹکے مسافروں کو راہ حق سے آشنا کراؤں۔ دیکھ رہے ہو کہ پیر کی ماندگی بڑھ رہی ہے، سفر کی مشکلات دونی ہیں لیکن دین حق کی خدمت کا وہ جذبہ جو مجھے اپنے آباء و اجداد کے ورثہ میں ملا ہے مجھے جو ان رکھا ہے۔

جسم اگر چہ تھک گیا روح کا زور بڑھ گیا
راہ تلاش یار کی ماندگی ماندگی نہیں

بلاشبہ خدمت دین و اعلان حق کا یہی وہ جذبہ تھا جس کے نشہ نے توحید و رسالت کے متوالوں سے گھر بار و عزیز و اقارب سب کچھ چھڑا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ حق پرستوں کا گروہ عرب سے نکل کر دنیا میں پھیل گیا۔ کیا تم اس کو نہیں پہچانتے جو جیلان میں پیدا ہوا اور گھر بار عزیز و اقارب کو چھوڑ کر بغداد چلا آیا۔ کیا تم اس کو نہیں جانتے جو عرب سے پشت آیا اور بڑھتے بڑھتے جس نے سرزمین ہند میں آکر اعلان حق و خدمت دین کا فرض ادا کیا اور اپنی قوت صداقت سے بڑے بڑے نبرد آزماؤں کے زور بازو اور شجاعت کے غرور کو خاک میں ملا دیا جس پر دارالخیرہ جمیر شریف کا تقدس قیامت تک گواہ رہے گا۔

درحقیقت خدمت دین اور اعلان حق کا نشہ وہ کیف نہیں ہے جسکو دنیا کی کوئی طاقت اتار سکے۔ یہی وہ جذبہ و سرور تھا جس نے حضور غوث العالم تارک السلطنت مخدوم سلطان سید اشرف جہانگیر سمنانی کو ملک سمناں کے آزاد تخت و تاج سے علیحدہ کر کے ہندوستان کے ایک دیہات کچھو چھو شریف مین لا کر بٹھا دیا اور آج اس بارگاہ یکس پناہ کی عظمت محتاج بیان نہیں۔

کون ہے ؟ جو اس آرزو میں نہیں جی رہا ہو کہ مدینہ شریف کی مبارک سرزمین میرا مدفن بنے !

کون ہے ؟ جو اس آرزو سے دست بردار ہونے کو تیار ہے کہ دیا رحیب ﷺ میرا مسکن بنے، خاک طیبہ غذائے بدن بنے۔

ہر کسی کی آرزو یہ ہوتی ہے، ہر عاشق کے سینے میں یہ تمنا مچلتی رہتی ہے کہ مدینہ شریف کی دھرتی آخری آرام گاہ ہو۔ مگر قربان جائے حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کے مقصد حیات سے کامل وفاداری پر کہ جب آپ زیارت حرمین طیبین کے لئے گئے تو کعبہ کے در کے سامنے مانگی تھی یہ دعاء فقط کہ اے رب کریم مجھے ایسی اولاد عطا فرما جو عرصہ دراز تک تیرے دین حق اور تیرے بندوں کی خدمت کرتا رہے اور اعلان حق کا فریضہ ادا کرتا رہے۔ اور جب آپ اپنے نانا جان مالک کون و مکان مختار دو عالم ﷺ کی بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تو مصطفیٰ جانِ رحمت ﷺ کے پیغام حق و صدائے حق کو شرق و غرب میں آبیاری کے لئے اپنی حیات کے آخری لمحات کو نثار کرتے ہوئے گویا ہوئے ۔

مدینے کا کچھ کام کرنا ہے سید

مدینے سے بس اس لئے جا رہا ہوں

چنانچہ مرد مؤمن کی دعاء رنگ لا کر رہی، مخدوم الممت کے آنسو رحم و کرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے یہاں تک کچھ چھ مقدسہ کے اوج ثریا پر پندرہویں صدی کے خورشید ہدایت نمودار ہوا، آسمان ہدایت پر ایک ستارہ چمکا، بزم علم میں ایک روشن چراغ منور ہوا، چمنستان مجددیت کا ایک پھول کھلا جس نے ایشیاء و یورپ کو چمکایا اور مشرق و مغرب و جنوب و شمال کو اپنی عطربیزیوں سے مہکایا۔

آیا ! وہ کون آیا ؟ وہی آیا ! جس پر اس قحط الا کا بر میں دنیائے سنیت عقیدت کے ہار چڑھاتی ہے۔ ہاں وہ آیا ! سفینہ سنیت کا نا خدا بن کر آیا جو قلم کا بادشاہ اور زبان کا دھنی بن کر آیا۔ ہاں وہ آیا، ہم شبیہ غوث جیلانی سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی قدس سرہ کی کرامت بن کر آیا

www.wafasite.com

جواحقاق حق و تصدیق حق میں صدیق اکبر کا پرتو، باطل کو چھانٹنے میں فاروق اعظم کا مظہر، رحم و کرم میں ذوالنورین کی تصویر، باطل شکنی میں حیدری شمشیر، فقر و درایت میں امیر المؤمنین، سلطنت قرآن و حدیث و تفسیر کا مسلم الثبوت وزیر المجتہدین، رئیس المحققین، اسوۃ الواصلین، شیخ الاسلام و المسلمین، مرجع العلماء والفضلاء، علم العلماء عند العلماء، مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، عارف باللہ، فانی فی اللہ، باقی باللہ، عاشق رسول اللہ، آل رسول اللہ امام اہلسنت حضرت مولانا الحاج سید شاہ محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیات کی ولادت با سعادت یکم رجب المرجب ۱۳۵۷ھ مطابق 1938ء شب یکشنبہ میں ہوئی۔

بیٹا کیا چیز ہے اور اس کے پیدا ہونے سے گھر میں عید کی سی چہل پہل کتنی بڑھ جاتی ہے اسکو تم جس سے چاہو دریافت کر لو۔ والدین کی مسرت کا اندازہ کوئی منطقی معما نہیں ہے جس کے لئے نصاب نظامی کی تکمیل ضروری ہو۔ چنانچہ اس فرزند ارجمند کی ولادت با سعادت سے گھر باہر وہی حال ہوا جو ہونا چاہیئے تھا اس نونہال کی جبین سعادت پر مدنی ضیاء کو چمکتا دیکھ کر اور مدینے کا کام کرنے کی بیقرار تمنا و آرزو کا تکملہ مان کر ہی آپ نے مدنی مدینہ والے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمنام سید محمد مدنی رکھا۔

مسعود و مبارک مدنی فرزند کچھو چھو والے کا طفلی زمانہ۔ مدنی، جیلانی، سمنانی انوار و برکات کے روحانی و نورانی گہوارہ میں بسر ہوا، ہم عصر بچوں سے طبعاً بالکل مختلف تھے نہ کسی کھیل کود سے دلچسپی، نہ کسی اہو و لعب میں شرکت، مدنی نونہال کا پورا بچپن ناشائستگی، ستھرا پن، سنجیدگی اور نفاست پسند سے بھرا رہا۔

ماشاء اللہ سے پڑھنے لکھنے کے دن آئے۔ یعنی جب آپ کی عمر شریف چار سال چار مہینے اور چار دن کی ہوئی تو خانوادہ اشرفیہ کے معمول کے مطابق آپ کے جد امجد رئیس الحکماء حضرت علامہ مولانا سید نذیر اشرف فاضل کچھو چھوی قدس سرہ نے مٹھائی بطور نیاز منگوا کر فاتحہ غوثیہ پڑھ کر آپ کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھائے، جو خود بھی درس نظامیہ کے ایک بہت بڑے پائے کے معلم تھے اور مشہور ترین طبیب حاذق بھی تھے جن کی نباضی پر دہلی کے حکماء خراج تحسین ادا کرتے تھے، حکمت و طبابت کے اس منزل پر تھے کہ آواز سن کر، کپڑا سونگھ کر مرض کی تشخیص فرما دیتے۔ آج کا

دور ایسے گرامی قدر حکیموں سے محروم ہی نظر آ رہا ہے۔ حکمت کے ساتھ ساتھ اچھے مناظر اور بہترین شاعر اور بلند پایہ کے مصنف بھی تھے۔ ذہانت و ظرافت، استعداد و صلاحیت ان کی تصنیف و تالیف اور شعر و سخن کے ہر ہر جملے سے پھوٹی ہے۔

آپ ساری عمر دنیا کمانے سے بے نیاز رہے جو کچھ ملا غریبوں کی دستگیری میں نذر کر دیا۔ ہاں ! اگر کوئی سرمایہ چھوڑا تو اپنے ایسے عظیم فرزند کو چھوڑا جسے اکابرین علماء و مشائخ نے محدث اعظم ہند و سرمایہ اہلسنت تسلیم کیا۔

والد ماجد حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ جنہیں فراست و بینش کا نمونہ کہا جاسکتا ہے انہوں نے اس مسعود مبارک مدنی فرزند کو کافی دبیز اور لمبا چوڑا رجسٹر اور سیٹھے کی قلم اور روشنائی کا ذخیرہ مہیا کر دیا اور تاکید کر دی کہ ایک ماہ میں اسے بھر کر اپنی والدہ کے پاس جمع کرنا ہے چنانچہ والدہ ماجدہ شہزادی عالم ربانی، شوکتہ الاسلام، اقدس حضرت مولانا سید احمد اشرف اشرفی جیلانی، خاتون جنت کا ہمنام و مکمل نمونہ، سیدہ فاطمہ کی نورانی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کا آغاز یوں ہوا۔ والدہ ماجدہ بھی لگتا ہے کہ تیار بیٹھی رہتی تھیں کہ کب رجسٹر بھرے اور کب دوسرا پکڑا دیا جائے، نیز ہونہار بیٹا بھی بڑا اکمال کا نکلا کہ جو کام دور ۲ ماہ کا تھا اسے بیس دن میں ہی پورا کرنے لگا اور کلاس ٹیچر سے دستخط بھی لینے لگا، اس پر مستزاد یہ کہ سفر سے واپسی کے بعد ان تمام رجسٹر وں کو امام علم و فن و ادب حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ بڑے اشتیاق و انہماک کے ساتھ جانچتا، پرکھتا اور حسن و قبح کے نکتے سمجھاتا۔ اب کوئی بتائے کہ آرزوئے محدث اعظم اور ان کا خواب کواگر یہ مسعود مبارک مدنی بچہ شرمندہ تعبیر کر رہا ہے تو اس میں حیرت کیا ہے ؟

اعلیٰ تعلیم کے لئے مقدس والد ماجد نے ہم شبیبہ غوث الاعظم جیلانی سرکار اعلیٰ حضرت اشرفی قدس سرہ کا قائم کردہ باغ فردوس یعنی الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور میں داخل فرمایا۔ آپ کے رفقاء درس میں حضرت مولانا نعمان خان (پرنسپل جامعہ روناہی) مولانا احمد مسعود رضا (فرزند مولانا حشمت علی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) مولانا غلام حسین، مولانا حنیف، مولانا عبدالشکور (شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ مبارکپور) مولانا نعیم اللہ خاں (شیخ الحدیث منظر اسلام بریلی شریف) مولانا ابوالخیر، مولانا اسلام خاں مبارکپوری، مولانا محمد احمد بھیروی ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی وغیرہ

بخاری شریف تک حضرت شیخ السلام کے ہم سبق دوست رہے۔
آپ کا ایک ہم سبق ساتھی حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی نے ماہنامہ
جام نور شمارہ ستمبر ۲۰۱۰ء میں تحریر فرمایا ہے کہ

،،مدنی میاں اپنی جماعت کے طلبہ میں کئی اعتبار سے منفرد تھے، کم گو، کام سے
کام رکھتے تھے، طلبہ کے باہمی مناقشات سے دور رہتے تھے، اکثر کمرے میں
دیوار پر اپنے مشاغل کا نظام الاوقات چسپاں کر رکھا تھا، جس پر وہ سختی سے عامل
تھے، اس کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ دوسرے طلبہ ان اوقات میں تفسیح اوقات نہیں
کرتے تھے، بلکہ گمان غالب ہے کہ اسی مصیبت سے چھکارہ پانے کے لئے یہ
حکمت عملی اختیار کی گئی تھی۔

غالباً ۱۹۵۹ء کی بات ہے کہ میرے خوش عقیدہ پڑوسی جناب محمد احمد صاحب کے
ایک رشتہ دار تازہ تازہ دارالعلوم دیوبند کی ہوا کھا کر آئے تھے، طبیعت باڑھ پر تھی
، یہ جہانانگج کے رہنے والے تھے رسمی تعارف کے بعد انھوں نے علم غیب کی بحث
چھیڑ دی۔ آیات و احادیث سے نفی علم غیب کے دلائل پیش کرنے لگے۔ میں نے
جواب دینا شروع کیا۔ محمد احمد صاحب نے کہا اس طرح کی بحث سے تنگی بڑھنے
کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ سوال و جواب تحریری ہونا چاہیئے۔ صاحب خانہ کی اس
بات پر ہم دونوں نے اتفاق کیا، میں نے کہا کہ میں چند سوالات حفظ الایمان
کے تعلق سے کرتا ہوں، آپ جواب لکھ کر محمد احمد صاحب کے یہاں بھیجوا دیں
۔ انہوں نے کہا کہ سوال کی ابتدا میری طرف سے ہوئی ہے۔ اس لئے سوال
میں کروں گا۔ میں نے کہا چلئے یوں سہی۔ پھر انھوں نے پانچ چھ سوالات کی
فہرست مرتب کر کے مجھ سے کہا کہ اس کا جواب تحریر کر کے محمد احمد صاحب کو

دے دیجئے، یہ مجھ تک پہنچا دیں گے۔ میں نے وہ رقعہ مدنی میاں کو دکھایا، انھوں نے سوالات کے مدلل جوابات تحریر کیے۔ میں نے محمد احمد صاحب کے ذریعہ یہ تحریر جہانانگج بھیجوا دی، دس پندرہ دنوں کے بعد جواب آگیا، میں نے وہ جواب مدنی میاں کی خدمت میں پیش کیا، اب جواب الجواب کے ساتھ کچھ سوالات قائم کر کے حریف کو دفاعی پالے میں لاکھڑا کیا گیا۔ پھر ادھر سے کوئی جواب نہ آیا۔ مدنی میاں نے کہا کہ مناظرہ میں دفاعی پوزیشن میں نہیں رہنا چاہیئے۔ اب جو انہیں اپنا دفاع کرنے پر مجبور کر دیا گیا تو وہی ہوا جس کی امید تھی۔

جہاں تک مجھے یاد ہے مدنی میاں نے کسی ایک پروگرام میں بھی حصہ نہیں لیا۔ کبھی شرکت بھی کی تو شدتِ سعال وغیرہ کا عذر کر کے بیٹھ رہے۔ قاری محمد بیگلی صاحب کو اس کی خبر ہوئی تو انہیں بڑا دکھ ہوا۔ حضرت محدث اعظم ہند سالانہ جلسہ میں تشریف لائے تو قاری صاحب نے ان سے عرض کیا کہ حضور! ایک بات کہنا چاہتا ہوں اسے شکایت پر محمول نہ فرمائیں۔ محدث اعظم نے فرمایا کہیئے، شکایت بھی ہوگی تو سنی جائے گی۔ قاری صاحب نے عرض کیا کہ شہزادے مشقی جلسہ میں شرکت نہیں کرتے جس کا مجھے دکھ ہے۔ محدث اعظم نے فرمایا،، میاں مچھلی کے بچے کو تیرنا نہیں سکھاتے،، آج جب میں اس جملے کو یاد کرتا ہوں تو محدث اعظم کا یہ قول پیشین گوئی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ اشرفیہ سے فراغت کے بعد مدنی میاں نے اپنی خطابت کا لوہا بڑے بڑے سبحان وقت سے منوالیا،، ڈاکٹر طارق سعید صاحب نے جام نور محدث اعظم ہند نمبر ۲۰۱۱ء میں تحریر فرمایا ہے کہ،، زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ ہے کہ

شفیق جو پوری اردو شعروادب میں اپنا ایک مقام رکھتے تھے، ذی علم شخصیت کے مالک تھے ان کے بھائی نے ایک عظیم الشان کتب خانہ سجا رکھا تھا۔ ایک سے ایک نایاب کتب اس ذخیرہ کی زینت تھیں۔ مولانا فضل امام جو مولانا فضل حق خیر آبادی کے والد بزرگوار تھے، علم منطق میں طاق تھے۔ ان کی ایک کتاب جو علم منطق اور اس کے مبادیات سے متعلق تھی۔ اسی کتب خانہ میں موجود تھی۔ کتب خانہ سے فیض اٹھائے جانے کی دعوت و اجازت عام تھی ایک شرط کے ساتھ کہ کتاب کا مطالعہ کتب خانہ میں ہی کیا جائے۔ مطالعہ کے شوقین مدنی میاں کے لئے یہ شرط کوئی خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ انھوں نے لائبریری میں دو سے ڈھائی گھنٹہ روزانہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا اور طے کیا کہ کیوں نہ یہ کتاب نقل کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لی جائے۔ طویل نشستوں کا سلسلہ تین دن چلا کہ مستقبل کے اس عالم منطق و فلسفہ کو برادر زادہ شفیق نے کتاب ہی حوالے کر دی اور کہا کہ اگر مجھے آپ کے اس درجہ اشتیاق کی خبر پہلے ہو جاتی تو آپ کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ علم دوست اس پندرہ سالہ طالب علم نے عربی زبان میں لکھی ادق منطق کی کتاب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ جناب یہ کتاب بطور مخطوط میرے پاس محفوظ ہوگئی،،

حضرت شیخ الاسلام کی علوم فنون میں ذوق و انہماک و علمی گہری دلچسپی اور وسعت مطالعہ اور عمیق نظری کے طلبہ ہی نہیں، استاذہ بھی قائل تھے اور۔ بسا اوقات علمی مسئلہ میں بلا تکلف ان سے رائے لیا کرتے۔ چنانچہ حضرت مولانا سید شاہ رکن الدین اصدق مصباحی صاحب نے درس و تدریس پر گفتگو فرماتے ہوئے بیان کیا ہے کہ، مفکر اسلام حضرت علامہ مظفر حسن صاحب ظفر ادیبی جو بلاشبہ اپنے دور میں مرتبہ کے امام المعقولات تھے اور دور دور تک ان کا طوطی بولتا تھا، وہ شمس باز غم لے کر مطالعے میں غرق ہیں۔ میں جب قریب سے گزرا تو آہٹ پا کر انھوں نے سر

اٹھایا اور پوچھا کون ؟ میں پلٹ کر قریب ہوا اور بولا جی میں ! بولے اچھا سید صاحب ! ذرا مدنی میاں کو بلائے گا ۔

میں نے مدنی میاں کو جو چھت پر ہم درسوں کے درمیان کسی کتاب کی تکرار میں مشغول تھے جا کر اطلاع دی اور وہ اٹھ کر چلے تو تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں بھی ان کے پیچھے ہولیا کہ آخر کیا بات ہے ؟ علامہ ظفر ادیبی صاحب کے یہاں جب مدنی میاں پہنچے تو آپ نے انہیں احترام کے ساتھ بیٹھنے کو کہا۔ ادھر استاذ کے احترام میں جب یہ صرف ایک کنارے ٹک گئے تو اشارہ کر کے کہا میاں ! یہاں آرام سے بیٹھئے ! پھر کتاب ان کی طرف بڑھا کر عبارت پر انگلی رکھتے ہوئے بولے۔ ذرا دیکھئے یہاں مصنف کیا کہنا چاہ رہے ہیں ؟ مدنی میاں کتاب لے کر کچھ دیر تک دیکھتے رہے اور پھر جب اس کی وضاحت کی تو علامہ ظفر ادیبی صاحب کے چہرے پر تسکین و شادمانی کا خاص رنگ چھا گیا اور اطمینان بخش انداز میں گردن ہلا کر تائید کرتے ہوئے انہیں رخصت کیا۔ اس واقعہ سے جہاں مدنی میاں کی ٹھوس علمی استعداد اور منطق و فلسفہ کے ادق اور خشک مسائل پر گہری نظر کا پتہ چلتا ہے۔ وہیں اساتذہ کا ان پر کتنا اعتماد تھا اس کا بھی بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔ آپ کی خداداد ذہانت و فطانت اعلیٰ درجہ کا افہام و تفہیم کا ملکہ اور استعداد و صلاحیت دیکھ سبھی طلبہ و اساتذہ سمجھتے تھے کہ یہ وجود مقدس کسی زمانہ میں قبلہ ارباب حاجات ہوگا اور اس چراغ سے ایک عالم روشن ہوگا۔

قدرت بے نیاز کی ادائیں کون نہیں جانتا کتنے صاحب تاج و تخت گزرے جن کو اولاد نہ ہونے کا غم مرض الموت تک کھاتا رہا اور کتنے غریب ہیں جو پرورش اولاد سے گھبرا گئے ہیں، کوئی ایسا بھی ہے جس کی منہ مانگی مراد پوری ہوئی ہے مگر اس سے راحت حاصل کرنے کا موقع نہیں ملا اور موت نے تمام لذتوں کا خاتمہ کر دیا۔ کسی غریب کا گھر لٹ جائے۔ کسی بیکس کا آسرا ٹوٹ جائے۔ کسی ضعیف کا چراغ گل ہو جائے یا کسی کے ضعیفی کا سرمایہ لٹ جائے۔ کسی جواں سال کا سہارا ٹوٹ جائے مگر قدرت کی بے نیازی کے تیور میں بل بھی نہیں آتا ۔

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی صاحب

کیسا اللہ والا کا بچہ تھا کہ ابھی آپ دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ میں

زیر تعلیم ہی تھے کہ اچانک آپ کے والد ماجد، مکرم زمان محدث اعظم کے ظل عاطفت کو اللہ تعالیٰ نے ۱۶ رجب المرجب ۱۳۸۱ھ بمطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء بروز دوشنبہ بوقت ۱۲-۳۰ ردن میں صرف آپ کے سر سے ہی نہیں بلکہ پوری دنیائے اہلسنت کے سروں سے اٹھالیا۔ اس آفتاب علم و فضل کے غروب ہونے کی خبر سراپا حزن و ملال نے اہلسنت کو بے چین و مضطرب کر دیا اور اس حادثہ جانکاہ نے مسلمانان ہند و پاک میں ایک ماتم برپا کر دیا۔ اس کلام فصاحت ریز محدث، صاحب کے سننے کے لئے کان اور انکی دیدار و زیارت کی متلاشی آنکھیں اور مضطرب قلوب جس قدر آنسو بہائیں اور آہ و بکا کریں کم ہیں۔

خاروں سے پوچھئے نہ کسی گل سے پوچھئے
صدمہ چمن کے لئے کا بلبل سے پوچھئے

خدا جانے وہ کونسی گھڑی تھی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے مصیبت کو پیدا کیا تھا۔ بزدل انسان مصیبت کا نام سن کر تھرا جاتا ہے اور مصیبت کے خیال کرنے ہی پر گھنٹوں کا نپتار ہوتا ہے اور سچ پوچھو تو مصیبت ہے بھی ایسی بلا جس سے خدا کی پناہ ہے۔ بہار کے دن ہوں، گلزار و چمن لہلہاتے ہوں، گلوں کی مہک اور بلبلوں کی چہک نے باغ عالم خوب بسایا ہو، آباد کیا ہو، سبزہ کو اچھی طرح سجایا ہو غرض سب کچھ ہو مگر کسی مصیبت زدہ سے پوچھو تو اسے شور بے ہنگام نظر آتی ہیں، دنیا کی ساری دلفریبیاں اس کو کالے کھاتی ہیں۔

لوگ کہتے ہیں کہ مصیبت عاشقوں کی تقدیر میں لکھ دی گئی ہے۔ لیکن مجھ سے پوچھو تو اسکو مصیبت کہنا ہی فضول ہے۔ محبوب کے راستہ کا کاٹنا، معشوق کی گلی کا ڈھیلا عاشق کی نگاہ میں پیارا ہی ہوتا ہے۔ دیکھنے والے تو اس کو مصیبت ہی کہتے ہیں لیکن عاشق کی نظر میں وہ مصیبت نہیں ہے بلکہ وہ راحت ہے۔

صابر و شاکر مدنی فرزند شیخ الاسلام کچھ چھوی کو دیکھو کہ کیسا مصیبت کا بوجھل پہاڑ ان پر ٹوٹ پڑا ہے کہ سر سے والد ماجد کا سایہ بھی اٹھ چکا ہے، اور تعلیمی سفر بھی جاری ہے، اور ضروریات کا بوجھ بھی سر پہ لدا ہوا ہے ایسی بے بسی کے عالم میں، ایسی بے کسی کے عالم میں حضرت شیخ الاسلام

کچھ چھوٹی پرکسی کیا گزری ہوگی۔

ہم نے تو دیکھا ہے ایسے موقعوں پر اچھوں اچھوں کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور بڑے بڑے جوانمردوں کے ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ مگر واہ رے مختار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کا ہمنام مدنی فرزند کو اپنی یتیمی کا غم نہیں اور یکسی و بے بسی اور محتاجی کا کچھ اثر نہیں کہ ان کی فطرت تو قدرتی تعلیم کے زیر نگرانی تھی کہ ان کی کامیابی بالکل متوقع تھی اور ان کی بڑی سے بڑی مصیبت و آزمائش و ابتلاء میں بھی ثابت قدم رہنے کا نظارہ دنیا کو بھی کرنا تھا۔ لہذا آپ کی نظر پر رہی اور عزیمت کی منزل پر قائم رہے۔ صبر و شکر کا جبل عظیم بن کر ثابت قدم رہے۔ مشاہدہ کرنے والوں کا کہنا ہے کہ اس صابر و شاکر مدنی فرزند شیخ الاسلام و مسلمین، جانشین محدث اعظم ہند کچھ چھوٹی کی سرشت میں ہی تقویٰ و طہارت مضمر ہے، ان کی خمیر جس خاک سے اٹھی ہے وہ خاک پر ہیز گاری کے عناصر سے خود آمیز تیار ہوئی ہے، محسوس ہوتا ہے کہ مشیت یزدی کا فیصلہ ہی یہی ہے کہ یہ بندہ شباب کو بیداری کا مژدہ تصور کرے اور آفاق کی منزل سے شباب کو صحیح و سلامت گزارنے کے لئے اسباب تقویٰ و صبر و شکر کو ہی فضیلت دے تاکہ سفر دنیا مستحسن طریقوں سے گذر سکے۔

حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی وفات شریف وہ عظیم حادثہ ہے جس کا ہوش ربا اثر صرف خانوادہ اشرفیہ کی قیادت اور روحانی مشن پر ہی نہیں پڑا بلکہ پوری دنیائے اہلسنت متاثر ہوئی کہ پوری سنیت چیخ اٹھی اور پکار پڑے کہ بلا شکر و شبہ حضرت محدث اعظم ہند قدس سرہ کی ذات گرامی دور حاضر میں قصر سنیت کے لئے ایک ایسا ستون تھی جس کے انہدام سے پوری عمارت سنیت متزلزل ہوگئی۔ یقیناً آپ کی وفات حسرت آیات دنیائے سنیت و دین و ملت کا عظیم نقصان ہے جس کی تلافی مستقبل قریب میں غیر ممکن نظر آتی ہے، آپ کے سانحہ ارتحال سے دنیائے سنیت میں ایک زبردست خلا واقع ہو گیا اور سنیوں کی مجلسیں سونی ہو گئیں، آپ کی وفات شریف سے دنیائے سنیت میں جو خلا پیدا ہو گیا ہے اس کا پر ہونا بظاہر مشکل معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی رحلت صرف خانوادہ اشرفیہ ہی کے لئے باعث رنج و ملال نہیں بلکہ پوری دنیائے سنیت کے لئے یہ ایک حادثہ فاجعہ و صدمہ عظیمہ ہے جسکو برسہا برس تک امت مسلمہ فراموش نہ کر سکے گی۔

www.wafasite.com

آہ! اب سے تقریباً اسی برس پہلے افق کچھوچھہ مقدسہ پر جو آفتاب علم و حکمت طلوع ہوا تھا وہ ۲۵ دسمبر ۱۹۶۱ء کو گہنا گیا اور ہمیشہ کے لئے ہماری آنکھوں سے اوجھل ہو گیا۔ افسوس دنیاۓ سنیت کے تاجدار نے موت کی چادر اوڑھ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

میرے سرکار! ایک مشتاق نظامی ہی نہیں لاکھوں معتقدین، مریدین، متوسلین تمہارے غم میں اشکبار ہیں اور پوری دنیاۓ سنیت تمہاری رحلت پر سو گوار ہے۔

میرے خطیب! یوپی، پی، بنگال، اڑیسہ، بمبئی، مدراس، آندھرا، گجرات، کرناٹک، مہاراشٹرا، راجستھان، غرضیکہ ہندو پاک، عرب و عجم میں تمہارے اٹھ جانے سے صف ماتم بچھ گئی اور تمہارے کروڑوں جاں نثار، فداکار بلک بلک کر، تڑپ تڑپ کر تمہارے غم میں رو رہے ہیں۔ اے میرے سرکار! یہ خون جگر کے چند قطرے ہیں جو تمہارے بارگاہ میں نذرانہ عقیدت کے طور پر حاضر ہیں، اب مجھ میں لکھنے کی ہمت نہیں، ابھی جی بھر کر مجھے رو لینے دو پھر یہی ادا درہ پاسان جسکو آپ نے ہمیشہ اپنی دعاؤں میں یاد رکھا اور اپنی زبان و قلم سے نوازا ہوا تمہاری بارگاہ میں، محدث اعظم نمبر، کا خراج عقیدت پیش کرے گا۔

اے ہم سے بہت دور جانے والے! اب تم ہی پردہ غیب سے تسکین قلب کا سامان فراہم کر دے۔ ورنہ کلیجہ پھٹ جائے گا اور آنسوؤں کا سیل رواں لے ڈوبے گا۔

غرض کہ زمین ہندو پاک و عرب و عجم ماتم گسارتھی، چرخ کہن نوحہ کرتھا، قدسی صفات فرشتے رحمت باری کے منتظر تھے اہلسنت کا کلیجہ زخموں سے چورتھا، حق پرستوں کی آنکھ ساون بھادو کی جھڑی تھی، عقیدت مندوں کا سینہ نالاں تھا، رسول پاک کے فدائی ماہی بے آب تھے، حرمت نبوت پر جان دینے والے کراہ رہے تھے، عظمت ولایت پے مر مٹنے والے سسک رہے تھے کہ مرد مؤمن کی آہ وزاری رنگ لا کر رہی، اہلسنت کے آنسو رحم و کرم کی موسلا دھار بارش بن کر رہے کہ۔ چودھویں صدی ہجری کا آفتاب غروب ہوا اور پندرھویں صدی ہجری کا ہلال خیر و برکت و رشد و ہدایت افق مغرب پر نمودار ہوا، جاننے والوں نے سے اس کا خیر مقدم کیا اور دعا مانگی۔

چنانچہ شب دیبجور کے پردے چاک ہوئے، پوچھٹی، مگر نمودار ہوئی، مدنی کرن ضیاء

پاش ہوئی اور یکم محرم الحرام ۱۰۴۱ھ (پندرہویں صدی) کا آفتاب عالم تاب کا طلوع ہوا اور پوری تابانی کے ساتھ افق مشرق پر چکا۔ تاج افتاء سے مزین، علم و فضل و کمال کے معراج شہرت پر نمایاں، علمائے وقت کا مشارالہ، فضلاء زمانہ کا مرجع، رئیس المحققین، سند المتکلمین، شہزادہ محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی نے ا کا مجسمہ، ہم شبیبہ غوث اعظم جیلانی، اعلیٰ حضرت اشرفی کی صدا، عالم ربانی، شوکت الاسلام مولانا سید احمد اشرف اشرفی کی ادا بن کر اور اپنے پیرومرشد اہل سنت کے تاجدار، ہم شبیبہ غوث الثقلین کا مختار، غوث زماں، شیخ المشائخ حضور سرکار کلاں کے روحانی و خاندانی فیوض و برکات سے سنور کر خدمت دین حق اور تجدید و احیاء دین و ملت کے لئے کمر ہمت باندھ کر سنان قلم و شمشیر لسان کے ساتھ میدان علم و عمل میں کردار و گفتار کی ایک نئی توانائی کے ساتھ اعدائے دین و سنت کو لاکارتا ہوا بھرا۔ کچھو چھہ مقدسہ کا یہ مدنی سحاب رحمت اٹھا اور اٹھتا ہی چلا گیا۔ پھیلا اور پھیلتا ہی چلا گیا۔ برسا اور برستا ہی چلا گیا۔ دین و دیانت اور علم و دانش کی کھیتیاں سرسبز و شاداب ہو گئیں۔ نہ صرف ہندوپاک میں بلکہ ایشیاء و یورپ کے تمام مغربی ممالک میں لاتعداد شہروں، بیشمار قریوں میں بھی پہونچ کر مجدد مآۃ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، حضرت شیخ الاسلام کچھو چھوی نے ہدایت و نیابت کا فریضہ انجام دیا۔ ایمان افروز اور انقلاب آفریں خطابات دئے۔ ہر فرقہ فاسد و باطل اور ان کے ہر فقرہ کا سد و عاقل کا قرآن و حدیث و اصول معقول و منقول سے وہ ردِ مبلغ فرمایا اور ایسے ایسے قوی دلائل قاہرہ و براہین قاطعہ سے ان کے پرانچے اڑا یا کہ اعدائے دین کے گھروں میں ماتم بچھ گئی۔ اور علمائے اہل سنت کے دل و دماغ باغ باغ ہو گئے اور عوام اہل سنت کے ایمان تازہ ہو گئے۔ وہ کنواں نہیں کہ کہ لوگ وہاں جا کر پیاس بجھائیں بلکہ وہ بادل ہیں جو ہر جگہ خود ہی جا کر برس پڑے، اپنوں پر برسے، غیروں پر برسے، پہاڑوں پر برسے، وادیوں پر برسے، صحراؤں پر برسے، شہروں پر برسے، ایوانوں پر برسے، جھوپڑیوں پر برسے، یہ سلسلہ بس ہو کر نہیں رہ گیا۔ بلکہ دن بدن رشد و ہدایت اور ابطال باطل و احقاق حق کے سوتے پھوٹتے جا رہے ہیں۔

شرح جامع صغیر کے ارشاد کے مطابق

۔ یعنی مجدد اپنی مجددیت کے دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس کے قرائن احوال

اور اس کے علم انتفاع پر غلبہ ظن سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ راز کی زماں، سیوطی دوراں، واقف معارف و حقائق، کاشف معانی و دقائق، جامع معقول و منقول، حاوی اصول و فروع، مرجع العلماء والفضلاء، رئیس المحققین، سید المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین کے قرائن و انتفاع بعلمہ الحال سے بتا رہا ہے کہ جانشین محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامۃ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ پندرھویں صدی ہجری کے تاج مجددیت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

بالائے سرش ز ہوشمندی می تافت ستارہ بلندی

آج سے پانچویں صدی پیشتر جب کہ دنیائے اسلام پر دہریت، اشتراکیت، مودودیت، صلح کلیت کی بلاؤں کے طوفان ہر چہار جانب سے آرہے تھے۔ ایسے نازک ماحول اور قحط الربالی دور میں ہماری آنکھیں اگر کسی شمع بزم ہدایت محمدی پر نظر پڑتی ہے تو ہمارا دل نہایت عجز و انکسار سے قاطع شرک و بدعت، حامی دین و ملت، مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، تقدس مآب شیخ الاسلام والمسلمین حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامۃ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ کی ذات و جاہت اور علمی حسن لیاقت اور اخلاقی علو مرتبت کے روبرو سر تسلیم خم کرنے کی ہدایت فرماتا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کی زندگی کا خلاصہ یا نچوڑ احقاق حق و ابطال باطل اور رد بدعات و منکرات و مودودیت ہے۔ زندگی سے مراد آپ کی تصنیف و تالیف، تحریر و تقریر اور کردار و گفتار و رفتار کے روایات جو ہم تک پہنچی ہیں کہ حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کچھو چھوی کے کا تجدید و احیائے دین میں نمایاں پہلو اور دوا بطل عقائد باطلہ کو حاصل ہے۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔

حدیث شریف میں مجدد کا فرض ارشاد ہوا۔

تجدید کا معنی اور مطلب ظاہر ہے کہ مجدد کی وسیع نظر دیکھ رہی ہو کہ مبتدعین و ضالین کی ریشہ دوانیاں دین متین کے کس پہلو کو کرید رہی ہیں اور کس بدعت و ضلالت کی ترویج و

اشاعت ہو رہی ہے اور کتاب و سنت کے کن اعمال صالحہ کا اندر اس ہو رہا ہے۔

حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کے منصب تجدید کو سمجھنے کے لئے جہاں اُس دور کے مذہبی اور سیاسی ماحول کا سمجھنا ضروری ہے۔ وہاں اُن فکری اور اخلاقی محرکات کا پیش نظر رکھنا بھی لازمی ہے جو حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی علمی، دینی خدمات اور ان کی تصنیفات اور ان کی عظیم خطابات کے پیچھے ہیں۔ چنانچہ مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، جانشین محدث اعظم ہند حضرت علامہ مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامۃ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیات کی عاقبت میں وسیع نظر نے دیکھا کہ قادیانیت اور مودودیت و اشتراکیت کی جڑیں پھیلانے کی ناپاک جدوجہد کی جا رہی ہے، قادیانیت اور مودودیت و اشتراکیت کی جال بچائی جا رہی ہے۔ ان کی ناپاک تحریک مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کے لئے قدم بڑھا رہی ہے۔ اسلام اور مذہب کا نام لیکر وہابیت، نیچریت، قادیانیت، مودودیت کی ایمان سوز تحریک کو پھیلا کر مسلمانوں کے حقیقی اسلام ہی ختم کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ ایسے فرعونی و طاغوتی طاقتوں کے مقابلہ کشور علم و حکمت کے تاجدار، میدان خطابت کے شہسوار، پرتو محدث اعظم ہند، ضیائے عالم ربانی مولانا سید احمد اشرف اشرفی، کرامت ہم شبیبہ غوث اعظم جیلانی اعلیٰ حضرت اشرفی، عطائے غوث العالم مخدوم اشرف سمنانی حضرت علامہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے جس وقت سیف قلم و شمشیر لسان لے کر اعدائے دین کو لٹکا رہا ہوا رزمگاہ حق و باطل میں اترا اور نام نہاد تحریکات کے چہروں کو ایسا بے نقاب کیا اور گمراہوں کو راہ مستقیم دکھائی کہ اپنے تو اپنے غیروں نے بھی گھٹنے ٹیک دیئے اور آپ کے علم و فضل و آگہی کے آگے جہنم عقیدت جھکا دی اور آپ کے عقیدت کیشوں میں شامل ہو گئے۔

تجدید نام ہی ہے انسان کی اس صفت راستہ کا جس کی قوت بڑی سے بڑی طاقت پر قابو یافتہ ہو کر حق و باطل کے درمیان خط امتیاز کھینچتا ہے، یہی وہ جوہر ہے جو حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی تصنیف و تالیف اور تحریر و تقریر میں نمایاں حیثیت سے اجاگر ہے۔ یہ خدا کی ایک بخشی ہوئی طاقت ہے جو احیاء و تجدید دین و سنت کی خاطر کسی برگزیدہ بندہ کو دی جاتی ہے۔

۔ انھیں برگزیدہ شخصیتوں میں امام اہل سنت، علامۃ الدہر، اقدس

حضرت، عظیم البرکت، شیخ الاسلام و المسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی صاحب ادامۃ اللہ

المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کا نام نامی بھی ہے۔

چنانچہ آپ نے جماعت اسلامی (مودودیہ) کے بانی و محرک ابو الاعلیٰ مودودی کے ایمان سوز تحریک و تحریف کی گرفت کرتے ہوئے قرآن و احادیث اور تفاسیر و اقوال ائمہ اسلام کے دلائل و براہین بھرپور، لا جواب طرز استدلال کے ساتھ خدا داد قوت و استعداد و صلاحیت سے مودودیہ کو مفلوج و بے بس کر کے رکھ دیا، مودودیہ کی مردودیت کو جا کر کر کے بے نقاب کیا اور اسلام کو نکھار کر لوگوں کے سامنے پیش کر دیا جسے تجدید و احیاء دین کہتے ہیں۔

چنانچہ مجدد مائتہ حاضرہ حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے مودودیہ کی ردِ تبلیغ میں متعدد کتابیں تصنیف فرمائی ہے۔

(۱) فریضہ دعوت و تبلیغ : یہ کتاب ۳۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۶ء
- ناشر دارالتصنیف والتالیف مبارکپور اعظم گڑھ یو پی۔

اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے جماعت اسلامی (مودودی) کے ایک فرد نے مجدد وقت حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی قبلہ سے تین ۳ سوالات کیئے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ صحابہ و تابعین اور تبع تابعین جیسی مقدس اسلامی شخصیتیں یا تو روح اسلام سے خالی تھیں یا اسلامی مزاج سے آشنا نہیں۔ لہذا رسول کے لائے ہوئے دین کو لوگوں نے اپنے ذہن و دماغ اور عقیدہ و عمل سے باہر نکال دیا اور ایک نئے اسلام کے ماننے والے بن کر رہ گئے۔ انھوں نے ایک ایسے اسلام کو جن لیا جس کو اپنانے سے لادینی کی راہ اختیار کرنا بہتر تھا۔

حضرت مجدد مائتہ حاضرہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے فریضہ دعوت و تبلیغ سے متعلق اسلامی نظریہ کو واضح فرمایا کہ جو جس درجہ اور جس مقام کا عالم شریعت ہوگا اس کو اسی قسم کی دعوت و تبلیغ اور ہدایت و اصلاح کا حق پہنچتا ہے جو اسی کے مقام کے لائق ہے اور اگر اس سے زیادہ بوجھ ڈالا گیا تو یہ تکلیف مالا یطاق ہوگا۔

(۲) اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب : یہ کتاب ۲۰۰ صفحات پر مشتمل ہے۔
طبع اول ۱۹۶۷ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھو مقدسہ۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ مودودی اور ان کی جماعت اسلامی کے نظریات پر یعنی ابو الاعلیٰ مودودی صاحب کی کتاب ”قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں“ میں الہ، رب، عبادت، دین کی جو ایمان سوز تشریح و توضیح اور

تحقیق کی تھی۔

حضرت مجدد مائتہ حاضرہ شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اسلام کی پہلی بنیادی اصطلاح ،،الہ،، کی قرآن و احادیث و مفسرین اور اقوال ائمہ اسلام کی روشنی میں تشریح و توضیح اور تحقیق فرما کر مودودیہ کی بیخ کنی فرمادی ہے۔ یہ کتاب ایک دیباچہ اور پانچ عنوان اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے (۱) الہ کی لغوی تحقیق (۲) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی تجزیہ (۳) اہل جاہلیت کا تصور الہ (۴) الوہیت کے باب میں املاک امر (۵) مودودی صاحب کے خیالات کا اجمالی جائزہ۔ (۳) اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب: یہ کتاب ۲۲۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۸ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھو مقدسہ۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب ،، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ،، میں سے دوسری بنیادی اصطلاح نظریہ عبادت سے متعلق قرآن و احادیث و مفسرین اور اقوال ائمہ اسلام کی روشنی میں تشریح و توضیح اور تحقیق فرما کر مودودیہ کی بیخ کنی فرمائی ہے۔

یہ کتاب مندرجہ ذیل عنوان پر مشتمل ہے (۱) عبادت کی لفظی تحقیق (۲) مودودی صاحب کی علمی خیانتیں (۳) مودودی صاحب کے دوسرے علمی جواہر پارے (۴) مودودی صاحب کی ایک غیر ضروری کوشش (۵) لفظ عبد کی تحقیق (۶) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی جائزہ (۷) مودودی صاحب کا نظریہ عبادت (۸) مودودی صاحب کی پریشان خیالیاں (۹) مودودی صاحب کے نزدیک ایمان کیا ہے (۱۰) عبادت کے متعلق مودودی صاحب کے مزید خیالات (۱۱) امت مسلمہ کے عوام پر برہمی اور بہتان (۱۲) خواص امت پر بھی بیجا برافروختگی (۱۳) مسئلہ خلافت و حکومت (۱۴) لفظ عبادت کا استعمال قرآن میں (۱۵) عبادت بمعنی اطاعت (۱۶) عبادت بمعنی پرستش (۱۷) عبادت بمعنی بندگی و اطاعت و پرستش (۱۸) اسلام کا نظریہ عبادت۔

(۴) دین اور اقامت دین : یہ کتاب ۳۰۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۸ء ناشر محدث اعظم اکیڈمی کچھوچھو مقدسہ۔ اس کتاب کی تصنیف کا پس منظر یہ ہے کہ مودودی صاحب کی کتاب ،، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ،، میں سے تیسری بنیادی اصطلاح ،، دین ،، سے متعلق مودودی صاحب کے افکار و نظریات کا حضرت مجدد مائتہ حاضرہ شیخ الاسلام نے محققانہ اور

ناقدا نہ تعاقب فرمایا ہے کہ دین اور اقامت دین کے مفہوم کو سمجھنے میں مودودی صاحب کے قلم نے جہاں جہاں ٹھوکریں کھائی ہیں ان مقامات کو واضح اور روشن کر کے لوگوں کے لئے قلم و قدم کی لغزش سے محفوظ رہنے کا ذریعہ اور سامان ہدایت مہیا فرما دیا ہے۔

یہ کتاب بھی مندرجہ ذیل عناوین اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے (۱) دین کی لغوی تحقیق (۲) دین اور جزاء میں نازک سا فرق (۳) لفظ مذہب کی تحقیق (۴) لفظ ملت کی تحقیق (۵) مودودی صاحب کا ارشاد (۶) قرآن فہمی کے لئے چار ضروری امور (۷) انصاف پسند مفسر کا فرض (۸) موجودہ دور کا المیہ (۹) کیا قرآن کی ترجمانی ممکن ہے (۱۰) قرآن میں لفظ دین کا استعمال (۱۱) مودودی صاحب کی تشریحات کا تحقیقی جائزہ (۱۲) اقامت دین (۱۳) ایک غلط فہمی کا ازالہ (۱۴) ایک سطحی اور خطرناک روش (۱۵) مودودی صاحب کی فکری کجی (۱۶) ایک مغالطہ اور اس کی اصل وجہ (۱۷) قرآن مجید کو آنکھ کھول کر پڑھیے (۱۸) مودودی صاحب اپنے آئینہ میں (۵) دین کامل : یہ کتاب ۳۲ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۶۶ء ناشر دار التصریف والتالیف مبارکپور اعظم گڑھ یو پی۔

مجدد ملت حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ، اقدس حضرت، سراپا برکت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اس کتاب میں قرآنی آیات و احادیث کریمہ کی روشنی میں یہ ثابت فرمایا ہے کہ دین اسلام کے علاوہ سارے مذاہب خصوصاً یہودیت اور عیسائیت افراط و تفریط کا شکار ہونے کی وجہ سے کامل نہیں ہیں اور صرف مذہب اسلام ہی ہے جو افراط و تفریط سے پاک صاف ہے، اور پوری انسانیت کے درد کا درماں ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے ہر قاری اس نتیجہ پر باسانی پہنچ جاتا ہے کہ یہودیت اور عیسائیت عصر حاضر میں ناقابل عمل دین ہے اور مذہب اسلام ہی کامل و مکمل دین ہے جسکی پیروی ہر شخص کے لئے ضروری ہے۔

(۶) نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس : یہ کتاب ۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۷۷ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔

یہ کتاب قاسم نانوتوی کی کتاب تحذیر الناس میں مذکور ختم نبوت سے متعلق نظریہ کی تردید و تنقید پر مشتمل ہے۔ حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اس کتاب میں قرآنی

آیات و احادیث کریمہ اور تفاسیر معتبرہ کی روشنی میں دلائل و براہین سے بھرپور۔ سنجیدہ، اور ٹھوس و لا جواب طرز استدلال سے چار چاند لگا دیا ہے اور منکرین ختم نبوت اور من گھڑت تاویل و تفسیر و تشریح کرنے والوں کے تاہوت پر آخری کیل ٹھوک دی ہے۔

(۷) مسلم پرسنل لایا اسلامک لا ؟ : یہ کتاب ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع

اول ۱۹۸۵ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔

مجدد دین و ملت، امام اہل سنت، اعلیٰ حضرت فی زماننا، علم العلماء عند العلماء، رئیس المحققین، شیخ الاسلام والمسلمین سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوی صاحب قبلہ کی یہ کتاب دستاویزی اہمیت کے حامل ہے۔

اس کتاب میں حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے شاہ بانو کیس سے متعلق مسلم پرسنل لا کی اصطلاح کو غلط قرار دیا ہے اور یہ واضح فرما دیا ہے کہ مسلمانوں کے پاس جو قانون ہے وہ ان کا ذاتی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کا اتارا ہوا قانون ہے اور اس میں کسی قسم کی مداخلت شریعت میں مداخلت کے مترادف ہے۔ حضرت شیخ الاسلام نے طلاق و نان و نفقہ اور اسلامی عائلی قوانین سے متعلق تمام ضروری مواد نہایت عمدہ اور خوبصورت انداز نگارش میں جمع فرما کر حکومت ہند کو تنبیہ فرمائی ہے کہ اسلامی قوانین پر بیجا مداخلت ہرگز نہ کریں۔

(۸) امام احمد رضا اور اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ: یہ کتاب ۷۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول ۱۹۸۲ء ناشر المیزان پبلی کیشنز۔ مجدد دین و ملت، حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی یہ کتاب دراصل دارالعلوم دیوبند کے سربراہ اور شعبہ علوم قرآن کے مدرس مولوی محفوظ الرحمن قاسمی کے چھ ۶ قسطوں پر مشتمل مضمون کا تحلیل و تجزیہ ہے جو ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں شائع ہوا تھا۔ اس کے ذریعہ ترجمہ کنز الایمان کو تفاسیر معتبرہ اور منشاء خداوندی کے خلاف قرار دیا گیا تھا۔

مجدد دین متین، رئیس المحققین، عمدۃ المفسرین، سید المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین، علماء وقت کا مشارالہ، فضلاء زمان کا مرجع، رازی زماں، غزالی دوراں علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کے آہوئے قلم سے نکلا ہوا یہ نافہ مشک بار اور عطربیز ہے۔ علوم شرعیہ میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی تبحر علمی اور ہمہ گیری کا ترجمان ہے۔

مجدد اسلام حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی دامت برکاتہ نے اپنی اس کتاب میں امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ پر لگائے گئے تمام الزامات کا علمی اسلوب میں عالی شان تحقیقی جوابات دیا ہے اور ترجمہ کنز الایمان کی اہمیت و معتبریت کو واضح تر فرما دیا ہے۔ جس سے امام احمد رضا کی عبقریت بھی واضح ہوتی ہے اور خود علوم قرآن میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کا درک و استحضار کا بھی پتہ چلتا ہے۔

(۹) مقالات شیخ الاسلام: طبع اول ۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک

امریکہ۔

یہ کتاب دراصل حضرت مجدد اسلام، شیخ الاسلام کچھوچھوی کے چند مطبوعہ مقالات کا ایک مجموعہ ہے (۱) شرح التحقیق البارع فی حقوق الشارح یعنی مختار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحی اختیارات (۲) اشتر کی سوالات کے اسلامی جوابات (۳) تحریم اور فلسفہ تحریم (۴) ایک تعلیم یافتہ خاتون کے تین سوالات اور ان کے جوابات۔

بلاشبہ حضرت مجدد دین و ملت شیخ الاسلام کچھوچھوی صاحب قبلہ اپنے دور میں حدیث دانی کے اعلیٰ مقام و منصب میں وحید العصر اور منفرد ہیں آپ کی حدیث دانی کا عالم یہ ہے کہ جب آپ حدیث بیان کرنے پر آتے ہیں تو بلاشبہ آپ محدث اعظم ہند کا جانشین فی الحدیث والفقہ نظر آتے ہیں اور جماعت محدثین کی یاد قائم فرما دیتے ہیں۔ آپ جب کبھی فن حدیث کو اپنا موضوع سخن بناتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک آنکھ بخاری کے صفحات پر ہے تو دوسری مسلم شریف کے اوراق پر ہے۔ متون احادیث سے فراغت کے بعد اس کے شروح و حواشی کی طرف متوجہ ہو کر محدثانہ، فقیہانہ، عالمانہ و ناقدانہ انداز خطابت میں جواہر پارے لٹاتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی ابھی امام بخاری و امام مسلم کی مجلس سے چلے آ رہیں۔ آپ کی محدثانہ شان و شوکت اور منصب و مقام کا صحیح اندازہ آپ کے مطبوعہ متعدد تصانیف سے ہوتا ہے کہ علم حدیث میں بھی آپ کو مجیر العقول ملکہ حاصل ہے۔ چنانچہ قارئین کی خدمت میں شرح احادیث کی چند مطبوعات کا اجمالی تعارف پیش کرتا ہوں جو چھپ کر مقبول عام ہو چکی ہے اور آج بھی اہل علم کے کتب خانوں میں موجود ہے۔

(۱۰) تعلیم دین و تصدیق جبریل: یہ کتاب ۱۱۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول

www.wafasite.com

۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

یہ کتاب حدیث جبریل کے نام سے مشہور و معروف ہے جس کی محدثانہ و فقیہانہ توضیح و تشریح فرمائی ہے کہ علمی جواہر پارے پوری کتاب میں بکھرے پڑے ہیں جس کے مطالعہ سے تعلیم دین کے انوار و برکات سے قلوب منور و متجلی ہو جاتے ہیں۔

(۱۱) یہ کتاب ۳۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول

۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

یہ کتاب مشہور و معروف حدیث نیت کی محدثانہ، محققانہ توضیح و تشریح پر مشتمل ہے۔ حدیث نیت میں پوشیدہ اسرار و رموز، دقائق و حقائق، معانی و معارف کو نہایت عمدہ اسلوب میں بیان فرمایا ہے۔ جس کو پڑھنے والا حضرت شیخ الاسلام کی علمی گہرائی اور خدا داد صلاحیتوں کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے۔

(۱۲) محبت رسول روح ایمان : یہ کتاب ۴۸ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول

۲۰۰۴ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

اس کتاب میں حضرت شیخ الاسلام نے حدیث شریف کی محدثانہ، محققانہ توضیح و تشریح فرمائی ہے کہ جس کے مطالعہ سے محبت رسول اللہ ﷺ میں اضافہ اور آداب و عظمت مصطفیٰ ﷺ سے مکمل آگاہی ہو جاتی ہے اور قلب و سینہ عشق رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے جھوم جاتا ہے

(۱۳) الاربعین الاثری : یہ کتاب ۴۰۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ طبع اول

۲۰۰۵ء ناشر گلوبل اسلامک مشن نیویارک امریکہ۔

چالیس احادیث کی اہمیت و فضیلت سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہیں اور اسی لئے متقدمین و متاخرین علماء نے اربعین کے نام سے احادیث کا مجموعہ تیار کیا ہے اسی لئے حضرت شیخ الاسلام نے بھی چالیس احادیث کو جمع فرما کر اس کا اردو میں ترجمہ و محدثانہ و فقیہانہ تشریح و توضیح فرمائی ہے۔ پوری کتاب علمی نکات و فنی جواہر پاروں سے پر ہے۔

(۱۴) تجلیات سخن : یہ کتاب ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے اس کے دو حصے ہیں۔ طبع

اول ۲۰۰۴ء ناشر سید محمد خالد انور ایڈوکیٹ لکھنو۔ اس میں دورائے نہیں کہ مجدد دین و ملت حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ اگر ایک طرف دین متین و شریعت کے مقتدر امام اور اہل سنت و جماعت کے پیشوا ہیں تو دوسری طرف تصوف و طریقت کے بلند پایہ و مایہ ناز مقتدا بھی ہیں۔ آپ کی عظیم و جلیل شخصیت پر دنیاۓ اسلام و سنیت کو بجا طور پر فخر و ناز ہے مجدد دین و ملت حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی قرآن و حدیث و تفاسیر کے علوم و معارف پر مہا رت تامہ رکھنے کے ساتھ ساتھ آپ ایک کہنہ مشق اور عاشق رسول نعت گو بھی ہیں۔ آپ کے نعتیہ کلام کا ایک ایک شعر عشق رسول کے گہرے درد و سوز میں ڈوبا ہوا ہے جو اباب نظر و اہل دل کی مضطرب روح کا سکون و قرار ہے۔

(۱۲) سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی: مکمل چھ ۶ جلدوں میں تیس پاروں کی تفسیر۔

ناشر شیخ الاسلام ٹرسٹ احمد آباد۔

مجدد دین متین، رئیس المحققین، عمدۃ المفسرین، سید المتکلمین، شیخ الاسلام والمسلمین، علماء وقت کا مشارالیه، فضلاء زمان کا مرجع، رازی زماں، غزالی دوراں علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی صاحب ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کا تحریری شاہکار اور کلام الہی کی تفسیری اثاثہ میں ایک شاندار اضافہ۔

ایک مجدد کے لئے اسلام میں جن علوم ظاہریہ کا تقاضا کرتا ہے وہ یوں ہے کہ علوم قرآنیہ پر وہ پوری نظر رکھتا ہو جس میں ایک طرف وہ منشاء دین سے اچھی طرح واقف ہو تو دوسری طرف تفسیر بالرائے سے محفوظ رہے، ارشادات رسول اللہ ﷺ و صحابہ کرام، ائمہ دین علمائے مجتہدین کے اقوال پر تفقہ کے ساتھ کامل نگاہ رکھے، اصول احادیث، علم اسماء الرجال سمیت علوم احادیث میں پوری پوری دستگاہ رکھتا ہو اور احادیث کا مفہوم سمجھنے سمجھانے کے لئے ائمہ کلام اور ائمہ فقہاء کے اقوال پر گہری نظر رکھے اور اصول کلام و اصول فقہ میں ماہر ہو قرآن و احادیث میں ناسخ و منسوخ اچھی طرح جاننے والا ہو اور ان علوم میں کمال کے لئے علم نحو و صرف، علم لغت و علم بیان و معانی اور محاورات عرب میں مہارت تامہ ضروری ہے۔

بلاشبہ پندرہویں صدی ہجری کے اس مایہ ناز فاطمی کاچمن کا پھول، مدنی فرزند

جانشین محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کے سینے میں قرآن فہمی کی خداداد صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔ علوم قرآن، تاویل آیات وتفسیرات سلف میں رسوخ وتبحر، استحضار وتفکر اور مفاہیم قرآن کی تعبیر وتفسیر میں محیر العقول قوت راسخ رکھتے ہیں، تفاسیر معتبرہ راجحہ پر بھی آپ کی گہری نظر ہے، آپ کو علم تفسیر کے تمام فروعات پر بھی ملکہ حاصل ہے۔ سلاست بیان کا تو کیا پوچھنا زبان کے تو دھنی ہیں اور انداز بیان کچھ ایسا ہے کہ تفسیر پڑھنے والے پر ایسی محویت طاری ہو جاتی ہے اور اس کو اس کے اندر اس قدر چاشنی ملتی ہے کہ وہ شروع کرنے کے بعد ختم کرنا گویا بھول جاتا ہے، ہر جملہ آنے والے جملے کا اتنا منتظر بنا دیتا ہے کہ اس کے پڑھے بے غیر تسکین ہی نہیں ہوتی۔ قرآن کے لفظی ترجموں کو تفسیر کی عبارتوں میں اس طرح سے ضم فرما دیا ہے کہ پڑھنے والا احساس نہ کر سکے اور تفسیر کے ساتھ ساتھ ترجموں کی تلاوت ہو جائے اور قرآن کا صحیح مطلب سلیس اور واضح طور سامنے آجائے۔ قرون اولیٰ سے لیکر آج تک تخریب پسند حضرات کے ذہنوں کی اختراعی اعتراضات تفسیر پڑھتے ہی ہوا ہو جاتے ہیں، آیات قرآنیہ کی تعبیر وتفسیر سے احکام شرعیہ کا استنباط اور مسائل ضروریہ و فرعیہ کا استخراج بھی ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور مذہب حنفیہ کی قوت واضح ہو جاتی ہے اور ان معترضوں کی قلعی بھی کھل جاتی ہے جو یہ کہتے ہوئے نہیں تھکتے کہ علماء احناف زیادہ تر قیاس سے مسائل کا استخراج کرتے ہیں۔

یہ ایک حقیقت ہے قرآن جس طرح ایک صائم النہار اور قائم اللیل کے لئے دلیل و مشعل راہ ہے اسی طرح ایک زمیندار و تاجر کے لئے بھی سامان ہدایت ہے۔ سلاطین سے لے کر فقراء تک کا نظام حیات اس میں مکمل موجود ہے اور موجودات کی کوئی خشک و تر شئی اس کے احاطہ بیان سے خارج نہیں ہے۔

اور جن کی نگاہیں وسیع تھیں وہ فرما دیا کرتے تھے کہ فقہ نہیں مگر تفصیل و تبویب مسائل قرآن۔ پس مرجع کل منبع شرع صرف اور صرف قرآن کریم ہے یہاں تک کہ بعض مفکرین اسلام نے علم ہیئت، علم ہندسہ، علم نجوم، علم طب اور دیگر علوم عربیہ کا استخراج قرآن کریم سے فرمایا ہے ان تمام علوم قرآنیہ میں علم تفسیر کو مرکزی حیثیت حاصل ہے لہذا اس کو سید العلوم کہا جائے تو بیجا نہ ہوگا۔ حضرت شیخ الاسلام نے اسی نسبت سے اور نیز اس

نسبت سے بھی کہ حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ نے خود قرآن کریم کی تفسیر شروع فرمایا تھا کہ ابھی آپ نے فقط تین پارے ہی کی تفسیر لکھی تھی کہ اچانک اللہ کو پیارے ہو گئے اسی طرز پر اسی انداز کے اسی کا مکمل نمونہ اسی کا آئینہ اسی لب و لہجہ میں ایسا لگتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام قبلہ حضور محدث اعظم ہند کے ہاتھ میں چوں قلم در دست کاتب ہیں۔ اور نیز اس نسبت سے بھی کہ حضور محدث اعظم ہند کا تخلص سید تھا اور نیز اس نسبت سے بھی کہ ہم شبیبہ غوث اعظم جیلانی، پروردہ و نظر کردہ سہ محبوباں، حضور محدث اعظم ہند کے مربی و مرشد اور نانا جان سید شاہ علی حسین قدس سرہ کا تخلص اشرفی تھا اس تفسیر عالیشان کا نام سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی سے موسوم فرمایا ہے۔

آپ کی تفسیر اشرفی پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ مجدد اسلام حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی نے علمائے متقدمین و متاخرین کی تفاسیر کے جواہر پاروں اور ان کے لب لباب کو خطابت و سلاست کا جامہ پہنا کر نذر قسطاس کر دیا ہے۔ روایت و درایت کا ایسا حسین امتزاج کہ جہاں ایک طرف سعدی کی زبان کی شیرینی تو دوسری جانب امام رازی و غزالی کے حسن تدبیر کے جلوے اور مذہب حنفیت کی قوت کے قدرتی نظارے اسی سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی کے خصوصیات سے ہیں۔

حضرت رئیس المحققین شیخ الاسلام والمسلمین کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجن بطول حیاتہ نے شروع سے آخر تک اس بات کا خیال رکھا ہے کہ اس سے پڑھے بے پڑھے سب یکساں طور پر فائدہ حاصل کر سکیں حتیٰ کہ ناخواندہ حضرات کو پڑھ کر صرف سنا دیا جائے تو وہ بھی اس کو پورے طور سمجھ سکتے ہیں یہ ایک ایسی انفرادی خصوصیت ہے جو اس تفسیر اشرفی کو اردو کے سابق تفاسیر پر ممتاز کر دیتی ہے۔

جس طرح مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی قدس سرہ نے اپنے شاگرد رشید حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا ترجمہ قرآن کریم، معارف القرآن، دیکھ کر فرمایا تھا کہ شہزادے اردو میں قرآن لکھ رہے ہو۔ اے کاش اگر آج امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ موجود ہوتے اور حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کی اس تفسیر، سید التفاسیر معروف بہ تفسیر اشرفی، کو دیکھ لیتے تو بلاشبہ آپ ضرور فرماتے کہ، شہزادے آپ اردو میں جلالین لکھ رہے ہو،

مدت کے بعد ہوتے ہے پیدا کہیں وہ لوگ
مٹے نہیں ہیں دہر سے جن کے نشان کبھی

ایک مجدد کو صحت مند عقائد، تقویٰ آمیز عمل اور علوم شرعیہ کے ساتھ بصیرت اسلامیہ و تفقہ
فی الدین بکمال عطا کیا جاتا ہے جو تجدید و احیاء دین کی جان ہے اور یہ وہ نور ہے جس کی روشنی میں
اسلامی دائرہ میں رہ کر میر العقول کا رنامے انجام دیتا ہے جس سے دوسرے اذہان خالی ہوتے ہیں۔
الحمد للہ دنیا نے دیکھ لیا کہ رب کریم و رحیم نے حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کی آرزو و
تمنائے کو پوری فرما دیا اور دنیائے اہلسنت پر بے پایاں احسان و کرم فرمایا کہ پندرہویں صدی ہجری
کا تاج مجددیت سے شہزادہ محدث اعظم ہند حضرت شیخ الاسلام مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی
کو ۴۲ سال کی عمر مبارک میں سرفراز فرمایا جس کا وعدہ مختار دو عالم محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان
مبارک پر کیا گیا تھا۔ جس نے اپنی حیرت انگیز انقلاب سے امت مسلمہ کی اصلاح کی خاطر ہر جگہ
پہنچ کر بادل بن کر جھوم جھوم کر برسے اور تاریکیوں کو دور کر دیا، اور اسلام و سنت پر چھاپہ
مارٹولیوں، انسانیت کے غارتگروں کو گھیر گھیر کر وہ ضریں لگائیں کہ وہ دم توڑنے پر مجبور ہو گئے
۔ امت مسلمہ کا رشتہ محبت اس کے محبوب رسول ﷺ کے ساتھ اس طرح استوار کر دیا کہ اس وسا
طت سے عہد و معبود کے تعلق میں رخنہ اندازی ختم ہو جائے اور ہر مسئلہ کو صبح روشن کی طرح ایسا عیاں
کر دیا کہ حیرانی و پریشانی کا نور ہو گئی۔ عالمین اسلام کو ایمانی و روحانی، علمی و عملی سکون و اطمینان
نصیب ہوا۔

تمہیں پھیلا رہے ہو علم حق اکناف عالم میں

امام اہل سنت نائب غوث الوری تم ہو

حضرت شیخ الاسلام جب منبر خطابت پر جلوہ گر ہوتے ہیں تو شہنشاہ بغداد کی بھیک برستی
ہے، خواجہ خواجگاں سرکار اجمیر شریف کا صدقہ نچھاور ہوتے ہیں۔ اعدائے دین کی طرف روئے سخن
پھیر دے اور ترکش سنبھال لے تو باطل کا دل دہل جاتا ہے، صف اعداء کو درہم برہم کر دیتے ہیں
، ایک ایک کا سیدہ چھید دیتے ہیں۔ وہ بولے تو با عظمت معلوم ہوتا ہے اور جب چپ ہو جائے تو وقار و
طمانیت قدم چومتی ہے۔

آپ کی خطابت میں علمی نکات و معارف کے پہلو بہ پہلو خیالات کی پاکیزگی، افکار کی بلندی، علمی مصطلحات کی آسان تفہیم کے ساتھ اسلوب بیان کی فراوانی، برجستگی و چاشنی اور احقاق حق و ابطال باطل کے جوہر کی فراوانی رہا کرتی ہے اور خطابت کی شان وہ کہ اقلیم خطابت کے تاجدار حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا طرز خطاب کا مکمل نمونہ، وہی اسلوب بیاں، وہی زور استدلال، وہی تفہیمات احادیث کریمہ، وہی رموز و اسرار تفاسیر اور جزئیات فقہیہ کے شواہد کا ذخیرہ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شیخ الاسلام کی زبان ہے اور مضمون حضور محدث اعظم ہند قدس سرہ کا ہے۔

حضرت علامہ مولانا شاہد رضا اشرفی صاحب نے حضور شیخ الاسلام کچھ چھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیات کی تبلیغی خدمات یورپ و امریکا کے حوالے سے تفصیلات پیش کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

جانشین مخدوم المملت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ، شیخ الاسلام، برہان المتکلمین، دنیائے خطابت کے شہر یار حضرت رہبر شریعت، ہادی طریقت، علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مدظلہ العالی کا نام مشرق و مغرب میں اہل اسلام کے حلقہ میں معروف و مشہور ہے۔ آپ نے برصغیر کے سرحدوں سے نکل کر مغرب ممالک میں بھی تبلیغ دین کا ناقابل فراموش کارنامہ انجام دیا ہے۔ میری معلومات کے مطابق مغربی دنیا میں آپ کی تبلیغی مساعی کا آغاز ۱۹۷۴ء میں آپ کے دورہ برطانیہ سے ہوتا ہے۔

حضرت علامہ شاہد رضا اشرفی صاحب نے حضور شیخ الاسلام کے غیر ممالک دینی تبلیغی اسفار و دوروں کو تین پہلوؤں سے ایک جائزہ پیش کیا ہے کہ۔ (۱) حضور شیخ الاسلام کا طرز تبلیغ و ہدایت (۲) حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی دوروں کی انفرادیت (۳) حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی دوروں کے اثرات۔

حضور شیخ الاسلام کا طرز تبلیغ و ہدایت: آپ کی تبلیغی سرگرمیوں اور اشاعت اسلام کے حوالے سے آپ کی کاوشوں کا مرکزی محور عوامی جلسوں سے آپ کا خطاب اور دینی اجتماعات میں آپ کی تقاریر ہیں۔ ان تقاریر میں آپ زیادہ تر اہل سنت و جماعت کے اعتقادات اور معمولات پر گفتگو فرمائے ہیں۔ آپ کے طرز خطابت کی یہ خصوصیت ہے کہ عوام و خواص یکساں طور پر مستفید و مستفیض ہوتے ہیں۔ تقریر کو تدریس اور تدریس کو تقریر بنانے کا فن عصر حاضر میں کے مبلغین میں آپ نے ہی

متعارف کرایا ہے۔ عقائد پر گفتگو کے دوران علم کلام کے بعض علمی مسائل کو عوامی ذہن میں اتار دینے کا فن آپ کو بخوبی آتا ہے۔ اس باب میں تفہیم و تسہیل کے مختلف مراحل سے گزرنے کے لئے آپ بیحد دلچسپ مثالیں پیش کرتے ہیں اس طرح کہ بعض مثالوں کے آپ خود ہی موجد ہیں۔

آپ کا پیرایہ بیان آسان بھی ہے اور دلنشین بھی۔ آپ کے وعظ کا سامعین کے دل و دماغ پر بیحد گہرا اثر مرتب ہوتا ہے۔ لاکھوں ذہنوں کو آپ کے خطاب دل نواز نے دینی و روحانی انقلاب سے دو چار کیا ہے۔ آپ کے طرز تبلیغ و ہدایت کی یہ خصوصیت ہے کہ بہت بڑی تعداد میں لوگوں کو آپ، قائل، کے ساتھ ساتھ، مائل، بھی فرما لیتے ہیں،، از دل خیزد و بردل ریزد،، کا، جلوہ،، آپ کے جلسوں میں بڑی آسانی سے دیکھا جاسکتا ہے۔

اپنی تقریروں میں بسا اوقات آپ مذہب حق اہل سنت و جماعت کے حریفوں اور اکابرین اہل سنت و جماعت کے رقیبوں کا بڑے شہ و مد کے ساتھ تعاقب کرتے ہیں اور سامعین و حاضرین پر اپنے اکابرین کی حقانیت و صداقت کو مدلل انداز سے ثابت کر دیتے ہیں۔

آپ کے طرز تبلیغ و ہدایت ایک بڑی خوبی، طنز و مزاح،، کے وہ لطیف اور تیکھے اشارے ہیں جن سے آپ اپنی تقریر کو سامعین کے لئے پرکشش بناتے ہیں اور جاذبیت کے پیرایہ کو زعفران زار بنا کر دل و نگاہ کو اپنی گفتگو کا اسیر بنا لیتے ہیں۔ لیکن کمال یہ کہ آپ کی شائستگی کے معیار پر کبھی کوئی آنچ بھی نہیں آنے دیتے ہیں۔ علمی و لسانی لطائف سے محفلوں کو تفریح طبع فراہم کرنا اور ساتھ ساتھ مقاصد و مطالب کے حدود کا مکمل خیال رکھنا حضور شیخ الاسلام کچھ چھوٹی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجان بطول حیاتہ کے عوامی خطابات ایک منفرد اور فقید المثال وصف و کمال ہے۔

حضور شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی خطابات اور دوروں کی انفرادیت:

برطانیہ و دیگر ممالک میں حضرت شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی خطابات اور مجالس سے ہزاروں افراد کو رب قدیر نے ہدایت عطا فرمائی ہے۔ فکر و نظر اور گفتار و کردار و سلوک کے اصلاح و تزکیہ کا ایک تحریکی نظام آپ کی بدولت اس خطہ میں آباد مسلمانوں کو میسر آیا ہے۔ مغربی ممالک میں سیکولر نظام تعلیم اور نسبتاً زیادہ لچکدار معاشرہ رہنے کے باعث

ذہنوں میں اٹھنے والے بہت سے اہم یا غیر اہم سوالات کے جوابات کی ضرورت سے انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ نے مغربی معاشرہ کی اس ضرورت کو ایک مدبر اور دور اندیش مبلغ اسلام کی حیثیت سے تسلیم کر کے اپنی دینی تبلیغی دوروں میں اپنے نیاز مندوں کے گھروں پر سوال و جواب کی ان بے حد مفید مجالس کے قیام کو ضروری قرار دیا اور ابتدائی پندرہ سالوں میں عوامی خطابات کے ساتھ ساتھ ان مجالس میں بڑی پابندی سے حصہ لے کر ہزاروں مشکوک ذہنوں کا تزکیہ فرمایا اور بیشمار پیاسوں کو عقائد اہل سنت و معمولات اہل سنت و اعمال صالحہ کی ارشاد ہدایت کے جام سے سیراب کیا۔ لیسٹر Leicester برطانیہ میں اپنے بارہ ۱۲ سال قیام کے دوران میں نے خود ان مجالس کے انعقاد میں حصہ لیا ہے۔ جہاں عموماً کسی عقیدت مند کے گھر پر نماز عشاء کے بعد کھانے کا اہتمام ہوتا، بڑی تعداد میں لوگوں کو دعوت دی جاتی۔ علماء ائمہ مساجد، تاجر پیشہ حضرات، ڈاکٹر، وکلاء، اساتذہ بزرگ و نوجوان جمع ہوتے اور کھانے کے بعد دو سے تین گھنٹوں کی طویل نشست ہوتی، جس میں مختلف نوعیت کے سوالات پوچھے جاتے اور حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ علم و عرفان کی مسند ارشاد و افتاء سے اشرفی فیوض و برکات تقسیم فرماتے۔ تسلسل کے ساتھ منعقد ہونے والی ان کارز میٹنگ نے برطانیہ بھر میں اہل سنت و جماعت کو بے حد فائدہ پہنچایا۔ انہیں اپنی مذہبی شناخت میسر آئی۔ عوامی جلسوں اور ان میں علمائے اہل سنت کی تقاریر کی اہمیت و ضرورت اپنی جگہ پر مسلم ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی ان مجالس نے برطانیہ و دیگر مغربی ممالک میں ایک باشعور سنی معاشرہ کی تشکیل میں ایک تاریخی اور منفرد کردار ادا کیا ہے۔

مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیاتہ کی علمی مجالس برطانیہ کے بہت سے شہروں مثلاً۔ لندن London برمنگھم Birmingham مانچسٹر Manchester بولٹن Bolton بلیک برن Blackburn پریسٹن Preston لنکاشائر Lancashire بریڈ فورڈ Bradford ڈیوزبری Dewsbruy وغیرہ میں منعقد ہوتی رہی ہیں جہاں بعض اوقات سیکڑوں میل کی دوری سے بھی اصحاب ذوق شرکت کے لئے آتے رہے ہیں۔

www.wafasite.com

سنی دینی رہنمائی، روحانی فیوض و برکات اور مذہبی ارشاد و ہدایت کا یہ اثر فی حلقہ مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیات نے شمالی امریکہ میں نیو یارک New York نیو جرسی New Jersey شکاگو Chicago اور ہیوسٹن Houston میں کناڈا کے مشہور شہر ٹورانٹو Toronto ہالینڈ کے شہروں، ایمسٹرڈیم میں بلجیم کی راجدھانی برسلز Brussels اور فرانس کے دار الحکومت پیرس Paris میں بھی اپنے دینی تبلیغی دوروں کے دوران اسی شان سے فکر و نظر، گفتار و رفتار، کردار و سلوک کے اصلاح و تزکیہ کا تحرکی نظام کو قائم رکھا جس کے نتیجہ میں ہزاروں افراد کو دیا غیر میں بھی عقیدہ و مسلک اہل سنت و جماعت کی سلامتی حاصل ہوئی ہے نیز انہیں اخلاقی و روحانی اعتبار سے صراط مستقیم پر چلنے کا حوصلہ ملا ہے۔

مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی ادمہ اللہ المنان علی رؤس الانس والجان بطول حیات منبر ارشاد و ہدایت سے تقریر کر رہے ہوں یا مسند عرفان و سلوک و طریقت سے نجی مجالس میں محو گفتگو ہوں انہوں نے ہمیشہ تحقیق و اعتبار کے معیار کو مد نظر رکھا ہے۔ دلائل و حوالوں سے عاری اور تحقیق و تدقیق سے خالی نہ آپ کا خطاب ہوتا ہے نہ ہی آپ کی گفتگو۔ آپ کی محفلوں کے شرکا اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اپنے نقطہ نظر کو بیان کرنے کے لئے آپ الفاظ سے کھیلنے کے بجائے قرآنی آیات کی تلاوت اور حدیثوں کے مختصر و طویل متن کو روانی سے اپنی گفتگو کا حصہ بناتے ہیں۔ مفسرین و محدثین کی کتابوں کی عربی عبارات اور پھر ان کا سلیس ترجمہ بے تکلفی سے اپنے خطاب کا جز بنا کر اہل علم کو تسکین فراہم کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے مغربی ممالک میں بھی اپنے سامعین و شائقین کا ایک مخصوص حلقہ بنایا ہے۔

اس میں علماء و مشائخ، میر سٹر، وکلاء و پروفیسرز و ڈاکٹرز، طلبہ و اساتذہ، عوام و خواص سبھی شامل ہیں۔ مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی نے اپنی تبلیغی کاوشوں سے مغربی تعلیم یافتہ نو جوانوں کو اہل سنت و جماعت سے روشناس کرانے کا ایک منفرد کارنامہ انجام دیا ہے۔

مغربی ممالک میں مجدد اسلام حضور شیخ الاسلام کچھوچھوی کے تبلیغی دوروں کا جائزہ لینے والوں نے ایک اور بات واضح طور نوٹ کی ہے کہ آپ کا تعلق مبلغین کے اس حلقہ سے ہے جن کے یہاں قول و عمل اور کردار و گفتار کی انتہائی محکم مطابقت پائی جاتی ہے۔ مغرب میں آباد

مسلمانوں کو عقائد و ایمان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ کردار و تہذیب کے بچاؤ کی بھی سخت فکر لاحق ہے، وہ ایسے رہنماؤں کے متلاشی ہیں جو اسلام کی تبلیغ اپنے علمی جاہ و جلال کے ساتھ اپنے کردار و عمل سے بھی کر سکیں۔ مغرب کی وادیوں میں عشقِ مصطفیٰ کی تبلیغ کرنے والوں میں اس لحاظ سے حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کو بڑی پذیرائی ملی ہے کہ وہ شکل و صورت، لباس و پوشاک، وضع قطع، نشست و برخاست، پاک بازی، پاک دامنی، راست گوئی و نرم خوئی، شفقت و محبت کا ایک جاذبِ نظر مرقع ہیں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں، اسلاف کی یادگار ہیں۔ آپ کی محفل میں شریک ہونے والے حضرات آپ کی زیارت و ملاقات سے بھی بہت کچھ حاصل کر لیتے ہیں۔ صوفیہ کے یہاں غالباً اسی کو، فیضانِ صحبت، کا نام دیا گیا ہے۔ ڈاکٹر اقبال کے الفاظ میں حضرت شیخ الاسلام کچھوچھوی کے یہاں،، فیضانِ نظر،، بھی ہے اور، مکتب کی کرامت،، بھی۔

آپ کے دینی تبلیغی دورے کے حوالے سے ایک بات یہ بھی کہا جاتا ہے کہ عموماً حضور شیخ الاسلام کے پروگراموں میں شریک ہونے والوں کا اور آپ سے ملاقات کرنیوالوں کا یہ متفقہ تبصرہ ہے کہ آپ اپنی ذات اور اپنی دینی و روحانی شخصیت میں ایک منظم و مرتب حیثیت کے حامل ہیں۔ آپ کا طریقہ کار آپ کی فکر اور آپ کا نصب العین کسی بھی طرح کے تضاد کا شکار نہیں ہے۔ آپ کی تمام تقریروں کا، آپ کی مجالس کی گفتگو کا، آپ کی دعوتی تحریک کا مقصد و محور تغیر و تبدل سے بالا ہے۔ آپ جہاں جاتے ہیں وہاں آپ کا پیغام اور آپ کی دعوت کا منشاء ایک ہی ہوتا ہے۔ اسی کے ساتھ آپ اپنے نظامِ الاوقات کے پابند ہیں۔ جلسوں اور دعوتوں میں آپ کی تشریف آوری سے تقریباً گھڑیاں ملائی جاسکتی ہیں۔ آپ کو کسی پروگرام میں منتظمین نے خطاب کرنے کا وقت اگر ۵ بجے کا دیا ہے تو آپ ۵۵۔۴ پر وہاں موجود ہو جاتے ہیں، اگر آپ کو تقریر کا وقت ایک گھنٹہ بیس منٹ دیا گیا تو اپنی پوری گفتگو آپ ایک گھنٹہ انیس منٹ میں مکمل فرمائیں گے۔ وقت اور نظامِ الاوقات کی یہ پابندی آپ اپنی تبلیغی زندگی کے پہلے روز سے ہی کر رہے ہیں۔

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے

مغربی ممالک میں شیخ الاسلام کی دینی تبلیغی دوروں کے اثرات:

حضرت شیخ الاسلام گزشتہ ۴۰ سالوں سے مغربی ممالک کے دورے کر رہے ہیں۔ اس طویل عرصہ میں انھوں نے مغربی ممالک میں آباد برصغیر سے تعلق رکھنے والے تارکین وطن پر بڑے گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔ اردو بولنے اور سمجھنے والی مسلم آبادی کا وہ حصہ جن کا علم و روحانی رشتہ صوفیہ برصغیر سے جڑا ہوا ہے حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کے دینی تبلیغی کاوشوں کا براہ راست محور ہے بالواسطہ نو مسلم انگریزوں تک بھی آپ کا پیغام ایک محدود سطح پر پہنچتا رہا ہے۔ آپ کے نوجوان تعلیم یافتہ ایشیائی نیاز مندوں کا ایک گروہ آپ کی تقاریر کا خلاصہ انگریزی میں منتقل کر کے اسلام میں دلچسپی رکھنے والے انگریزوں تک پہنچانے کی کوشش کرتا رہا ہے اس وقت سنیت جو نکھرا ہوا تصور اس خطہ میں آباد ایشیائی مسلمانوں کی آبادی میں موجود ہے اس میں حضرت مجدد وقت شیخ الاسلام کی دینی و روحانی قیادت کا حصہ ہے۔ الحمد للہ آج برطانیہ میں اہل سنت و جماعت کے سیکڑوں علماء و مشائخ، ائمہ و حفاظ، مقررین و مبلغین اور مصنفین و اساتذہ دینی خدمات دے رہے ہیں۔ آج دین و سنیت کے گلشن میں یہاں جو بہار آئی ہے اس میں مجدد مائتہ حاضرہ، مؤید ملت طاہرہ حضرت شیخ الاسلام و المسلمین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ادامہ اللہ المنان علی رؤس الانس و الجن بطول حیاتہ کا خون جگر شامل ہے۔

بارگاہ خداوندی میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور آپ کا سایہ تمام اہل سنت و جماعت پر دراز فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

صوبہ کرناٹک میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی و تبلیغی خدمات

مولانا سید احمد رضا سرقاضی

صدر ادارہ خدمت خلق ہبلی

سلسلہ اشرفیہ اپنے دامن گہر بہار میں رشد و ہدایت کے سوتے، محبت و خلوص کے رنگارنگ پھول، امن و امان کے چشمے لئے ہوئے۔ سلسلہ بہشتیہ کی یہ شاخ ہر لحاظ سے تمام سلاسل طریقت میں ممتاز و منفرد ہے۔ دعوتی و تبلیغی خدمات کا ایک لامتناہی سلسلہ یہاں نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ کی بانی مہربانی حضور مخدوم سید اشرف جہانگیر سمٹانی علیہ الرحمہ نے پوری زندگی دعوت و تبلیغ کے لیے وقف کی۔ ممتاز محقق و عالم دین حضرت ڈاکٹر مولانا محمد اشرف جیلانی (کراچی) اپنے پی ایچ ڈی کے تحقیقی مقالے میں حضور مخدوم اشرف کی کرناٹک (گلبرگہ) میں آمد پر یوں اپنی تحقیق بیان کرتے ہیں۔

سید اشرف جہانگیر سمٹانی آپ (خواجہ بندہ نواز) سے ملاقات کے لیے دو مرتبہ گلبرگہ شریف تشریف لائے اور آپ سے مختلف مسائل پر گفتگو کی اور چند اختلافی پر مسائل پر علمی مباحثہ بھی کیا اور آپ سے بہت متاثر ہوئے انہوں نے بڑی عزت و احترام سے آپ کا ذکر کیا ہے

حضرت نظام یمنی علیہ الرحمہ ان دونوں حضرات کی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لطائف اشرفی میں لکھتے ہیں

”حضرت قدوة الکبریٰ می فرزند فرمودند کہ چوں شرف ملازمت حضرت میر سید محمد گیسو دراز مشرف شدیم آں مقدار حقائق و معارف کہ از خدمت دی

www.wafasite.com

بحصول پیوست از ہیج مشائخ دیگر نبود، سبحان اللہ چہ جذبہ قومی داشتہ اندمندی دروفایت دکن بقصبہ گلبرگہ اتفاق نزول افتادہ و مرتبہ درآں دیار گذر رایات علانی شدہ۔

(ترجمہ) حضرت قدوة الکبریٰ فرماتے تھے جب ہم حضرت سید محمد کیسودراز کی ملازمت سے مشرف ہوئے۔ تو حقائق و معارف کی وہ مقدار جو آپ سے حاصل ہوئی دوسرے مشائخ سے نہیں حاصل ہوئی سبحان اللہ کیا قومی جذبہ رکھتے تھے ایک عرصہ تک دکن میں آپ سے ملاقات رہی اور دو مرتبہ اس دیار میں علانی قافلہ پہنچا، (صفحہ 115)

ان دو دوروں میں حضور مخدوم پاک نے گوگی شریف و دیگر شہروں کے بھی دورہ فرمائے، کئی لوگ آپ کے دست مبارک پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور مختلف صوفیا کو تاج خلافت عطا فرمائے۔ خلفا میں حضرت سید چندا حسینی علیہ الرحمہ گوگی شریف و دیگر اصحاب یہ سعادت میسر آئی۔ ایک جہاں کو سیراب کیا، اسی دریائے تصوف سے فیض یافتگان میں خاندان سکر شریف، خانوادہ گوگی شریف کے علاوہ کچھ مشہور صوفیا جنہوں نے کرناٹک بھر میں دعوتی و تبلیغی خدمات کے لافانی نقوش مرتب کئے۔

دکن میں حضرت مخدوم اشرف سمنانی قدس سرہ العزیز کے برادر زادے حضرت نور بخشی عرف محمد علیہ الرحمہ کی آمد حضرت نور العین عبدالرزاق علیہ الرحمہ کے ایما پر ہوئی۔

روضۃ الاولیاء بیجاپور کے مؤلف رقمطراز ہیں کہ

آپ (حضرت ابوالبرکات سید شاہ حافظ حسینی بیجاپوری) سید اشرف سمنانی کے برادر زادے ہیں بیجاپور دکن میں ایسے زمانے میں تشریف لائے کہ اسلام کی غربت کی حالت میں تھا ہر طرف ہنود کا تسلط۔ آپ کے ہمراہ چند فقرا تھے، ہنود آپ کی ایذا رسانی کی فکر کرتے تھے مگر عنایت الہی شامل حال تھی کچھ نہیں

کر سکتے تھے۔ صحرا میں فروکش تھے۔ زمین کا فرش آسمان کا سقف تھا، ایک روز شدت سے بارش ہونے لگی۔ آپ کے فرود گاہ کے اطراف ایک دائرہ نما خط کھینچ دیا دائرہ کے اطراف میں مینہ برستا تھا اور دائرہ محفوظ تھا، سب فقرا آرام سے رہے کسی کو تکلیف نہ ہوئی، ہنود آپ کی یہ کرامت دیکھ کر متعجب ہوئے۔ حسن ارادت سے آپ کو شہر میں جگہ دی۔ آپ نے سکونت اختیار کی اور ہدایت و دعوت اسلام کا چراغ روشن کیا۔ سینکڑوں گمراہوں نے بیعت و توبہ کی اور ہنود بھی اسلام قبول کرنے لگے۔

حضرت نور بخشی علیہ الرحمہ کے آل سے ممتاز صوفیا میں سے کچھ نام یہ ہیں۔ حضرت حمزہ حسینی (بیجا پور) حضرت عبدالرزاق، (بیجا پور) حضرت شاہ قادری (بگلور) حضرت علاؤ الدین شاہ قادری (بنکا پور) وغیرہ۔

مرشد شیخ الاسلام حضور سرکار کلاں مختار اشرف کا دورہ دکن:

جلالہ العظمیٰ والعلیٰ علامہ سید حبیب اللہ قادری رشید پاشا علیہ الرحمہ میر مجلس انتظامی جامعہ نظامیہ و صدر المحسن دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدرآباد کی خصوصی تحریری دعوت پر 1982 میں عرس حضرت شیخ الاسلام علامہ انوار اللہ فاروقی و سالانہ جلسہ تقسیم اسناد جامعہ نظامیہ حیدرآباد کے موقع پر حیدرآباد دکن میں آمد ہوئی۔ ایک ہفتہ سے زائد عرصہ نظامیہ میں قیام فرما رہے۔ ظن غالب ہے کہ اس موقع پر حضرت خواجہ بندہ نواز کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ اس کے علاوہ حضور سرکار کلاں پونہ و دیگر مقامات کے بھی دورے فرمائے۔

حضور محدث اعظم ہند کے دورہ دکن و ہیلی:

جہان علم و عمل کا آفتاب، میدان خطابت کا شہسوار حضور محدث اعظم ہند نے بھی کرناٹک کے مختلف علاقوں کے دورہ فرمائے۔ ایک روایت کے مطابق بلہاری، ہوسپیٹ، کرنول، ادھونی، وغیرہ علاقوں میں ہر سال تشریف لاتے مریدین کی اصلاح فرماتے۔

الحاج قاضی عبدالصمد اشرفی ہبلی کی اطلاع کے مطابق، شہر ہبلی میں حضور محدث اعظم ہند کی آمد ۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۱ مطابق ۲۳ اگست ۱۹۶۱ کو مولانا تقی الدین علیہ الرحمہ کی کوششوں سے ہوئی۔ حضور محدث اعظم ہند مولانا تقی الدین علیہ الرحمہ کے ایثار و خدمات کو دیکھ کر برجستہ فرمایا ”مولانا تقی الدین یہ ایسی مشین ہے جو کبھی بند ہونے والی نہیں“

ہبلی و اطراف میں یہی پہلا اور آخری سفر رہا۔ ۱۲ ربیع اول ہبلی ٹاؤن ہال میں اداۓ مصطفیٰ و میلاد رسول ﷺ کے موضوع پر شاندار خطاب فرمائے، حاضرین و سامعین عیش و عشرت کراٹھے۔ حضرت کا انداز تکلم ایسا تھا کہ مجمع عشق مصطفیٰ ﷺ میں سرشار نظر آ رہا تھا۔ ۱۳ ربیع الاول پنجارگلی میں قاضی اسد اللہ مرحوم کی کوششوں سے کراہیہ کے مکان میں دارالعلوم غوثیہ کا افتتاح فرمائے۔ ماقبل پنجارگلی ہی میں دارالعلوم دستگیرہ کے نام سے یہ ادارہ قائم تھا اور کچھ وجوہات کے بنا پر نذر زمانہ ہو گیا تھا۔ پنجارگلی میں جناب مغلپار صاحب کے مکان میں قیام پذیر رہے۔ حضور محدث اعظم نماز جمعہ کی امامت جامع مسجد پنجارگلی میں فرمائی۔ بہ سبب علالت ۱۴ ربیع الاول کو واپسی ہوئی۔ حضور محدث اعظم کی واپسی کا سماں ایک روح پرور و درد گیس تھا۔ مریدین و معتقدین آہ زاری میں تھے۔ اپنے مرشد کی مختصر سی صحبت ہی ان کے ایمان و عقیدے، دین و دنیا کی کامیابی کے لئے کافی تھی۔ اس موقع پر کئی افراد نے حضور محدث اعظم کے دست حق پرست پر بیعت کر کے داخل سلسلہ اشرفیہ ہوئے۔ معلوم مریدان محدث اعظم ہبلی و اطراف کے اسماء یہ ہیں

مرحومین: مرحوم اسد اللہ قاضی۔ احمد قاضی، حافظ قاضی، یعقوب قاضی، منشی عبدالرحمن، عبدالقادر پٹویگا (ہانگل)، عبدالقادر خطیب، سید عبدالرحمن باندہ خلیفہ شیخ الاسلام، پیر محمد انداف، ندیم اللہ، عبدالکریم لکونڈی قادریہ مسجد، عبدالرزق قاضی، عطار صاحب، بابن صاحب قاضی ہسور، ہبلی۔

باحیات: عبدالعزیز بوجگر (گنتگل) الحاج عبدالصمد قاضی (خلیفہ حضور شیخ الاسلام)

بیکار پور حاجی صاحب (دھارواڑ) صاحبان۔

حضور شیخ الاسلام کا دورہ کرنا ٹک:

سرکار قدوة الکبریٰ کے نور نظر، حضرت سرکار کلاں کے چہیتے مرید و خلیفہ، حضور محدث اعظم ہند کے سچے جانشین حضور شیخ الاسلام کی شخصیت عالمی سطح پر عبقری شخصیت ہے۔ عرصہ دراز پر محیط آپ کی دعوتی و تبلیغی خدمات اور دین اسلام کی اشاعت کے حوالے سے عموماً عالمی پیمانے پر خصوصاً ریاست کرنا ٹک کے حوالے سے ان کی کوششیں ناقابل فراموش و ائمہ تصور کی جاسکتی ہیں انہوں نے دعوت و تبلیغ کو اپنا مقصد حیات بنایا اور اس مقصد کے حصول کے لیے اپنی ساری حیات صرف کردی وہ مجاہد صفت داعی و مبلغ اسلام و سنیت ہیں۔ حضور شیخ الاسلام عظیم داعی و مبلغ اور خطیب و مفکر و مدبر ہیں جن کے خطابت کی گھن گھرج نے ایک عالم کو متاثر کیا ہے ان کی دعوتی و تبلیغی خدمات کے نقوش ایشیا سمیت تقریباً تمام براعظموں میں پائے جاتے ہیں جن کے کردار و عمل اور خلوص و اخلاق نے بے شمار بے دینوں کو کو دیندار، غیر مسلموں کو مسلمان، بد عملوں کو سنت رسول ﷺ کا عامل بنایا جن کے تفکر و تدبر نے قوم مسلم کو جہاں گیری و جہاں بانی کا سلیقہ بخشا۔ صرف داعی ہی نے نہیں بلکہ داعی گربھی ہیں۔ جدید و مادی دور میں دعوت و تبلیغ کے مسدود راہوں کو اپنے فتاویٰ و ملفوظات کے ذریعے حیات نو عطا فرمائے۔ دوران دیشی کہیں فراست مومنہ کی اداتھی کہ بیشتر جو خطوط دعوت دین متعین فرمائے ان خطوط کی ہمہ گیریت و گہرائیت حاسدین کو آج ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔

حضور شیخ الاسلام بیک وقت ایک کامیاب داعی اسلام بھی ہیں عالم با عمل صوفی با صفا بھی ہیں مفکر بھی ہیں مدبر بھی ہیں رہبر بھی ہیں رہنما بھی ہیں مفسر قرآن بھی ہیں پیر کامل بھی ہیں اور خطیب بے مثال بھی ہیں اردو عربی فارسی و دیگر زبان و ادب پر مہارت تامہ رکھتے ہیں۔ حضور شیخ الاسلام کے خطبات عالیہ اردوئے معلیٰ کے نمونے ہیں۔ جس سے ان کی تبحر علمی، ژراف نگاہی کا پتہ چلتا ہے۔

سرزمین کرنا ٹک میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی و تبلیغی دوروں کی فہرست کافی طویل ہے۔ اس مضمون میں ریاست کرنا ٹک کے صرف بعض حصوں میں حضور شیخ الاسلام کی دعوتی و تبلیغی خدمات کا ایک سرسری جائزہ لیں گے، یوں تو یہ موضوع نہایت وسیع ہے مگر آنے والے محققین و

قدکار حضرات کے لئے نشانِ خاطر پیش خدمت ہیں۔

ہبلی:

حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کی وفات کے بعد تمام اکابرین علماء و مشائخین نے حضور شیخ الاسلام کی ذہانت و فطانت اور سر پر کرم رب کو سایہ فگن دیکھ رہے تھے۔ اسی لئے ہر اکابر نے آگے بڑھ کر حضور شیخ الاسلام کو ہاتھوں ہاتھ لئے۔ چاہے خاندانِ برکاتِ بابرکت ہو یا خانوادہ رضویہ ہو۔ یقیناً حضور شیخ الاسلام خاندانِ برکات، خانوادہ رضویہ، سلسلہ عالیہ چشتیہ بہشتیہ کا حسین سنگم ہیں۔ حضور سید العلماء کا فیض، حضور مفتی اعظم کا تقویٰ، حضور محدث اعظم کے جانشین کا نام سید محمد مدنی اشرفی جیلانی ہے۔

1962 میں حضور سید العلماء علامہ آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ کے ہمراہ حضور شیخ الاسلام پہلی بار کرناٹک تشریف لائے۔ حضور شیخ الاسلام کا قیام مرحوم سید عبدالرحمن باندرا (خلیفہ حضور شیخ الاسلام) کے یہاں بکا پور چوک میں ہوا۔ ایم جی مارکیٹ میں حضور سید العلماء شیخ الاسلام نے عوام سے خطاب فرمایا۔ سرزمینِ ہبلی میں حضور شیخ الاسلام کا یہ پہلا دورہ و پہلا خطاب تھا۔ شہرِ ہبلی میں پانچ ایسی بڑی کانفرنسیں ہوئیں جن میں دیگر اکابر علماء و مشائخ کے علاوہ حضور شیخ الاسلام کی بھی تشریف آوری ہوئی۔

سنی کانفرنس:

دارالعلوم غوثیہ کی جانب سے 1964ء میں بمقام ٹاؤن ہال ہبلی میں آل انڈیا سنی کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں حضرت سید العلماء حضور آل مصطفیٰ مارہروی، حضور مفتی اعظم، مفتی برہان الحق جبلی پوری، مفتی احمد یار خاں، شارح بخاری مفتی شریف الحق علیہم الرحمۃ والرضوان و دیگر چوٹی کے علماء اکابر کی تشریف آوری ہوئی تھی۔ اس کانفرنس سے سنیت کو خوب فروغ ملا۔ وہابیت کے بڑھتے قدم کو روک لگی۔ بے شمار لوگ بدکاریوں سے تائب ہوئے، سینکڑوں گمراہی و بدعتیہ کی سے تائب ہو کر اہل سنت کے خیمے میں داخل ہوئے۔

آل کرناٹک محدث اعظم کانفرنس:

1989 میں محدث اعظم کانفرنس 25-26 دسمبر کو یہ کانفرنس حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں منعقد ہوئی جس میں حضرت سید تنویر اشرف اشرفی جیلانی، صوفی ملت حضرت سید جہانگیر اشرف، پروفیسر سید طارق سعید صاحب، حضرت سید حسن ثنی میاں، حضرت مولانا راشد مکی اشرفی و دیگر سادات و مشائخین کچھوچھ کے علاوہ مشائخ دکن حضرت سید کاظم پاشا صاحب، حضرت سید بابشاہ پیراں علیہ الرحمہ شریک فرما ہوئے۔ ہزاروں افراد داخل سلسلہ ہوئے۔ اس کانفرنس کی بدولت قرب و جوار کا سارا علاقہ اشرفی زار ہو گیا۔ ہر طرف خوشبوئے سمنان مہکنی لگی۔

آل کرناٹک سنی مشائخ کانفرنس

حیدر آباد دکن اور کرناٹک کے بیشتر خانقاہیں شیعیت آمیز ہوتی جا رہی تھی اور اپنے اکابرین کے مسند نشینوں سے عوام اہل سنت کا اعتبار مفقود ہوتا جا رہا تھا، جانشینی کا مقصد صرف اور صرف مریدوں کا سرمایہ بٹورنا تصور کیا جا رہا تھا اور خانقاہیں علم دین سے خالی اور روح تصوف سے عاری ہوتی جا رہی تھیں اس کی بحالی وقت کی اشد ضرورت تھی مد بروقت حضور شیخ الاسلام نے اس بات کو محسوس کرتے ہوئے اپنے خلیفہ مفکر اہل سنت مولانا قاضی سید شمس الدین برکاتی قاضی شہر ہری ہر کو کچھ اہم ہدایات کے ساتھ اس دوروزہ کانفرنس کے انعقاد کا حکم عنایت فرمائے۔ اس کانفرنس کا مقصد عموماً مشائخین و سادات کرام میں اتحاد و اتفاق نیز سجادگان خانقاہ کو علم شریعت سے آراستہ و پیراستہ کرنا تھا اور شیعیت کے اثر کو زائل کرنا تھا۔ الحمد للہ اس کانفرنس کے دوسرے نتائج برآمد ہوئے سجادگان و خانقاہوں میں اتحاد و اتفاق قائم ہوا اور خانقاہیں ایک دوسرے سے قریب ہوئے۔ اس کانفرنس کی کامیابی میں حضرت پٹن والے پیراں اور نور المشائخ حضرت سید بابشاہ پیراں نور اللہ مرقدہ کی نمایاں خدمات رہیں۔ ریاست بھر کے خانقاہوں سے 500 سے زائد مشائخین نے شرکت کی جس میں حضور شیخ الاسلام اور حضور غازی ملت سید محمد ہاشمی میاں اور بارگاہ بندہ نواز کے سجادہ حضرت سید محمد الحسینی علیہ الرحمہ، بارگاہ ہاشم پیر کے سجادہ حضرت سید عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ، بارگاہ نوردریا علیہ الرحمہ رانچور سے ڈاکٹر سید تاج نور قادری صاحب حضرت مولانا سید

کاظم ہاشاہ موسوی حیدر آباد وغیرہا زینت محفل رہے۔ مدنی میاں عربک کالج کے میدان میں ہزاروں کاٹھنٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ جس نے پہلی بار ایک ہی اسٹیج پر اتنے خانقاہوں کے سجادگان کو دیکھا۔

غوث و خواجہ کانفرنس

آل کرناٹک سنی مشائخ کانفرنس کی کامیابی کے بعد اسی طرز و منہج، عالمی سطح پر اس کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ اس کانفرنس کا مقصد عالمی طور پر مشائخین میں دینی بیداری، آپسی روابط و تعلقات پر مشتمل تھان 2000 میں یہ دوروزہ کانفرنس مدنی میاں عربک کالج کے گراؤنڈ میں منعقد ہوئی۔ جس میں سینکڑوں خانقاہوں سے نمائندوں کے ساتھ ساتھ ہندالولی خواجہ غریب نواز علیہ الرحمہ کے سجادہ حضرت سید مہدی میاں، بارگاہ غوثیت مآب سرکار عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ کے سجادہ نشین حضرت نقیب الاشراف سید ظفر احمد اگیلانی صاحب قبلہ، حضور شیخ الاسلام اور غازی ملت و دیگر خانوادہ اشرفیہ کے سجادگان بھی شریک بھی رونق محفل رہے۔ اس کانفرنس میں ہزاروں کی تعداد میں عوام نے شرکت کی۔

رحمت عالم کانفرنس

یہ دوروزہ کانفرنس 2007 میں منعقد ہوئی جس میں حسب سابق خانقاہوں کے کئی نمائندے شریک محفل رہے۔ ہزاروں افراد کے حال و قال کی اصلاح ہوئی۔ بے شمار لوگ تائب ہو کر داخلہ سلسلہ ہوئے۔ اگر منصفانہ جائزہ لیا جائے تو یہ کانفرنس پہلے کانفرنس کی طرح دور رس نتائج مرتب نہ کر سکی۔ اس کانفرنس میں بھی دیگر

ہبلی کے علاوہ دھارواڑ میں حضور شیخ الاسلام کا پہلا دورہ 1964ء میں ہوا۔ 1969ء، 1987، 1989، 1995، 1998، 2005 میں بالترتیب سات دورے فرمائے۔ حضرت دوبار اپنے مخصوص لب و لہجہ میں خطاب بھی فرمائے۔ 1987ء کے کسی ماہ و دن میں حضرت کا خطاب اکئی پیٹ علاقہ میں ہوا۔ اور دوسرا خطاب 1998ء میں جناب جیلانی سوداگر اشرفی کی بہن کی شادی موقع پر ہوا۔ ان دوروں نے شہر دھارواڑ کی سنی عوام میں ایک نئی جان پھونکی۔ عوام پروانہ

وار حضرت کی محفل میں رہتے۔

اسکے علاوہ حضور شیخ الاسلام کی دینی، علمی و روحانی دورے کرنا تک بھر کے مختلف مقامات، ٹرس، شیکاگو، بلگام، ہاسپیٹ، گلبرگ، بلاری، ڈانڈیلی، داونگیر، ہریہر، یلاپور، کاروار، انکولا، سرسی، بھاگیواڑی، گدگ، بیجاپور، بنگلور، میسور، اپونی، وغیرہ میں ہوتے رہے، غرض یہ کہ کرنا تک کا کوئی ایسا ضلع باقی نہیں جہاں حضور شیخ الاسلام کا دورہ نہ ہوا ہو۔

مدنی میاں عربک کالج کا قیام

مریدین و متوسلین حضور شیخ الاسلام کی بارگاہ عالیہ جمالیہ میں ہر بار اصرار کرتے کہ ایک ادارہ جس کے ذریعے فروغ سنیت ہو، نو نہالان اسلام دینی تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوں۔ حضور شیخ الاسلام ہمیشہ یہ کہہ کر ٹال جاتے کہ ہلی میں والد بزرگوار کا قائم کردہ ادارہ پہلے ہی سے ہے تو اب مزید کسی ادارہ کی ضرورت نہیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ اصرار بھی بڑھتا گیا اور مصلح وقت، داعی سنیت حضور شیخ الاسلام نے جب ادارہ کی ضرورت محسوس کی تو اجازت مرحمت فرمادی 1983ء میں مدنی میاں عربک کالج کے نام سے ایک دینی ادارہ ٹرس میں قائم ہوا۔ ابتدائی تین سالوں ہی میں یہ ادارہ زمانے کے سرد گرم حالات سے گزرتا ہوا 1986ء میں یلاپور ہلی منتقل ہوا جہاں کامیابی و کامرانی کے ساتھ 4 سال سے کچھ زائد عرصہ تک پورے علاقہ کو اپنی آب و تاب سے چکانے کے بعد 1991ء میں کندگول کراس میں موجودہ اراضی پر منتقل ہوا۔

واقعات:

(۱) کافر مسلمان ہو گیا

اس واقعے کے راوی مولانا قاضی سید شمس الدین صاحب قبلہ ہیں:

ایک مرتبہ نو عین مخدوم حضور شیخ الاسلام کو لا رتشریف لے جا رہے تھے۔ سفر ٹرین کا تھا ٹی ٹی مسافرین کے ٹکٹ چیک کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام کی بوگی میں آیا۔ چہرہ حضور شیخ الاسلام کو دیکھ کر اس کے دل کی بند آنکھیں کھل گئیں۔ کفر و ضلالت کی تاریکیاں چھٹی نظر آنے لگیں۔ مشام جاں خوشبوئے آل نبی سے معطر ہونے لگا۔ سیدھے حضور شیخ الاسلام کے قدموں میں گر گیا اور عرض

کیا حضور اب مزید تاریکیوں میں نہیں بھٹک سکتا، آپ کے چہرہ زیبائے اسلام کی حقانیت سے آشنا کرادیا۔ مجھے کلمہ پڑھا کر داخل اسلام کر لیں۔ حضور شیخ الاسلام نے کلمہ پڑھایا اور وہ آپ کے دست مبارک پر تائب ہو کر مسلمان ہو گیا۔

سادگی کا پیکر

ایک مرتبہ حضور شیخ الاسلام کا سفر ہوسپیٹ سے ہبلی کا تھا۔ جس ٹرین سے حضرت کی تشریف آوری ہو رہی تھی اس کا معمول تھا کہ کبھی وقت پر نہیں آتی اور تاخیر سے آتی۔ اتفاق سے اس روز وہ گاڑی وقت سے پندرہ منٹ پہلے آگئی اور مریدین و متوسلین اس خیال سے اسٹیشن پہنچنے میں تاخیر ہوئی کہ گاڑی ٹولیٹ آئے گی۔ اتفاق سے وہ گاڑی وقت پر آگئی اور حضور شیخ الاسلام ٹرین سے اتر گئے۔ باہر دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا۔ حضرت آٹو سے خانقاہ آگئے اور ادھر مریدین اسٹیشن پہنچے۔ مریدین میں سراسیمگی و بے چینی پیدا ہو گئی۔ اور ہر ایک ندامت سے سر جھکائے حضور شیخ الاسلام کے روبرو مجرموں کی طرح کھڑا ہے۔ حضرت نے دائمی تبسم فرمایا اور کوئی گلا شکوہ نہ فرمایا اور نہ ناراض ہوئے۔

موجودہ دور کے داعیان اسلام و مبلغین اہل سنت میں حضور شیخ الاسلام جیسا داعی و مبلغ کہیں نہیں۔

جو کچھ کہا تیرا حسن ہو گیا محدود

عصر حاضر کے تعلیمی اداروں کا جائزہ فکر شیخ الاسلام کی روشنی میں

مولانا نعیم الدین اشرفی (ایم اے)

سکریٹری مدنی فاؤنڈیشن، ہبلی

مذہب اسلام میں جس قدر علم کی اہمیت بیان کی گئی ہے دنیا کے کسی اور مذہب میں نہیں ملتی۔ اس بات کا ثبوت ہمیں قرآن و حدیث سے ملتا ہے۔ چنانچہ قرآن پاک میں متعدد جگہ علم کی اہمیت و فضیلت بتائی گئی ہے۔ سورہ مجادلہ آیت نمبر ۱۱ میں ہے۔

”اس آیت کریمہ کی تفسیر یہ ہے کہ ”بلند فرما دے گا اللہ تعالیٰ انہیں جو ایمان لائے تم میں سے، اور بلند فرما دے گا انہیں جو دیے گئے علم درجوں ایمان کے ساتھ۔ ان مومنوں کے درجوں پر جو بے علم ہوتے۔ اس واسطے کہ مومن عالم افضل ہے مومن بے علم سے۔“ (تفسیر اشرفی جلد ۱۰ صفحہ ۲۳)

رہتا ہے نام علم سے زندہ ہمیشہ داغ

اولاد سے تو بس یہی دو پشت چار پشت

اسلام میں علم کی تقسیم نہیں ہے کہ یہ دینی علم ہے اور وہ دنیوی علم۔ ہر وہ علم جو انسانی ضرورت و شرعی قانون کے دائرہ میں ہو وہ دینی کہلائے گی۔ اس بات کا ایک ثبوت یہ ہے کہ مسلمانوں نے کاغذ کا ایجاد کیا اور تاریخ کو سمجھنے کے قواعد بیان کیے۔ اس سے دنیا کے تمام مذاہب نے فائدہ اٹھایا۔

علم و قلم کی اہمیت قرآن پاک میں یوں بیان ہے کہ اللہ رب العزت نے قرآن کی سب سے پہلی آیت علم و قلم کے احکام کے بارے میں نازل فرمائی۔

”سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات اس بات کے شاہد ہیں۔ ان آیات میں زبانی و تحریری دونوں علوم کا ثبوت ہے۔

عہد رسالت ہی سے ان دونوں طریقوں کا آغاز ہو چکا تھا، صحابہ کرام قرآن و حدیث

کو حفظ کر لیا کرتے تھے اور بسا اوقات چٹڑوں پر، ہڈیوں پر، پتھروں وغیرہ پر لکھ لیا کرتے تھے۔ اس طرح علم کی اشاعت و حفاظت ہوتی رہی۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین و تبع تابعین کے ساتھ ساتھ بہت سے حکمرانوں نے بھی اس طرف رغبت کی اور تعلیمی ادارے قائم کروائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مقام اصحاب صفہ جو کہ اس عہد کا پہلا تعلیمی مرکز (یونیورسٹی) قرار دیا گیا، اسی مقام و شہر مدینہ شریف سے علم کا چراغ روشن ہوا، بعد میں کوفہ، بصرہ، بغداد علمی مراکز کی شکل میں دنیائے اسلام میں گئے جانے لگے۔

ملک ہندوستان میں سلطان محمد غوری نے اجیر شریف میں، سلطان شمس الدین التمش اور فیروز شاہ تغلق نے دہلی میں مدارس قائم کیے۔ مغلیہ سلطنت کے دوران بھی درس و تدریس کا سلسلہ چلتا رہا۔ فتح اللہ شیرازی، حکیم ابو الفتح جیلانی، قاضی سید نور اللہ ان حضرات نے عہد مغلیہ میں نئی تعلیمی پالیسی اور مدرسوں کے لیے نصاب کا انتخاب کیا۔ ان مدارس میں مذہبی و دینی علوم کے ساتھ ساتھ علم ریاضی، علم جغرافیہ، علم فلکیات، علم طبیعیات و علم طب وغیرہ سکھائے جاتے تھے۔ کیونکہ سلطنت کے نظم و ضبط کے لیے افسران کو ان علوم کا جاننا ضروری ہے۔

جب ہندوستان پر انگریزی اقتدار قائم ہو گیا تو انہوں نے مسلمانوں کے مذہبی، علمی، اقتصادی اور فکری وجاہت کو ختم کرنے کے لیے انہیں سرے سے تعلیم یا عصری تعلیم سے روکنے کی کوشش نہیں کی، بلکہ مذہبی تعلیم پر پابندی عائد کی اور علم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ایک دینی علم دوسرا دنیوی علم۔ یہی وجہ تھی کہ ۱۸۵۷ء کے بعد ہندوستان میں ایک ساتھ دو تعلیمی تحریکیں اٹھیں، ایک عصری دوسری دینی و مذہبی۔

۱۹۴۷ء میں ہندوستان کی آزادی کے بعد علمی نقطہ نظر سے بہت برا اثر پڑا وہ یہ کہ جو اہل علم تھے وہ یہاں سے ہجرت کر گئے۔

بعض سیاسی وجوہات اور تعصب کی بنا پر ہندوستانی مسلمانوں کے ساتھ سوتیلے روئے اپنایا گیا جس سے ہندوستانی مسلمان تعلیمی پسماندگی کا شکار ہوئے۔ (مزید تفصیلات اور مسلمانوں کے تعلیمی، سماجی و اقتصادی حالات کو جاننے کے لیے سچر کمیٹی رپورٹ کا مطالعہ کریں)

ان حالات کی وجہ سے ہند کے مسلمانوں نے سوچا کہ ہمیں حکومت کے بجٹ پر منحصر

نہیں رہنا، ہم اپنی ذاتی رقم سے تعلیمی ادارے بنائیں۔ اس طرح مدارس کا نیٹ ورک پورے ہندوستان میں پھیلا یا گیا۔ اب مدارس کی تعداد تو بڑھ گئی مگر معیار میں کمی واقع ہوئی۔ الا ماشاء اللہ، اور اکیسویں صدی میں تعلیمی نظام و نصاب میں تبدیلی کی ضرورت پڑی۔ مدارس میں عصری تعلیم کا نصاب ضروری ہونے لگا اور اسکولوں میں دینی تعلیم کی ضرورت محسوس کی جانے لگی۔ عصر حاضر میں تعلیمی اداروں کا نصاب و نظام کیسا ہونا چاہئے؟

اس کا مختصر جائزہ فکر حضور شیخ الاسلام کی روشنی میں نذر قارئین ہے۔

مشہور حدیث پاک ہے

علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے۔

اس حدیث پاک میں جس علم کی فرضیت کا بیان ہے اس سے مراد فرض عین علم ہے۔ ہر شخص کو علم دین جاننا فرض ہے، اس کی فرضیت ٹھیک اسی طرح ہے جیسے نماز و روزہ۔ فرض کی دو اقسام ہیں ایک فرض عین دوسرا فرض کفایہ۔ رہا یہ سوال کہ علوم اسلامیہ میں کونسا علم سیکھنا فرض عین ہے اور کونسا فرض کفایہ؟ تو فقہائے کرام نے فرمایا کہ ہر وہ علم جو مسلمانوں کے لیے وقت پر ضروری ہو سیکھنا فرض عین ہے، خواہ وہ ضرورت ایمانیات میں سے ہو یا اعمال میں سے، معاملات میں سے ہو یا تجارت و ملازمت میں سے، محرمات میں سے ہو یا منہیات میں سے۔ جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کو جاننا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت و نبوت کو جاننا، نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج فرض ہو جائے تو ان کے احکام جاننا، وغیرہ وغیرہ۔ رہ گیا اس کے علاوہ عالم، مفتی، حافظ، فقیہ، محدث وغیرہ بننا یہ فرض کفایہ ہے۔ اول الذکر علم بہت اہم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد و عورت پر فرض ہے اور جس پر فرض ہے اسی کو وہ فرض ادا کرنا ہے اس کے بدلے دوسرا نہیں کر سکتا۔ اس بابت حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”ایک مثال آپ کو بتا دوں کہ نماز ہم سب پر فرض ہے۔ کیا کسی ایک شخص کے نماز ادا کرنے سے سب کی نماز ادا ہو جائے گی؟ اگر صرف امام صاحب نماز پڑھ لے تو کیا سب بستی والوں کی نماز ادا ہو جائے گی؟ ہرگز نہیں۔ اگر صرف شوہر نماز ادا کرے تو بیوی کی نماز ادا نہیں ہوگی، اگر صرف بیوی روزہ رکھے تو شوہر کا روزہ ادا نہیں ہوگا۔ اسی طرح جن چیزوں کا علم جاننا تم پر فرض عین ہے وہ فرض دوسروں کے ادا کرنے سے کیسے ادا ہوگا بلکہ ہر شخص کو علم جاننا فرض ہے جیسے نماز ادا کرنا فرض ہے۔“ (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 18)

افسوس ہے کہ یہ بنیادی تعلیم جو فرض عین ہے لوگ اس سے ناواقف ہیں، اس طرف کوئی توجہ ہی نہیں، تعلیمی پسماندگی اور بے رغبتی عام ہے۔ حالات اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ وضو و غسل، طہارت اور نماز کے مسائل بھی کئی لوگوں کو نہیں آتے۔ ان خستہ حالات کے پیش نظر ہم پر لازم ہے کہ ہم خود بھی اور اپنی قوم کو بھی اس بنیادی تعلیم سے آراستہ کریں۔ مگر ہماری قوم فرض عین والے علم کو چھوڑ کر فرض کفایہ والے علم میں زیادہ مصروف ہے۔ حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”لوگوں نے غلطی یہ کی کہ لوگ اپنے فرض عین کو فراموش کر گئے اور ایک مدرسہ بنادیا، اس مدرسہ میں چالیس پچاس بچے آگئے اور مطمئن ہو گئے کہ ہمارا فرض ادا ہو گیا، اس طرح آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا۔ آپ کا فرض جو آپ پر ہے وہ ادا نہیں ہوگا جب تک کہ آپ خود اپنا ضروری علم حاصل نہیں کریں گے جو کہ فرض عین ہے۔ صرف مسجد بنوانے سے آپ کا فرض ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی نماز ادا کرنا ہوگا جو کہ آپ پر فرض عین ہے۔ صرف افطار کروانے سے آپ کا روزہ ادا نہیں ہوگا بلکہ آپ کو بھی روزہ رکھنا ہوگا جو کہ آپ پر فرض عین ہے۔“ (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ

(19، 18)

مذکورہ بالا اقتباس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ دینی تعلیم کے دو منزل ہیں ایک وہ علم جو فرض عین ہے دوسرا فرض کفایہ۔ پہلے کے دور میں فرض عین والا علم گھر سے ہی مل جاتا تھا لیکن اب وہ صورت حال نہیں رہ گیا فرض کفایہ والا علم تو اس کے لیے مدارس کا بڑا نیٹ ورک ہے، یہاں عالم مفتی، فقیہ، محدث بنایا جاتا ہے۔ فرض کفایہ کے لیے ان مدارس کا حال کیا ہے جہاں معیاری تعلیم نہیں ہوتی؟ تو اس سلسلہ میں حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”اب تو ہزاروں دارالعلوم قائم ہو چکے ہیں، پہلے نہ تو اتنے مدرسے تھے اور نہ ہی تعلیم کا اتنا معاملہ تھا اور نہ ہی اتنی آسانیاں تھیں بلکہ بہت زیادہ پریشانیاں اور دشواریاں تھیں۔ آج تو اتنی آسانیاں پیدا ہو گئی تو پھر اتنے دارالعلوم میں سے کوئی غزالی کیوں پیدا نہیں ہوتا، کوئی رومی کیوں نہیں پیدا ہوتا، کوئی رازی کیوں نہیں پیدا ہوتا، کوئی احمد رضا کیوں نہیں پیدا ہوتا؟ ان جیسے مصلحین امت کیوں پیدا نہیں ہوتے جو اپنی امامت کا لوہا منالے۔ یہ ہے آپ کے دارالعلوم کا حشر۔“ (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 24)

مزید فرماتے ہیں: ”اب جو عربی مدرسے ہیں، کیا وہ پچیس کڑوڑ مسلمانوں کی دینی

ضرورت کو پورا کر سکتے ہیں؟ یعنی وہ علم جو ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے، کیا ان عربی مدرسوں کی اتنی کوشش سے فرض عین ادا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ہو سکتا ہے اس لیے کہ ویسے بھی عموماً لوگ مدرسوں میں آنا پسند نہیں کرتے، آپ خود اپنا لائق و فائق بچہ مدرسہ بھیجنا نہیں چاہتے ہیں بلکہ اسے آپ اسکول میں بھیجتے ہیں، یعنی جس کو آپ کند ذہن، شرارتی، کم عقل، ناکارہ اور کچا سمجھتے ہیں اسے مدرسہ بھیجتے ہیں اور جسے آپ ذہین، سمجھدار، ہوشیار، اور پکا سمجھتے ہیں اسے اسکول بھیجتے ہیں۔ (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 27)

اس میں کوئی شک نہیں کہ دور حاضر میں مسلم بچوں کی تعداد مدرسوں سے زیادہ اسکول میں ہے۔ جہاں تعداد زیادہ ہو وہاں کام زیادہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اسکول میں صرف عصری تعلیم ہو، دینی تعلیم نہ ہو تو پھر یہ مسلمان بچے کب دین کا علم حاصل کریں گے؟ ظاہری بات ہے کہ یہ بچے دین سے ناواقف ہو جائیں گے۔ اس طرح وہ فرض علم سے نا آشنا ہو کر گناہ گار ہو جائیں گے! دینی علوم کا مرکز مدارس اسلامیہ ہی ہیں مگر اس میں طلباء کی قلت ہے، اکثریت تو اسکولوں میں ہے۔ جو طلباء مدرسہ میں علم حاصل کریں گے وہ تو دینی علم سیکھ ہی لیں گے، ان کا کیا ہوگا جو اسکولوں میں پڑھتے ہیں؟ اور یہی اکثریت میں ہیں۔ اس بابت حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”یہی بات ہماری ذہن میں آئی اس لیے ہم نے اسکول قائم کیا۔ آپ لوگ بھی اپنی اپنی حیثیت کے مطابق ایسے اسکول قائم کریں تاکہ فرض عین کو کسی نہ کسی بہانہ ہر مسلمان کو سکھا دیا جائے“ (اسکول اور دینی تعلیم، صفحہ 31)

عصر حاضر میں فرض عین علم (اسلامی و اخلاقی تعلیم) سکھانے کا آسان طریقہ:

حضور شیخ الاسلام فرماتے ہیں: ”عربی مدرسوں میں مسلمانوں کے بچے ہمیشہ بہت ہی کم اور اسکولوں میں زیادہ ہوتے ہیں لہذا کیوں نہ ایسا کیا جائے کہ ہم خود ہی اسکول بنائیں اور ان کو اسکول کا نصاب ہی پڑھائیں جو نصاب وہاں چلتا ہے وہی نصاب پڑھنے دیا جائے، صرف ایک مضمون ہمارا دین کا ہو اور پہلی کلاس سے لیکر دسویں کلاس تک ضروری قرار دیا جائے اور ان کو ان کی ہی زبان میں دین سکھائے۔“ (اسکول اور دینی تعلیم صفحہ 27)

اسکول میں دینیات کا مضمون لازم کرنے کے فوائد:

مسلمانوں کے ہر اسکول میں دینی تعلیم کا ایک مضمون لازم قرار دیا جائے تو بہت سارے فوائد حاصل ہونگے۔ حضرت شیخ الاسلام اس کے چند فوائد یوں بیان فرماتے ہیں:

(۱) اسکول سے فراغت کے بعد عالم بننا چاہتا ہے تو کسی مدرسہ میں چلا جائے۔

(۲) کوئی کالج میں جانا چاہے تو کالج میں چلا جائے۔ کالج میں جاتا ہے تو دین سے بے خبر نہیں رہے گا اور مدرسہ میں جاتا ہے تو دنیا سے بے خبر نہیں رہے گا۔ اگر کہیں بھی نہیں جاتا ہے تو بھی جاہل نہیں رہے گا۔

(۳) بچوں کو اسلامی تہذیب ملے گی۔

(۴) غیر مسلمین (ان کے بچے) بھی اسلامی تہذیب سے متاثر ہونگے۔

(۵) (مسلمانوں کا) اپنا اسکول ہو جائے گا تو غیروں کے پاس نہیں بھیجینگے۔

(۶) بچے انسانیت سیکھینگے، ماں باپ کی اطاعت سیکھینگے۔ (اسکول اور دینی تعلیم ص 28)

(۷) اگر آپ فرض عین والا علم سکھا دیتے ہیں تو پھر اس کے بعد بچہ اس سے زیادہ سیکھتا ہے۔

(۸) جو بچے اسکول سے فراغت کے بعد دوسری لائن یا فیلڈ میں جانا چاہے وہ بھی آسانی سے جاسکتے

ہیں۔ (اسکول اور دینی تعلیم صفحہ 31)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بنیادی اسلامی تعلیم جو فرض ہے اسے ہر اسکول میں رائج کیا جائے۔ چند لوگ مدرسہ میں عصری تعلیم سکھانے پر بہت زور دیتے ہیں انہیں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ عصری دانش گاہ (اسکول و کالج) میں بھی دینی تعلیم کو لازم قرار دیں۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ اسکولوں میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا امتزاج عہد جدید کی اہم ترین ضرورت ہے، ٹھیک اسی طرح جیسے مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ عصری تعلیم کا امتزاج اہم ہے۔ مدرسوں کی کثرت کے بجائے معیاری تعلیم والے ادارے بنائیں جائیں اور اسکولوں میں علم دینیات سکھایا جائے۔ حضور شیخ الاسلام نے اپنی اسی فکر پر عمل فرمایا اور اس فکر کو عام کیا۔ ملک ہندوستان و بیرون ملک میں حضرت کے زیر سرپرستی کئی تعلیمی ادارے قائم ہیں۔ سب سے پہلے حضور شیخ الاسلام نے اپنے وطن شریف کچھوچھو مقدسہ، یوپی میں ”محدث اعظم مشن اسکول“ بنا کر اپنی فکر کو عملی جامہ پہنایا۔ محدث اعظم مشن

کے ماتحت ملک کے کئی صوبوں میں مدارس و اسکول قائم ہیں۔ کچھو چھا شریف کے علاوہ دیگر عصری تعلیمی ادارے، ہماری ناقص معلومات کے مطابق صوبہ گجرات، کرجن میں ”مدنی اسلامک اسٹڈی سنٹر“ نبی پور ضلع بھروچ محدث اعظم مشن اسکول، صوبہ کرناٹک، ہبلی میں ”محدث اعظم مشن اسکول“، صوبہ کرناٹک، داؤنگیرہ میں ”محدث اعظم مشن اسکول“، صوبہ کرناٹک، گھٹھ پھر با، ضلع بلگام میں ”مدنی میاں اردو ہائی اسکول“۔ دینی تعلیمی اداروں میں، گجرات، احمد آباد میں ”دارالعلوم شیخ احمد کھٹو“، یوپی، بہرائچ میں ”مدرسہ چھوٹی تکیہ“، کچھو چھا میں ”دارالافتاء“، کرناٹک، ہبلی میں حضرت کا محبوب ادارہ ”مدنی میاں عربک کالج“، بلہاری میں ”دارالعلوم شیخ الاسلام“، تڑس میں ”الجامعۃ الاشرفیہ فاطمہ الزہراء للبنات“ وغیرہ۔ ہندوستان کے علاوہ برطانیہ، ڈیوبسری میں ”مدنی اسلامک سنٹر“، بلیک برن میں ”محدث اعظم ایجوکیشن سنٹر“، پرسٹن، لیکا شائر میں مدنی اسلامک انسٹی ٹیوٹ، ساؤتھ افریقہ، ونڈا میں مسجد اور ”مدرسہ اشرفیہ“، اس کے علاوہ امریکہ میں بھی مساجد و مکاتب قائم ہیں۔ الحمد للہ ہمارے مرشد گرامی کا فیض ہر طرف اور ہر شعبے میں جاری ہے، چاہے وہ تعلیمی میدان ہو یا فلاحی۔

صوبہ کرناٹک میں حضرت کی زیر سرپرستی دینی و عصری تعلیمی اداروں کی تفصیل اور مختصر رپورٹ پیش خدمت ہے۔ (اس میں کرناٹک کے صرف مدارس و اسکول کی رپورٹ ہے مکتب وغیرہ کی نہیں) اس مقصد کی خاطر کہ حضرت کے اداروں کی تفصیل سارے لوگوں کو معلوم ہو۔ آخر میں منود بانہ گزارش ہے کہ حضرت کے جتنے بھی تعلیمی ادارے ہیں وہ اپنی اپنی رپورٹ ہر سال شائع کرتے رہیں۔

(۱) دارالعلوم شیخ الاسلام، بلاری

بلاری والوں کی خوش نصیبی ہے کہ یہاں قادری ہو یا چشتی، نقشبندی ہو یا سہروردی تمام سلاسل کے بزرگ تشریف لائے۔ کوئی اپنی آخری آرام گاہ اسی شہر کا بنائے تو کوئی اپنے قدم میمنت سے فیضیاب کرتے گئے۔ ان بزرگوں میں سے ایک عظیم بزرگ ولی کامل مخدوم المملت حضور محدث اعظم حضرت علامہ سید محمد اشرفی جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کچھو چھا شریف یوپی سے سن 1961ء میں بلاری تشریف لائے۔ صوبہ کرناٹک میں شہر بلاری کو وہ پہلا شرف حاصل ہے جہاں حضور محدث اعظم ہند تشریف لائے۔ کرناٹک میں حضرت کی آمد سب سے پہلے بلاری میں ہوئی اس کے بعد ہبلی میں۔ گویا کہ محدث اعظم کی آمد کے اعتبار سے یہ صوبہ کرناٹک کا باب محدث اعظم

ہے۔ 1961 سے 1963 تک کرناٹک میں خانوادہ اشرفیہ کا یہی مرکز تھا بعدہ ہبلی کو وہ مقام حاصل ہوا۔ 1961ء سے لیکر 2004ء تک اس تقریباً چالیس سالہ عرصے میں حضور محدث اعظم ہند کی آمد کے بعد جانشین محدث اعظم ہند حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ کا تبلیغی، تقریری اور روحانی دورہ ہوتا رہا، حضرت کی تشریف آوری سے خوب دین و سنیت کا کام ہوا۔ حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں 2004ء تک بلاری میں دین و سنیت کا کام محافل و مجالس اور مساجد و مکاتب کے ذریعے ہوتا تھا۔ اسی سال 2004ء میں دین و سنیت کے مزید فروغ کے لیے حضرت کی سرپرستی میں شیخ الاسلام ٹرسٹ کے ماتحت بلاری میں دارالعلوم شیخ الاسلام کی بنیاد رکھی گئی۔ (فی الحال دارالعلوم کا اہتمام جانشین شیخ الاسلام حضرت سید حمزہ میاں صاحب قبلہ کے اسم مبارک سے موسوم حمزہ ٹرسٹ کے ذمے ہے)

13 سالہ مدت کی کارکردگی ایک نظر میں:-

ٹرسٹ کی ذاتی تین منزلہ خوبصورت عمارت میں یہ دارالعلوم شہر ہی میں قائم ہے۔ اس عمارت میں 13 کمرے اور تین ہال ہیں۔ ایک ہال درسگاہ کے لیے، دوسرا نماز کے لیے اور تیسرا طلباء کے طعام کے لیے۔ ایک لائبریری ہے۔ طلباء کی تعداد: 40۔ اساتذہ: 4۔ فارغین کی تعداد: 6/حفاظ۔ دارالعلوم کے شعبہ جات: (۱) ناظرہ (۲) حفظ وقرات (۳) عصری تعلیم، انگریزی، کنٹر اور حساب (۴) طلباء کے مشق کے لیے ہر جمعرات کو ہفتہ واری بزم بنام بزم محبتان اشرف منعقد ہوتی ہے۔ (۵) شہر کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اتوار کے دن تفسیر اشرفی کا ہفتہ واری درس ہوتا ہے اور ہر اسلامی مہینہ کی سٹائسویں (۲۷) شب کو حلقہ ذکر کی محفل ہوتی ہے جس میں طلباء کے علاوہ عوام بھی شرکت کرتے ہیں۔

دارالعلوم کے علاوہ حمزہ ٹرسٹ کی جانب سے فلاحی و سماجی کام بھی ہو رہا ہے۔ حمزہ ٹرسٹ کی جانب سے 2012ء میں مدنی ہیلتھ کلینک (MADANI HEALTH CLINIC) قائم ہوا جس میں مریضوں کا مفت علاج ہوتا ہے اور ہر سال ماہ ربیع الاول میں میلاد مصطفیٰ کے موقع پر مفت آنکھوں کا آپریشن ہوتا ہے۔

مستقبل کا منصوبہ:

(۱) حمزہ ٹرسٹ کے نام سے شہر میں 6000 سکوائر فٹ کی اراضی خریدی گئی انشاء اللہ اس میں ITI کالج شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ (۲) شہر سے 18/کیلومیٹر دور گنتکل روڈ پر 5/ ایکڑ زمین خریدی گئی ہے انشاء اللہ حضرت کے حکم کے مطابق جیسی عمارت حضرت حکم فرمائیں گے ویسی بنائی جائے گی۔

پتہ: دارالعلوم شیخ الاسلام، طریقت منزل، کمیلاروڈ بلاری کرناٹک

رابطہ نمبر۔ صدر صاحب۔ 9448779969، 8123827092

سکریٹری صاحب 9972375712

(۲) شیخ الاسلام عربی مدرسہ بلگام

حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم القدسیہ کے زیر سرپرستی شہر بلگام میں 1989ء میں محدث اعظم مشن کا قیام ہوا۔ 31 مئی 2014ء کو حضور فاضل بغداد حضرت علامہ الشاہ سید محمد حسن العسکری میاں اشرفی جیلانی نائب سجادہ جانشین محدث اعظم ہند کی صدارت میں 25 سالہ جشن سلور جوبلی منایا گیا۔ الحمد للہ، حضور شیخ الاسلام کی دعاؤں سے محدث اعظم مشن کے ماتحت شہر بلگام میں فلاحی و سماجی، دینی و تعلیمی خدمات انجام دی جا رہی ہیں۔ تعلیمی خدمات اور ادارے مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) محدث اعظم مشن بلگام کے زیر اہتمام اشرفی منزل، املی مارکیٹ، نیو گاندھی نگر بلگام میں شیخ الاسلام عربی مدرسہ کے نام سے 2014ء میں روزانہ بعد نماز عشاء تعلیم بالغاں کے لیے شروع کیا گیا۔ جس میں نوجوانوں کو دینی تعلیم دی جاتی ہے۔ فی الحال 25 نوجوان تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ (۲) اسکول و کالج کی تعطیل میں تربیتی کورس بھی چلایا جاتا ہے۔

مستقبل کا منصوبہ:

(۱) انشاء اللہ جلد ہی اعظم نگر بلگام میں محدث اعظم مشن نرسری اسکول شروع کیا جائیگا۔ پتہ: محدث اعظم مشن بلگام۔ اشرفی منزل پلاٹ نمبر 5، پانچواں کراس، اشرفی محلہ اجول نگر بلگام کرناٹک

رابطہ نمبر: صدر صاحب - 9481007492.

سکرٹری صاحب - 9844281299

(۳) المدرستہ الاشرفیہ فاطمۃ الزہراء للبنات ٹرسٹ

ہہلی سے جنوب کی طرف ۲۵ کلومیٹر کے فاصلے پر شیدگاؤں علاقہ میں ایک خوبصورت گاؤں ٹرسٹ واقع ہے۔ حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی صاحب قبلہ جب ہہلی تشریف لائے تو ٹرسٹ کے عاشقان اہل بیت حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل کیے اور دعوت پیش کی۔ حضرت اس دعوت کو بخوشی قبول کیے اور پہلی بار خانوادہ اشرفیہ کے اشرفی دو لہے کی ٹرسٹ میں آمد ہوئی۔ حضرت شیخ الاسلام کی آمد کی برکت سے سرزمین ٹرسٹ میں تازہ بہار آئی، جوق درجوق لوگ داخل سلسلہ اشرفیہ ہوئے حضرت کے قدموں کی برکت سے لوگ تو لوگ یہاں کی مٹی بھی اشرفی ہو گئی۔ اس کے بعد تو ٹرسٹ والوں کی قسمت جاگ اٹھی جب بھی حضرت شیخ الاسلام ہہلی تشریف لاتے تو ٹرسٹ بھی آمد ہوتی اور دینی کام میں اضافہ ہوتا گیا۔ حضرت کی سرپرستی میں غالباً ۱۹۸۰ء میں مدرسہ اشرفیہ قادریہ کے نام سے حضرت سید شاہ احمد قادری کے احاطے جامع مسجد میں ایک مکتب شروع ہوا۔ اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں مدنی میاں عربک کالج کو قائم کیا گیا۔ (دو سال تک یہ مدرسہ ٹرسٹ میں ہی تھا اس کے بعد محلہ یلا پور ہہلی میں منتقل ہوا، وہاں سے اب یہ مدرسہ کند گول کراس بڈ رنگی پی۔ بی روڈ ہہلی میں ہے) سن ۱۹۹۴ء میں محدث اعظم مشن ٹرسٹ کا قیام ہوا اور اسی مشن کے ذریعے دینی و فلاحی کام ہوتے رہے۔

۲۰۱۱ء میں محدث اعظم مشن ٹرسٹ کی ایک خصوصی میٹنگ ہوئی جس میں دختران اسلام کی تعلیم و تربیت اور سلسلہ قادریہ چشتیہ اشرفیہ کی اشاعت کے تعلق سے غور و خوض کر کے کمیٹی نے دختران اسلام کیلئے بہترین تعلیم و تربیت کے ساتھ ایک ادارے کا فیصلہ لیا۔ ۶ اکتوبر ۲۰۱۲ء کو باقاعدہ المدرستہ الاشرفیہ فاطمۃ الزہراء للبنات کی افتتاحی تقریب عمل میں آئی۔ ادارے کے قیام کے بعد جب مشن کے تمام اراکین حضور شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس ادارے کی خوشخبری سنائے تو حضور شیخ الاسلام نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا اس ادارے کو آگے بڑھا دیں اور دعاؤں سے نوازا۔ ۲ سال تک ناظرہ اور مبلغہ کا ۲ سالہ کورس پڑھایا گیا۔ ان دو سالوں

میں ادارہ ہذا سے ۱۶ مبلغات فارغ ہوئیں۔ ۲۰۱۴ء کو بڑے تزک احتشام کے ساتھ ماہر معلمات کی نگرانی میں عالمہ کورس بھی شروع کیا گیا۔ فی الحال ۳۰ بچیاں قیام و طعام کے ساتھ با صلاحیت و تجربہ کار معلمات و اساتذہ کی نگرانی میں پوری محنت و لگن کے ساتھ علم دین حاصل کر رہی ہیں۔ ہم اپنی بہن، بیٹیوں اپنی نسلوں کو اہل بیت کے دامن سے وابستہ اور صحیح العقیدہ بنائے رکھنے کیلئے اور اسلام و سنیت کے فروغ و بقا کے لیے حضور شیخ الاسلام صاحب قبلہ حضور سید حسن عسکری میاں اثر فی جیلانی مدظلہ العالی کی سرپرستی میں چلنے والے اس ادارے کو استحکام بخشا وقت کی اولین ضرورت ہے۔

کورس (۱): ناظرہ (۲) مبلغہ (۳) عالمہ (۴) ٹیلرنگ (۴) کمپیوٹر کورس
تعداد طالبات: 130۔ شعبہ ناظرہ میں 90 بچیاں، مبلغہ کورس میں 20 بچیاں
اور شعبہ عالمیت میں 20 بچیاں زیر تعلیم ہیں
کل اساتذہ و معلمات: 4
انتظامیہ کمیٹی: صدر و راکین محدث اعظم مشن ٹرس
مسجد گلی نزد جامع مسجد ٹرس، تعلقہ شیکاؤں۔ ضلع ہاویری 581212 کرناٹک
فون نمبر: 08378-257156

(۴) محدث اعظم مشن نرسری و پرائمری اسکول دیورٹی، داؤنگیرہ
محدث اعظم مشن داؤنگیرہ کے زیر اہتمام 2005ء میں حضور شیخ الاسلام کے دست مبارک سے داؤنگیرہ شہر کے قریب دیورٹی میں محدث اعظم مشن انگلش میڈیم اسکول کا افتتاح ہوا۔ اسکول کی 20 گنٹہ زمین میں ایک خوبصورت عمارت بنائی گئی ہے۔
(۱) محدث اعظم مشن پرائمری اسکول: تعلیم: پانچویں جماعت تک۔ کل طلبہ و طالبات کی تعداد: 120۔ اساتذہ و دیگر عملہ: 8 اسکول میں مسلم و غیر مسلم طلبہ و طالبات سبھی تعلیم حاصل کرتے ہیں۔

(۲) داؤنگیرہ شہر میں محدث اعظم مشن کی جانب سے خانقاہ مدنی کی تعمیر کی گئی۔ مورخہ 24 مارچ 2015ء کو فاضل بغداد حضرت علامہ الشاہ سید محمد حسن عسکری میاں اثر فی جیلانی

صاحب قبلہ کے دست مبارک سے افتتاح ہوا۔ اس دو منزلہ عمارت میں، بالائی منزل پر مشن کی آفس ہے اور ہر مہینہ حلقہ ذکر کی محفل ہوتی ہے۔ نچلی منزل میں نرسری اسکول ہے۔

مستقبل کے منصوبے:

(۱) سن ۲۰۰۰ء میں مشن کی جانب سے ایک زمین خریدی گئی ہے۔ انشاء اللہ اس اراضی پر دارالعلوم کی بنیاد ڈالی جائے گی۔

(۲) خانقاہ مدنی میں لڑکیوں کے لیے مفت کمپیوٹر کورس اور ٹیلرنگ کلاس۔
پتہ: محدث اعظم مشن، خانقاہ مدنی امام نگر، نورانی مسجد روڈ داؤنگیرہ، کرناٹک۔

رابطہ نمبر: صدر صاحب۔ 9448535026

(۵) دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی

مدنی میاں عربک کالج کی ایک شاخ جو حضور شیخ الاسلام مدظلہ کی سرپرستی میں قائم ہے۔ ۱۹۹۳ء میں اس کا افتتاح ہوا۔ تین کمروں پر مشتمل ذاتی عمارت ہے۔ طلبہ کی تعداد۔ ۲۵۔ قیام و طعام کے ساتھ۔ اساتذہ کی تعداد۔ ۳۔ شعبہ جات: حفظ و قرأت۔ اب تک ۲۵ سے زائد حفاظ فارغ ہوئے۔ دارالعلوم کے ماتحت دو مکتب بھی ہیں (۱) مکتب شیخ الاسلام، لمانی چال، جونی ڈانڈیلی (۲) مکتب مدنی میاں، سگرین چال، جونی ڈانڈیلی۔

مستقبل کے منصوبے:

(۱) کمپیوٹر کورس۔ (۲) عصری تعلیم

پتہ: دارالعلوم قادریہ ڈانڈیلی،

رابطہ نمبر 9845823686، -08284-230571

(۶) مدنی میاں اردو ہائی اسکول گھٹ پر بھا، تعلق گوکاک، ضلع بلگام:

حضور شیخ الاسلام مدظلہ کے مرید جناب سلطان صاحب کتبہ راشرفی نے حضرت کی اجازت اور آپ کے نام سے سن ۱۹۹۴ء میں مدنی میاں اردو ہائی اسکول کا آغاز کیا۔ یہ اسکول

حکومت کرناٹک سے منظور شدہ (Government Added) ہے اور اساتذہ کی تنخواہ بھی گورنمنٹ سے دی جاتی ہے۔ نیز گورنمنٹ سے مفت سائیکل، مفت کتب اور روزانہ دوپہر کا کھانا۔ بہترین تعلیم و نظم و ضبط اور سوفیصد رزلٹ ہونے پر دو مرتبہ حکومت کرناٹک نے میڈل سے نوازا۔ پہلی بار سن ۲۰۰۵ء میں اور دوسری مرتبہ سن ۲۰۱۲ء میں۔

تعلیم: آٹھویں جماعت سے دسویں جماعت تک۔ کمپیوٹر۔ تعداد طلبہ و طالبات: ۱۲۰۔ اساتذہ و دیگر عملہ کی تعداد ۸۔

مستقبل کے منصوبے:

(۱) دینیات کورس شروع کرنا۔ (۲) مدنی میاں آرٹس، سائنس اینڈ کامرس کالج شروع کرنا۔
پتہ: مدنی میاں اردو ہائی اسکول، گھٹ پر بھا، تعلق گوکاک، ضلع بگام، کرناٹک۔
میر معلم: 9538380167

(۷) مدنی میاں عربک کالج ہبلی

شہر ہبلی صوبہ کرناٹک کا دوسرا سب سے بڑا شہر ہے۔ یہاں مسلمانان اہل سنت کی کثرت ہے اور الحمد للہ اسے اہل سنت و جماعت کی مرکزیت کا شرف حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس شہر میں پیران کرم و مشائخ کرام و علمائے ذوی الاحترام کا ہمیشہ دورا ہوتے رہتا ہے۔ انہی مشائخ و سادات کرام میں خانوادہ اشرفیہ کچھوچھا شریف کی ایک عظیم علمی و روحانی شخصیت جن کو عالم اسلام میں حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ الشاہ مفتی سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت کے مسلسل دعوتی و تبلیغی دوروں سے ایک علمی ماحول پیدا ہوا جس سے لوگ متاثر ہو کر ایک خالص دینی و مذہبی، علمی و خانقاہی ادارے کی ضرورت محسوس کرنے لگے۔ مریدین نے خواہش ظاہر کی تو حضرت نے پہلے اس کی اجازت نہیں دی۔ آپ نے فرمایا ”والد صاحب (محدث اعظم ہند) کا قائم کردہ مدرسہ دارالعلوم غوثیہ شہر میں ایک سنی ادارہ موجود ہے دوسرے ادارہ کی فی الحال ضرورت نہیں، آپ سب اسی مدرسہ کو فروغ دیں۔“ مگر بار بار اصرار اور

حالات کے مد نظر حضرت نے دین و سنت کی مزید ترویج و اشاعت کے لیے ایک دینی مدرسہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔ مشہور قول ہے کہ ”ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے“، جس وقت مدنی میاں عربک کالج کی اجازت ملی اس وقت بالکل صحیح وقت تھا اور ایسے سنی ادارہ کی ضرورت تھی۔

حضرت کی اجازت ملتے ہی 1984ء میں ہبلی سے 25 کیلومیٹر دور ترٹس میں شعبہ ناظرہ و حفظ سے مدنی میاں عربک کالج کا آغاز ہوا۔ دو سال بعد ترٹس سے ہبلی شہر محلہ یلا پور میں منتقل ہوا۔ 1989ء میں عظیم الشان کانفرنس بنام ”محدث اعظم کانفرنس“ کا انعقاد ہوا۔ اس کانفرنس میں علماء اہل سنت، سادات کرام و مشائخ عظام کے علاوہ سلسلہ اشرفیہ کے بالخصوص خانوادہ محدث اعظم ہند نے شرکت فرمائی۔ اس تاریخی کانفرنس میں صوبہ کرناٹک کے علاوہ اطراف و اکناف ریاستوں سے عوام اہل سنت لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوئے تھے۔ اس کانفرنس کے ذریعے مدنی میاں عربک کالج کا بہت بڑا فائدہ ہوا۔ وہ یہ کہ مدرسہ کے لیے شہر ہبلی سے 7 کیلومیٹر دور کندگول کراس، پی، بی روڈ سے بالکل متصل ساڑھے پانچ (5.5) ایکڑ زمین خریدی گئی اور اسی سال سنگ بنیاد ڈال دی گئی، بڑی تیزی کے ساتھ ایک سال کی مدت میں 6 کمروں پر مشتمل ایک ہاسٹل و درگاہ کی عمارت تعمیر ہو گئی۔ اس طرح مدنی میاں عربک کالج 4 سال تک یلا پور میں رہا پھر وہاں سے موجودہ جگہ کندگول کراس، پی، بی روڈ میں بحسن و خوبی رواں دواں ہے۔ 1991ء میں مدنی میاں عربک کالج محلہ یلا پور ہبلی سے موجودہ جگہ کندگول کراس پی، بی روڈ میں منتقل کیا گیا۔

بجہ تعالیٰ حضور شیخ الاسلام کی دعاؤں، مدرسہ کی انتظامیہ کی مسلسل جدوجہد اور عوام اہل سنت کی دلچسپی سے تعلیم و تعمیر کا سلسلہ بڑھتا ہی گیا۔

فی الحال مدرسہ کی زمین پر وسیع و عریض 20 کمروں کی دو منزلہ خوبصورت عمارت، ایک وسیع ہال اور 20 لاکھ کی لاگت سے کمپاؤنڈ کا کام مکمل ہو چکا ہے۔ مزید 10 کمروں کی تعمیر اور عمارت کی تزئین و توسیع کا کام جاری ہے۔ انشاء اللہ عنقریب حضور شیخ الاسلام کی آرزو اور تمنا پوری ہوگی۔ حضور شیخ الاسلام کی تمنا خود حضرت کے الفاظ میں ملاحظہ کیجیے۔ آپ کی تمنا و خواہش یہ ہے کہ ”ہم اس منزل تک پہنچ کر رہیں گے جہاں پہنچ کر یہ ادارہ ملک کے دیگر مرکزی اداروں کی صف میں نظر آئے گا۔ یہ ایک ایسا مینارہ نور و ہدایت ہوگا جس کی روشنی ملک کے ہر گوشے بلکہ بیرون ملک سے بھی دیکھی جاسکے گی۔“

مدنی میاں عربک کالج کے معاونین کے لیے حضرت کی یہ دعاء ہے: ”مولیٰ تعالیٰ اس ادارے پر اپنا فضل خاص فرماتا رہے اور اس کے اعوان و انصار کی عمر و صحت و اقبال میں برکت عطا فرماتا رہے اور مومنین کے قلوب کو اس کی طرف مائل کر دے اور پھر مائل رکھے تاکہ وہ اس کے عروج کو اپنا عروج اور اس کے فروغ و ارتقاء کو خود اپنا فروغ و ارتقاء سمجھنے لگیں۔“ (معائنہ رجسٹر مدنی میاں عربک کالج)

مدنی میاں عربک کالج کے تعلیمی شعبہ جات:

(1) شعبہ ناظرہ۔ (2) شعبہ حفظ۔ (3) شعبہ تجوید و قرأت۔ (4) شعبہ عالمیت۔ (5) فضیلت۔ (6) حکومت کرناٹک سے منظور شدہ برج کورس۔ (7) انگریزی و کنز زبان کی تعلیم۔ (8) تعطیلاتی تربیتی کورس۔

تعداد طلبہ: 160۔ تعداد اساتذہ و دیگر عملہ 18۔ فارغین کی تعداد۔ 150 (عالم، فاضل، حافظ و قاری کل فارغین)

دیگر خصوصیات:

(1) شیخ الاسلام لائبریری۔ جس میں 4000 سے زائد درسی و غیر درسی کتب موجود ہیں
(2) بزم محدث اعظم۔ اساتذہ کی نگرانی میں طلبہ کے اندر تقریری و تبلیغی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے ہر جمعرات بعد نماز مغرب تا عشاء بزم محدث اعظم کا انعقاد۔ (3) قیام و طعام کا بہترین انتظام۔

مستقبل کے منصوبے: (1) تعلیمی معیار مزید بلند کرنا۔ (2) طلبہ کی تعداد میں مزید اضافہ کرنا۔ (3) تعمیری کام بڑھانا۔ (4) چہار دیواری (کمپاؤنڈ وال) کا بقیہ کام پورا کرنا۔

پتہ: مدنی میاں عربک کالج، بڈرنگی، پی۔ بی روڈ، نزد کندگول کراس، بہلی۔ 580212 کرناٹک۔ رابطہ نمبر: 0836-2317211

صدر صاحب۔ 9590245194 سکریٹری صاحب۔ 9845684366

مدنی میاں عربک کالج کے نام۔ مرحوم سید انور رائے پوری اشرفی کا کلام

www.wafasite.com

مدنی میاں عربک کالج کے ایک جلسہ دستار بندی کے موقع پر پڑھا گیا۔
 مدنی کالج یہ بتاؤں میں تمہیں کیا دے گا
 یہ تو سورج ہے اجالا ہی اجالا دے گا
 اس ادارے کے ہیں بانی میرے مرشد مدنی
 عشق محبوب خدا کا یہ نگینہ دے گا
 اس کے ہیں روح رواں صوفی جہا نگیر اشرف
 یہ گواہی تو ہر اک باب و دریچہ دے گا
 آج تم اس کو مدد دو گے تو ہبلی والو
 کل قیامت میں تمہیں یہ بھی سہارا دے گا
 دیکھ کر آج یہ دستارِ فضیلت کا سماں
 ہے یقین ہم کو کہ ہر سال یہ تحفہ دے گا
 نذر کرنے کے لئے لایا ہے کچھ شعر انور
 سننے والوں کو بھلا اس سے سوا کیا دے گا

(۹) محدث اعظم مشن اسکول، ہبلی۔

حضور شیخ الاسلام کی سرپرستی میں دینی درس گاہ مدنی میاں عربک کالج کے قائم و مستحکم ہو جانے کے بعد مریدین نے ایک عصری دانش گاہ قائم کرنے کی حضرت سے خواہش ظاہر کی تو حضور شیخ الاسلام کی اجازت سے محدث اعظم مشن، ہبلی کے زیر اہتمام ۱۹۹۵ء میں محدث اعظم مشن اسکول کا افتتاح ہوا۔ صوفی ملت سید جہا نگیر اشرف علیہ الرحمہ کی نگرانی میں کراہیہ کی عمارت پر تروی ہیکل میں نرسری اسکول سے ابتدا ہوئی۔

۱۹۹۸ء میں اسلام پور جونہی ہبلی میں زمین خریدی گئی۔ اس کے فوراً بعد حضور شیخ الاسلام کے دست مبارک سے سنگ بنیاد رکھی گئی اور تیزی کے ساتھ تعمیر کا کام شروع کر دیا گیا۔ صرف دو سالہ عرصے میں سن ۲۰۰۰ء کو بہترین عمارت تیار ہو گئی اور عمارت کی افتتاح حضور شیخ الاسلام کے دست مبارک سے عمل میں آئی۔ اس طرح ذاتی زمین و عمارت حاصل کر لینے کے بعد اسکول تروی

ہیکل سے اسلام پور منتقل ہوا۔

فی الحال 33 کمروں پر مشتمل تین منزلہ خوبصورت عمارت دیدہ زیب ہے۔ جس میں کلاس روم کے علاوہ "سائنس لیب"، کمپیوٹر لیب" بھی ہیں۔

تعلیم: (۱) نرسری سے ہائی اسکول تک (۲) اردو میڈیم (۳) انگریزی میڈیم۔ (۴) دینیات (۵) کمپیوٹر و اسمارٹ کلاس۔

تعداد طلبہ و طالبات: 2600۔ اساتذہ و دیگر عملہ: اردو، انگریزی میڈیم دونوں ملا کر 55۔
خصوصیات: (۱) عصری تعلیم کے ساتھ دینی و اخلاقی تعلیم لازمی (۲) تعلیمی سرگرمیوں کے علاوہ کھیلوں اور کلچرل مقابلہ کا انعقاد۔

(۳) سال ۲۰۱۴ء میں 97 فی صد رزلٹ (۴) سی سی ٹی وی کیمرا کے ذریعے پورے اسکول کی نگرانی۔

مستقبل کے منصوبے: محدث اعظم مشن کالج شروع کرنا۔ آرٹس، سائنس و کامرس PU کالج۔

پتہ: محدث اعظم مشن اسکول، اسلام پور روڈ، جونی ہیلی۔ 580024

رابطہ نمبر: 0836-2209032

(۱۰) مدنی میاں کمپیوٹر ایجوکیشن اینڈ اسٹڈی سنٹر ہیلی:

مدنی میاں ایجوکیشن اینڈ چاریٹیبل ٹرسٹ کے ماتحت حضور شیخ الاسلام کی اجازت سے سال ۲۰۱۳ء کو شہر ہیلی میں کمپیوٹر کی تعلیمات عام کرنے کے لیے ایک سنٹر قائم ہوا۔ اس میں قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان دہلی مرکزی حکومت سے منظور شدہ ایک سالہ ڈپلومہ ان کمپیوٹر اپلیکیشن کورس ماہر اساتذہ کی نگرانی میں سکھایا جاتا ہے، اس کا نصاب اور سند دونوں مرکزی حکومت کے مطابق دی جاتی ہے۔

کمپیوٹر کے ساتھ ساتھ اردو زبان کی تعلیم بھی ہوتی ہے۔ اس میں مسلم و غیر مسلم طلبہ و طالبات سبھی کو یکساں تعلیم دی جاتی ہے۔ الحمد للہ اب تک ۱۵۰ طلبہ و طالبات اس کورس سے استفادہ کر چکے ہیں۔ اس کورس کے علاوہ کمپیوٹر کے دیگر کورسز اور انگلش اسپیکنگ کورس بھی شروع

www.wafasite.com

ہے۔ اساتذہ و دیگر عملہ: ۵۔ طلباء و طالبات کی تعداد ۴۹۔

پتہ: مدنی میاں کمپیوٹر ایجوکیشن اینڈ اسٹڈی سنٹر، نبی ریسڈینسی، طیب لینڈ، نزد وائٹ ٹینک، ہبلی۔ کرناٹک۔

رابطہ نمبر 0836-2267866۔

زیر اہتمام: صدر و اراکین مدنی فاؤنڈیشن ہبلی

حضور شیخ الاسلام: تنظیمی و تحریری خدمات

ڈاکٹر غلام ربانی فدا

مدیر جہان نعت ہیرور

حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین سند المتکلمین تاجدار اہل سنت حضرت علامہ الحاج سید محمد مدنی میاں دام ظلہ علیہا کی جلیل القدر دینی و علمی خدمات اپنے پورے عہد پر چھائی ہوئی ہیں۔ انہوں نے حمایت حق اور باطل کی سرکوبی کے لئے جو عظیم الشان کارنامے انجام دیئے ہیں تاریخ کا سینہ اب دن بہ دن ان کے انوار سے درخشاں اور تابناک ہوتا جا رہا ہے۔ انہوں نے جو کچھ کیا محض رضائے الہی کی خاطر نہ کہ شہرت و عزت کی خواہش اور نہ صلہ و ستائش کی کوئی ہوس۔ قلم کی نوک سے علم و فضل اور عشق و عرفان کی ایسی موسلا دھار بارش برسائی کہ ارض ہند سے لے کر جزیرۃ العرب تک کی سر زمین نم ہو گئی۔ خطابت کا یہ عالم کہ ہر دل شکر گزار اور ہر زبان مدح خواں ہو گئی۔ کائنات شعروادب کے ماہتاب اختر کچھوچھوی کے شعری آفتاب سے لفظوں کی روشنی کے لئے سائل بنے کھڑے ہیں۔ جب اسلام اور اہل اسلام کو نیست و نابود کرنے والی تحریکیں بڑے زور و شور سے برساتی مینڈکیوں کی طرح جنم لینے لگی تو آپ نے احیاء سنت کے لئے 18 اگست 1980 کو محدث اعظم مشن کے نام سے ایک عالمی تحریک کی بنیاد ڈالی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ تحریک دنیا بھر میں چھا گئی۔ اس کے علاوہ دیگر تحریکوں سے وابستگی رہی اور سرپرستی فرمائی۔ مجھے کامل یقین ہے کہ سرپرستی میں چلنے والی کئی تحریکیں ہو سکتی ہیں۔ جن کی صحیح معلومات ناچیز کو حاصل نہیں۔ یہ ایک زمینی حقیقت ہے جس سے فرار محال ہے عالم اسلام و سنیت پر سب سے زیادہ احسانات سلسلہ اشرفیہ جشتیہ بہشتیہ کے ہیں بہترین مقرر و خطیب، بے مثال مفتیان کرام و علمائے عظام، اعلیٰ درجے کے محققین، نمائندہ ادبا و شعرا غرض کہ ہر شعبہ حیات سے وابستہ مثالی افراد خانوادہ سمنان میں جنم لیتے رہے اور لیتے رہیں گے انشاء اللہ مگر مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے ہمیشہ انہیں فراموش کیا گیا حاسدین نے تاریخ مسخ کر کے پیش کرنے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی قابل غور بات یہ ہے کہ ہم اپنا سارا زور اس بات پر صرف کرتے ہیں کہ حاسدین نے سادات کچھوچھ

کو پس پردہ رکھا۔ سچ تو یہ ہے کہ جتنا ذمہ دار حاسدین اتنے ہی عاشقین بھی۔ کیا ہم نے کبھی دانشوران و اہل علم و ادب اور عوام الناس کے سامنے ایسا تعارف سادات کچھو چھ پیش کئے جس طرح کرنے کا حق تھا؟ آج تک ہم وابستگان سلسلہ اشرفیہ نے اپنے مشائخ کی خدمات عالیہ جلیلہ پر کتنے سیمینار کئے؟ کتنے کتابیں شائع کی؟ کتنے لوگوں تک پیغام اشرفی کو پہنچایا؟ تاریخ و خدمات کو کس طرح محفوظ کئے؟ سچ تو یہ ہے کہ اس تساہلی کا شکار ہم ہی رہے۔ آج یہی کاہلی ہمارے لئے حقیقت کا ایک کڑوا گھونٹ بن گئی ہے۔ ذیل میں کچھ تنظیمیں و تحریکیں جن کی سرپرستی قبلہ حضور شیخ الاسلام نے فرمائی درج ذیل ہیں۔

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ نے آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کی داغ بیل ڈالی جس کی خدمات نمایاں ہیں المختصر ۱۹۶۱ء کے بعد تنظیمی ڈھانچہ کمزور ہوتا چلا گیا پھر ۱۹۶۰ء-۱۳۸۰ھ میں جماعت رضائے مصطفیٰ نے دم توڑ دی۔ کچھ عرصہ تک کچھ سردمہری کا اثر رہا پھر نئے سرے سے جان ڈالنے کی کوشش ہونے لگی۔ ابتداً جماعت رضائے مصطفیٰ کی حیثیت ایک مقامی جمعیت کی تھی، اس جمعیت کے دو بڑے شعبے تھے۔ علمی۔ عملی۔ اس جمعیت نے دونوں پہلوؤں پر تاریخ ساز کردار سرانجام دیا۔ رفتہ رفتہ اس کی حیثیت مرکزی بن گئی، پورے برصغیر میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخیں قائم ہو گئیں۔ جماعت کی مرکزی حیثیت بن جانے پر اغراض و مقاصد اور قواعد و ضوابط میں تبدیلی ناگزیر ہو گئی۔ جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشاۃ ثانیہ کے لئے ۱۴ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۳ھ - ۳ اکتوبر ۱۹۶۳ء کو مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی کی سرپرستی، اور برہان ملت مفتی برہان الحق جبل پوری کے زیر اہتمام آستانہ عالیہ سلامیہ جبل پور پر کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں دوبار جماعت کی تاسیس ہوئی۔ اور حسب ذیل دفعات کا اضافہ کیا گیا۔

۱۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی دائمی سرپرستی پر حضور مفتی اعظم بریلوی فرمائیں

گے۔

۲۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ سارے ہند کی کل مقامی، ضلعی، صوبائی، اور کل ہند جملہ تنظیموں کی نگرانی اور جماعت رضائے مصطفیٰ ہوگی۔ ہندوستان کی ساری سنی تنظیمیں اور جماعتیں کل ہند جماعت مبارکہ کے تحت رہیں گی۔

۳۔ مختلف سنی تنظیموں کے باہمی اختلاف کی شکل میں کل ہند جماعت مبارکہ کی حیثیت ثالث اور حکم کی ہوگی۔

۴۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کی تنظیم حسب ذیل ہوگی۔

• (۱) ہر شہر میں دارالافتاء قائم کرنا۔

(ب) ہر شہر میں دارالقضاء قائم کرنا۔

(ج) ہر جگہ مکاتب و مدارس اسلامیہ قائم کرنا۔

(د) ہندوستان کے ہر مفتی شہر، اور قاضی کا تعلق کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ سے

ہوگا۔

۵۔ کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کا انتخاب ہر پانچ سال بعد ہوا کریگا۔

۶۔ کل جماعت رضائے مصطفیٰ کا مرکز دفتر بریلی ہی میں زیر نگرانی مفتی اعظم رہے گا

۷۔ ریلیف کمیٹی، مرکز جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی کی زیر نگرانی، ترمیم و تبدیل کے

کل اختیارات سرپرست و صدر کل جماعت رضائے مصطفیٰ کو حاصل رہیں گے۔

۸۔ ریلیف کمیٹی مرکز جماعت رضائے مصطفیٰ کے علاوہ اور کوئی ریلیف کمیٹی قائم نہ

ہوگی۔

۹۔ ریلیف کمیٹی جماعت رضائے مصطفیٰ کا کوئی انتخاب نہ ہوا کریگا۔ بلکہ سرپرست

و صدر کل جماعت رضائے مصطفیٰ اپنے اختیارات خصوصی سے نامزد فرمایا کریں۔ جبل پور کے اس

کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کے خصوصی اور انقلابی اجلاس سے قبل امام احمد رضا محدث بریلوی

کے عرس کے موقع پر ۲۶ صفر المظفر ۱۳۸۳ھ - ۱۸ جولائی ۱۹۶۳ء کو کل جماعت رضائے مصطفیٰ کا

مرکزی انتخاب عمل لایا گیا۔ جس میں حضور مفتی اعظم بریلوی سرپرست، مفتی برہان الحق جبل پوری

کو کل ہند کا صدر، اور مولانا ابوالوفا فیضی غازی پوری کو ناظم منتخب کیا گیا تھا۔ بعدہ اجلاس جبل پور

میں بقیہ عہدیداروں کا انتخاب عمل میں آیا۔

☆ نائب صدر اول۔۔۔۔۔ حضور شیخ الاسلام علامہ مولانا مدنی میاں اشرفی جیلانی کچھوچھوی۔

☆ نائب صدر دوم۔۔۔۔۔ مفتی رفاقت حسین، احسن المدارس کانپور۔

☆ ناظم اعلیٰ۔۔۔۔۔ مولانا علی محمد دھوراجی، راج پیلا بھڑوچ۔

☆ نائب ناظم۔۔۔۔۔ عبدالصمد مجنون جبل پوری۔

☆ نائب ناظم و خازن۔۔۔۔۔ سید حمایت رسول رضوی جامع مسجد بریلی

(۱) علاوہ ازیں متعدد جلیل القدر علماء کو کل ہند جماعت رضائے مصطفیٰ کو ورکنگ کمیٹی

کا ممبر نامزد کیا گیا۔ اس طرح حضور مفتی اعظم بریلوی کی سرپرستی میں جماعت رضائے مصطفیٰ کی نشاۃ ثانیہ نے اسلامیان ہند کی مذہبی، قومی، اسلامی ضرورت کو پورا کر دیا۔

اس وقت جماعت رضائے مصطفیٰ کو اپنے ممد و تعاون سے نوازنے والے اکابر علماء

کے اسمائے گرامی:

۱۔ حضور مولانا شاہ سید اسماعیل حسن میاں برکاتی، سجادہ نشین سرکار مارہرہ مطہرہ

۲۔ تاج العلماء حضرت مولانا سید محمد میاں قادری، سرکار کلاں مارہرہ مطہرہ

۳۔ حضرت مولانا مفتی شاہ محمد عبدالسلام رضوی جبل پوری

۴۔ صدر الشریعہ حضرت مولانا مفتی محمد امجد علی رضوی اعظمی

۵۔ صدر الافاضل مولانا حکیم سید محمد نعیم الدین مراد آبادی

۶۔ ملک العلماء حضرت مولانا محمد ظفر الدین رضوی بہاری

۷۔ صدر العلماء مولانا رحمہ الہی منگلوری

۸۔ حضرت مولانا محمود جان رضوی جام جودھ پوری

۹۔ استاذ العلماء حضرت مولانا حسنین رضا خاں بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلی

۱۰۔ برہان ملت مفتی برہان الحق رضوی جبل پوری

۱۱۔ حضرت مولانا امام الدین کوٹلی لوہاران پنجاب

۱۲۔ حضرت مولانا سید محمد آصف رضوی قادری کانپوری

۱۳۔ مولانا محمد عرفان علی رضوی بیسلی پوری

۱۴۔ مولانا قاضی ابوالکمال محمد اشہد الدین مراد آبادی

۱۵۔ قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین احمد القادری مہاجر مدنی

۱۶۔ مولانا قاضی محمد قاسم سیال کوٹی

۱۷۔ حاجی مفتی جلال الدین لاہوری

مذکورہ بالا حضرات میں وہ شخصیات بھی ہیں جو اپنے عہد کے جید عالم، فقیہ النفس مفتی، نکتہ رس مدبر، اثر انگیز مناظر و واعظ اور سیاسی بصیرت کے حامل تھے۔ ان متذکرہ اکابر علما و مشائخین کو حضور شیخ الاسلام کی تجربہ علمی و سیاسی بصیرت، تنظیم و تحریکی قابلیت پر کامل اعتماد تھا۔

جماعت رضائے مصطفیٰ پر حضور محدث اعظم اور شیخ الاسلام کا بہت بڑا احسان ہے

۔ حضرت مولانا ذاکر حسین راج محلی لکھتے ہیں

جماعتی نظم و نسق سے متعلق جو کچھ بھی ہوتا رہا اس میں حضرت مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمہ) اور حضرت محدث اعظم ہند رضی اللہ عنہ کی رائے حرف آخر سمجھی جاتی، اور ہر مجلس مشاورت کی پوری کاروائی حضرت محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ کے استصواب و استفسار پر معلق کر دی جاتی، عوام اہل سنت اچھی طرح جانتے ہیں اعظمین (محدث اعظم، مفتی اعظم) کے تعلقات و روابط کس قدر مضبوط و مستحکم تھے۔ حضور محدث اعظم کے انتقال پر ملال کے بعد جماعت کے نظم و ضبط کے حوالے سے برصغیر میں حضور مفتی اعظم کو اپنے نائب کی حیثیت سے حضور شیخ الاسلام سے بہتر کوئی نہ لگا۔

جماعتی نظم و نسق سے متعلق جو کچھ بھی ہوتا رہا اس میں حضور مفتی اعظم اور حضور شیخ

الاسلام کی باہمی رضامندی ہی سے طے پاتا۔

ہندوستان سے باہر خصوصاً یورپ میں جماعت رضائے مصطفیٰ کا علمبردار اگر کوئی پہنچا تھا تو وہ حضور شیخ الاسلام کی شخصیت تھی۔ آپ نے یورپ میں جماعت رضائے مصطفیٰ قائم کی نیز اسی جماعت نے حضور شیخ الاسلام کے خطبات کی اہم کتاب خطبات برطانیہ شائع کی۔

اس جماعت کی رگوں میں سادات کچھو کچھ کا خون دوڑ رہا ہے۔ مگر احسان فراموشی کے اس دور میں حضور محدث اعظم اور حضور شیخ الاسلام کی خدمات کو فراموش کر دیا گیا۔ حال ہی

میں جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے تعارف پر چہ نظر سے گزرا۔ ستم ظریفی اور تعصب کہ مقالہ مگر حضور شیخ الاسلام کے نام مبارک کو صرف ”مولانا مدنی کچھوچھو“ پر ہی اکتفا کیا۔

الجمیعة الاشرفیہ:

الجمیعة الاشرفیہ اپنے وقت کی ایک اہم سیاسی و تعلیمی، فلاحی و دینی تحریک تھی۔ جس کی خدمات نمایاں ہیں۔ الجمیعة اور جماعتِ رضائے مصطفیٰ کے ماتحت بے شمار اجلاس اس تنظیم کے زیر اہتمام ہوئے۔ حضور محدث اعظم ہند کی کرناٹک میں آمد کے ساتھ متعدد شاخیں قائم تھیں۔ ایک عرصہ تک اس تنظیم کی سربراہ کی حیثیت سے حضور شیخ الاسلام کی وابستگی رہی۔ اس کی شاخیں شہر ہبلی اور بلگام اور بلاری وغیرہ میں بھی قائم تھیں۔

محدث اعظم مشن:

ابتداءً عرض کر چکا ہوں کہ 1980 میں حضور شیخ الاسلام نے محدث اعظم مشن کی بنا ڈالی، ضرورت وقت کی وجہ سے مشن کی شاخیں پورے ہندستان میں پھیل گئیں

مشن کے قیام کی پالیسی و مقاصد یہ ہیں

تنظیم اہل سنت و تبلیغ و حمایت مذہب و ترویج علوم اہلسنت و جماعت و تدابیر ترقی فلاح و صلاح اہلسنت و حسن انتظام ادارے تعلیمی وغیرہ۔ علوم دینیہ و دنیویہ کی تصنیفات قدیم و جدید کا دارالکتب و دارالمطالعہ قائم کرنا، اور نافع کتب و رسائل و جرائد کا حسب ضرورت نشر و اجرا کرنا اور فنون و صنائع کا ان کے ماہرین سے تعلیم دلانا۔ نشر و تبلیغ مذہب اہلسنت و جماعت کے وسائل کا حاصل کرنا اور ان سے کام لینا۔ اشاعت مذہب اہلسنت و جماعت دیہات و شہر میں کرنا۔ مسلمانوں میں باہمی اتحاد اور درمیاں برادران اہلسنت خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کی کوشش کرنا۔ مذہبی دارالعلوم کو ایسے شاہراہ ترقی پر چلانا کہ اس کی دینی و دنیوی مکمل تعلیم و تربیت اہلسنت و جماعت میں قرون اولی کے سلف صالحین کا نمونہ پیدا کرے اور دیہات میں مدارس جاری کرنا۔ سنن و شعائر اسلام کے اجرا اور بدعات و سننات کے ابطال و امحاء کی سعی کرنا۔ تحصیلات و قصبات دیگر بلاد و شہر میں مشن قائم کرنا۔ مساجد و اوقاف اہلسنت و جماعت کا انتظام کرنا اور ان کو صحیح

مصارف کے لئے محفوظ کرنا۔ اغراض مندرجہ بالا کے واسطے سرمایہ فراہم کرنا اور مختلف شعبہ جات قائم کرنا اور مقاصد مشن کی تکمیل کے لئے رضا کاران مرتب کرنا اور ان کو اس کی تعلیم و تربیت دینا۔

• الغرض مشن اپنی 45 سالہ حیات میں اپنے مقاصد میں کامیابی و کامرانی کے ساتھ ترقی شاہراہوں پر گامزن ہے، یہ سب حضور شیخ الاسلام کی دوراندیشی محنت شاقہ اور ریاضت ہی کا نتیجہ ہے کہ مشن کے ماتحت سینکڑوں دینی مدارس و عصری درس گاہیں جنم لے چکی ہیں جو قوم و ملت کے نو نہالوں کو سجانے سنوارنے منہمک ہیں۔ ہر سطح و ہر شعبہ حیات میں محدث اعظم مشن اپنے کامیابی کے پرچم گاڑتی نظر آ رہی ہے۔ نائب سجادہ نشین آستانہ محدث اعظم حضرت سید حسن العسکری کی شکل میں مشن کو ایک نئی روح و تازگی و جفاکش رہبر قائد و مصلح دستیاب ہے۔ تقریباً پچاس ہاسٹیل عوام الناس کی طبی خدمات میں مصروف ہے۔ احیائے اسلام و فروغ سنیت کے لیے گر جا گھروں کو خرید کر مسجد میں تبدیل کر رہی ہے۔ حضور شیخ الاسلام کی تمام خدمات میں سب نمایاں و منفرد خدمت مشن کا احیاء، اس کا ارتقاء، اس کی تعمیری و تشکیلی ڈھانچہ ہے۔

سنی جمعیۃ العلما

سنی جمعیۃ العلما کی سرپرستی حضور محدث اعظم ہند فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سید العلماء کے دستِ راست سمجھے جاتے تھے۔ حضور محدث اعظم کی رحلت کے بعد حضور شیخ الاسلام نائب صدر مقرر ہوئے۔ ایک عرصہ تک اپنی دوراندیشی، فکر و تدبیر کے ذریعے اس تنظیم کو چار چاند لگا دئے۔ انتشارِ اہل سنت کی بنا پر یہ تنظیم بھی اپنے دوراندیش قائد سے محروم ہو گئی۔

تحریک دعوت اسلامی کی تائید:

تحریک دعوت اسلامی کے لیے تنقیدی و خدماتی جائزہ تقریباً تیس سال پیشتر حضور شیخ الاسلام نے پیش فرمایا تھے۔ یہ وہ دور تھا جب اچھے اچھے بھی دعوت اسلامی کی خدمات سے کما حقہ آشنا نہ تھے۔ مدبرزماں حضور شیخ الاسلام نے جو خطوط متعین فرمائے تھے اگر سنجیدگی سے اس پر ذمہ داران تحریک غور و فکر کے بعد عمل پیرا ہوتا تو زمانے کے کئی نشیب و فراز سے بچ جاتے۔

مدنی فاؤنڈیشن

مدنی میاں عربک کالج ہبلی جو شیخ الاسلام کا اپنا ادارہ ہے، اور اس کے فارغین کی تعداد

سینکڑوں میں ہے، یہ تنظیم فارغین مدنی میاں عربک کالج کی ہے، مولانا شمس الدین صاحب قاضی صاحب کی کوششوں سے اس کی بنیاد حضور شیخ الاسلام نے 2007 میں رکھی۔ اس تحریک کے اغراض و مقاصد میں اہم مقصد علماء اہل سنت خصوصاً خانوادہ اشرفیہ کی کتب کی اشاعت و بیداری ملت، تعلیمی و فلاحی خدمات ہیں۔ یہ تحریک اپنے زرین اصول کے ساتھ حضور شیخ الاسلام کی سربراہی و سرپرستی میں منزل مقصود کی جانب رواں دواں ہے درجن بھر سے زائد کتب اشاعت اردو، کنڑا انگریزی میں شائع کر چکی ہے اور حضور محدث اعظم مخدوم الملت مفسر و مترجم قرآن حضرت سید محمد کچھوچھوی کا نایاب قصیدہ معراجیہ شائع کرنے کا سہرا بھی اسی کے سر جاتا ہے۔ اس تنظیم کی خدمات کسی اور وقت کے لیے اٹھار کھتے ہیں۔

اس کے علاوہ اور بھی تنظیموں اور تحریکوں سے حضور شیخ الاسلام کی وابستگی رہی۔ جیسے شیخ الاسلام ٹرسٹ (گجرات) الجمعۃ الاشرفیہ آل انڈیا تبلیغ سیرت، آل انڈیا سنی جمعۃ العلماء وغیرہ۔ نہایت تلاش و جستجو کے بعد بھی الجمعۃ الاشرفیہ کی تفصیلات حاصل نہ ہو سکی۔ یقیناً یہ تمام تنظیمیں اس بات پر فخر کنناں ہیں کہ انہیں قائد و سربراہ، بانی کی حیثیت سے ایک عظیم مدبر مفکر و راندیش شخصیت ملی۔

تمام تنظیموں میں سب سے اہم تنظیم محدث اعظم مشن و شیخ الاسلام ٹرسٹ ہے، ایک بات صاف طور سے واضح کر دوں کہ اگر کوئی شخص یہ سوچتا ہے کہ محدث اعظم مشن ملک بھر کی بے شمار دینی و فلاحی تنظیموں میں سے ایک اور تنظیم کا اضافہ ہے تو وہ سخت اندھیرے میں ہے۔ غوث اعظم کا صدقہ، مخدوم پاک کی کرامت، محدث اعظم کے فیضان، حضور شیخ الاسلام کی فکر کا نام محدث اعظم مشن ہے۔

تبصرہ بر مقالہ ”نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس از حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں“

محمد ثاقب رضا قادری

مرکز الاولیاء لاہور- پاکستان

برادر م غلام ربانی فدا کے پیہم اصرار پر نہایت قلیل مدت میں یہ چند سطور تحریر کیں، کماحقہ، نظر ثانی بھی نہیں کر سکا۔ اگر مزید وقت میسر ہوتا تو یقیناً اس مضمون کے مندرجات میں مزید بہتری لائی جاسکتی تھی۔ اللہ کریم شرف قبول بخشے۔ و ما توفیقی الا باللہ

برصغیر پاک و ہند میں فقہ انکار ختم نبوت کی تخم ریزی انگریزوں کے ایماء پر چند زرخیز مولویوں نے کی۔ اولیاء کرام کی فیض یافتہ سرزمین پر یہ کام اتنا آسان تو نہ تھا کہ ایک شخص اٹھ کر بلا جھجک دعویٰ نبوت کرتا اور لوگ اس کے پیروکار ہو جاتے۔ لہذا ان بکاؤ مولویوں نے دعویٰ نبوت کے لیے سازگار ماحول بنانے کے لیے یہ پالیسی اختیار کی کہ پہلے پہل توحید کی آڑ لے کر لوگوں کے ذہنوں میں ان برگزیدہ ہستیوں (یعنی انبیاء و اولیاء) کے مقام و مرتبہ کو کم کیا جائے چنانچہ مولوی اسماعیل دہلوی نے ”تقویۃ الایمان“ اور ”صراط مستقیم“ جیسی بدنام زمانہ کتب تحریر کیں۔ ان دونوں کتب میں کہیں نبی کی تعظیم ”بڑے بھائی کی سی“ قرار دی گئی تو کہیں ”گاؤں کے چودھری“، جتنی، کہیں نماز میں نبی کے خیال کو برا قرار دیا گیا تو کہیں انبیاء و اولیاء کو ”ذرۃ ناچیز“ سے بھی کم تر لکھا گیا، کہیں اختیارات پر بحث کرتے ہوئے انبیاء و اولیاء کے بارے یوں لکھا گیا کہ وہ کسی چیز کے مالک و مختار نہیں تو کہیں شفاعت کا انکار کیا گیا۔ اور پھر اسی کتاب میں نظریہ ختم نبوت پر ان الفاظ میں ضرب لگائی گئی:

”اس شہنشاہ کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم گن سے چاہے تو

کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبرئیل اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی برابر پیدا کر

www.wafasite.com

ڈالے۔“ (تقویۃ الایمان مصنفہ شاہ اسمعیل دہلوی، ص: ۳۵ مطبوعہ مطبع
مرکٹنائل پرنٹنگ، دہلی)

اسمعیل دہلوی نے اس عبارت کے ذریعہ حضور ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی
نظیر کو ممکن قرار دے کر نظریہ ختم نبوت پر براہ راست حملہ کیا چنانچہ علماء اہل سنت نے اس کتاب کا
بھرپور رد کیا اور شاہ اسمعیل دہلوی سے کئی مناظرے بھی کیے اور بالآخر تکفیر بھی کی گئی۔ ان علماء میں
علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ عبد المجید قادری بدایونی، شاہ فضل رسول بدایونی اور شاہ مخصوص اللہ
دہلوی کے نام سرفہرست ہیں۔ بالخصوص علامہ فضل حق خیر آبادی نے اسمعیل دہلوی کا رد کرتے
ہوئے ”تحقیق الفتوی فی ابطال الطغوی“ تحریر کی اور پھر امکان نظیر کے رد میں ایک مستقل کتاب
”امتناع النظیر تحریر فرمائی۔

بعض محققین کے نزدیک تقویۃ الایمان ۱۲۳۵ھ/ ۱۸۲۰ء میں لکھی گئی۔ ہم نے اپنے
اس مقالہ میں فتنہ انکار نبوت کی تاریخ کو چار ادوار میں تقسیم کیا ہے جن میں سے پہلا دور تقویۃ
الایمان کی تصنیف ہے جس میں نظریہ امکان نظیر کو پیش کیا گیا۔

دوسرا دور: مسئلہ امکان نظیر اور اثر ابن عباس

فتنہ انکار ختم نبوت کے دوسرے دور میں امکان نظیر کے مسئلہ کو اثر ابن عباس کی بنیاد پر
پیش کیا گیا چنانچہ اس حوالہ سے ہمارے مرحوم دوست شہید بغدادی شیخ اسید الحق قادری بدایونی رحمۃ
اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

”مسئلہ امکان نظیر کے سلسلہ میں سب سے پہلے اثر ابن عباس کو میاں نذیر حسین
دہلوی نے ۱۲۸۰ھ/ ۱۲۸۴ھ کے درمیانی عرصہ میں پیش کیا۔ (دیکھیے افادات
احمدیہ از حافظ بخاری مولانا سید عبدالصمد سہسوانی، ص: ۴ مطبع الہی آگرہ
۱۲۸۶ھ)

اس کے بعد میاں نذیر حسین دہلوی کے شاگرد میاں امیر حسن سہسوانی نے ”افادات
تراہیہ“ کے نام سے سولہ صفحات کا ایک رسالہ لکھا جو ان کے ایک شاگرد مولانا تراب علی خانپوری

کے نام سے ۱۲۸۶ھ/۱۸۶۹ء میں میرٹھ سے شائع ہوا۔ اس رسالہ میں میاں امیر حسن سہوانی نے اثر ابن عباس کو بنیاد بناتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چھ امثال (ہم شکل و ہم مثل) دیگر طبقات زمین میں بالفعل موجود و متحقق ہونے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بعد اثر ابن عباس کے تعلق سے نفیاً و اثباتاً سند و متن، صحت و ضعف اور نقل و عقل کے اعتبار سے بحث و تجسس کا دروازہ کھلا، درجنوں رسائل تحریر کیے گئے، مناظرے ہوئے، جواب اور جواب الجواب لکھے گئے۔ اس طرح تقریباً چوتھائی صدی تک یہ اثر اہل علم کے درمیان موضوع بحث بنا رہا۔ بالآخر یہ سلسلہ تحذیر الناس کی تالیف اور پھر اس کے مصنف کی تکفیر تک دراز ہو کر اپنے منطقی انجام تک پہنچا۔“ (ماہ نامہ جام نور، دہلی جولائی ۲۰۰۸ء، ص: ۵۳)

تیسرا دور: تحذیر الناس کی تالیف اور خاتم النبیین کے معانی سے بالتصریح انکار

پروفیسر ایوب قادری کے بقول تحذیر الناس مطبع صدیقی بریلی سے ۱۲۹۰ھ / ۱۸۷۳ء میں پہلی بار طبع ہوا۔ اس رسالہ کا سبب تالیف مولوی احسن نانوتوی کا استفتاء بنا جو انہوں نے مولوی قاسم نانوتوی کو اثر ابن عباس کی وضاحت کے متعلق بھیجا تھا۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی قاسم نانوتوی اثر ابن عباس پر اپنی فلسفیانہ مویشگافیوں کی بجائے اسناد یا متن پر تحقیق کر کے اس کی صحت کو جانچتے لیکن تعجب ہے کہ جناب ”قاسم العلوم والخیرات“ نے اس جانب توجہ مبذول نہیں کی اور محض فلسفہ بگاڑتے چلے گئے۔ خاتم النبیین کے معنی آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال قرار دیا (تحذیر الناس: ۳) بلکہ بالصراحت تحریر کر دیا؛

”اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں یا بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا

جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں فرق نہ آئے گا۔ (تحذیر الناس،

حاشیہ بر صفحہ ۱۳)

مزید صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:

”بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا

خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔“

www.wafasite.com

صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے:

”اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہوتا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجیے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے۔“

اس رسالہ کی اشاعت سے پورے ہندوستان میں شور برپا ہو گیا اور چوں کہ اس رسالہ میں ختم نبوت کے مسلمہ معانی کا انکار پایا جاتا تھا لہذا علماء کرام نے مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر کرنا شروع کر دی۔ مولانا محمد شاہ پنجابی نے مولوی قاسم نانوتوی سے مناظرہ بھی کیا جس کا مفصل حال ”ابطال اغلاط قاسمیہ“ میں درج ہے۔ یونہی اس رسالہ کے رد میں کئی علماء نے قلم اٹھایا چنانچہ اس ضمن میں جن کتب تک ہماری رسائی ہو سکی ان کے اسماء درج ذیل ہیں:

۱۔ ابطال اغلاط قاسمیہ

۲۔ تنبیہ الجہال بالہام الباسط المتعال مولفہ حافظ بخش صاحب آنولوی مطبوعہ

۱۲۹۱ھ

۳۔ حسام الحرمین علی منخر الکفر والمین مولفہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی

۴۔ فتاویٰ بے نظیر

تحدیر الناس کے معاملہ میں صرف مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے مولوی قاسم نانوتوی کی موافقت کی۔ (الافاضات الیومیہ، ج ۵، ص: ۲۹۶ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان) چنانچہ تحدیر الناس مطبوعہ کتب خانہ رحیمیہ دیوبند کے نسخہ میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے دستخط موجود ہیں لیکن بعد ازاں مولانا عبدالحی فرنگی محلی بھی مولوی قاسم نانوتوی کی تکفیر کے قائل ہو گئے۔ (مطالعہ بریلویت، ج ۳، ص: ۳۰۰) ابطال اغلاط قاسمیہ پر مولانا عبدالحی کے تصدیقی دستخط اس بات کا ثبوت ہیں حالانکہ اس سے قبل مولانا اثر ابن عباس کی تائید میں دو مستقل رسالے تصنیف کر چکے تھے جن کے نام درج ذیل ہیں:

۱۔ الایات النبیین علی وجود الانبیاء فی الطبقات

www.wafasite.com

۲۔ دافع الوسواس فی اثر ابن عباس

چوتھا دور: مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت

تقریباً پون صدی کی تنگ و دو کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے تدریجاً (یعنی پہلے مناظر، مصلح، مبلغ، مجدد، مہدی، مثیل مسیح) نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ یہاں یہ بات بھی پیش نظر ہے کہ قادیانی اپنے دفاع میں اکثر تحذیر الناس کو پیش کرتے ہیں حتیٰ کہ پاکستان کی قومی اسمبلی نے جب قادیانیوں کو کافر قرار دیا تو وہاں بھی دوران کارروائی قادیانیوں نے اپنے دفاع میں اسی کتاب کو پیش کیا۔

نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس مصنفہ حضور شیخ الاسلام سید محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ

العالی

قارئین کرام نے فتنہ انکار ختم نبوت کی مختصر تاریخ کا جائزہ لیا اب ہم یہاں حضور شیخ الاسلام جانشین محدث اعظم ہند سید محمد مدنی میاں اشرفی مدظلہ العالی کے تحقیقی مقالہ ”نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس“ کے بارے چند تعارفی سطور تحریر کر رہے ہیں چنانچہ پیش نظر مقالہ حضور شیخ الاسلام کے مجموعہ مقالات کے حصہ اول میں شامل ہے اور یہ مقالہ الگ سے کتابی صورت میں گلوبل اسلامک مشن (یو ایس اے) کے اہتمام سے اکتوبر ۲۰۰۴ء اور پھر دسمبر ۲۰۰۷ء میں شائع ہو چکا ہے۔ نیز حال ہی میں ماہنامہ الحقیقہ (پاکستان) کے ”تحفظ ختم نبوت نمبر“ کی جلد اول میں صفحہ ۳۶۶ سے ۳۹۹ تک موجود ہے۔ جبکہ پہلی مرتبہ یہ واقع مقالہ ماہنامہ المیزان نے شائع کیا۔

اس مقالہ کی ابتدا میں حضور شیخ الاسلام نے لفظ ”خاتم النبیین“ کے مفہوم کو مستند تفاسیر و احادیث کی روشنی میں بیان کیا ہے چوں کہ تحذیر الناس میں اور بعد ازاں مرزا قادیانی نے خاتم النبیین کے من گھڑت معانی بیان کر عوام کو دھوکا دینے کی کوشش کی تھی۔ اس ضمن میں حضور شیخ الاسلام نے تفسیر قرطبی، تفسیر طبری، جلالین، نیشاپوری، کبیر، تفسیر ابوسعود، مدارک، روح المعانی، ابن کثیر، روح البیان، معالم التنزیل، خازن، تفسیر احمدی (ملا جیون)، تفسیر غریب القرآن (علامہ ابوبکر سبحانی) اور پھر مولوی محمد شفیع دیوبندی کی کتاب ہدیۃ المہدیین سے ”خاتم النبیین“ کے معنی

www.wafasite.com

”آخری نبی“ ہونا ثابت کیا ہے۔ نیز اس ضمن میں حضرت امام اعظم کے عہد کا ایک واقعہ بھی نقل فرمایا ہے جس کو ہم قارئین کے استفادہ کے لیے نقل کر رہے ہیں چنانچہ حضور شیخ الاسلام لکھتے ہیں:

”امام اعظم کے عہد میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوت کی نشانیاں پیش کروں۔ تو حضرت امام اعظم نے فرمایا جس نے بھی اس سے اس کی نبوت کی علامت طلب کی وہ کافر ہو گیا۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرما چکے ہیں کہ لانی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (ص: ۱۹) مطبوعہ گلوبل اسلامک مشن، یو ایس اے)

اس کے بعد خاتم النبیین کے مفہوم کی مزید وضاحت کے لیے قبلہ شیخ الاسلام نے بارہ احادیث سے استدلال فرمایا اور درج ذیل پانچ امور کا اثبات فرمایا:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ یہ عوام کا خیال نہیں بلکہ یہی رسول اکرم ﷺ کا ارشاد اور اسی پر صحابہ و تابعین و جمیع علمائے دین کا اعتقاد ہے۔

۲۔ تاخر زمانی کی فضیلت کا ادراک غیر نبی کے لیے ممکن نہیں۔ البتہ اس قدر فضیلت واضح ہے کہ جو آخری نبی ہوگا، لازمی طور پر اس کی شریعت آخری شریعت ہوگی اور اس قدر کامل و مکمل ہوگی کہ مزید تکمیل کا سوال نہ ہوگا اور اس کی نبوت کا دائرہ کار تمام کائنات کو محیط ہوگا۔ وہ کسی ایک قوم یا محدود زمانے کا نبی نہ ہوگا بلکہ قیامت تک اس کی عظمت و شوکت کا پرچم لہراتا رہے گا اور صرف نبی ہی نہیں بلکہ رسول بھی ہوگا جس کی رسالت رسالت عامہ ہوگی، وہ اگر ایک طرف سارے عالم کے لیے نذیر ہوگا تو دوسری طرف سارے عالم کے لیے ہادی کامل اور رحمت مجسم بھی ہوگا۔

۳۔ جب ایک نبی کے لیے ظاہری طور پر تاخر زمانی میں اس قدر فضیلتیں ہیں تو پھر وکن رسول اللہ و خاتم النبیین کو اوصاف مدح میں رکھتے ہوئے اور اس مقام کو 'مقام مدح' قرار دیتے ہوئے بھی خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہی ہے۔

۴۔ خاتم النبیین کا معنی آخر الانبیاء لینے سے نہ تو خدائے تعالیٰ پر زیادہ گوئی کا وہم ہوتا ہے اور نہ رسول کریم ﷺ کی قدر و منزلت میں کمی کا احتمال اور نہ ہی کلام الہی پر بے ارتباطی کا الزام

۵۔ خاتم النبیین کا ایسا معنی بتانا کہ اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔ قرآن کریم کے ثابت شدہ اجماعی مفہوم کو بدلنے کی شرم ناک کوشش ہے جس کا کفر ہونا اظہر من الشمس ہے۔

اس کے بعد قبلہ شیخ الاسلام نے اثرا بن عباس کا تحقیقی جائزہ لیا ہے اور اس کے مفہوم ظاہری سے چار احتمالات بیان کرنے ان کا رد کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہے۔ نیز یہاں یہ وضاحت بھی فرمائی ہے کہ آخری نبی سے یہ مراد ہرگز نہیں کہ حضور کو نبوت سب سے آخر میں دی گئی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ اپنے ظہور میں سب انبیاء کے بعد ہیں اور نبوت سے تو آپ کو اس وقت سرفراز کیا گیا تھا جب کہ کسی نبی کا وجود نہ تھا۔

مقالہ کے آخر میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

” (مولوی قاسم نانوتوی نے) اپنی کتاب تحذیر الناس میں لفظ خاتم النبیین میں تاویل فاسد کا سہارا لے کر غلام احمد قادیانی کے لیے دعویٰ نبوت کی راہ ہموار کرنے میں جو شاندار رول ادا کیا ہے اس کے لیے امت قادیان آپ کی بجا طور پر شکر گزار ہے۔ بعض قادیانیوں کی تحریریں نظر سے گزری ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ ختم نبوت کے باب میں قادیانیوں کا موقف بالکل وہی ہے جو صاحب تحذیر الناس مولوی قاسم نانوتوی کا ہے۔ اس کا اعتراف خود مولوی قاسم نانوتوی کے بعض ہی

خواہوں نے بھی کیا ہے۔ یقین نہ ہو تو اٹھا لیجیے شبستان اردو ڈائجسٹ (نئی دہلی)
نومبر ۱۹۷۴ء کو مولوی فارقلیط کے قلم سے نکلے ہوئے یہ فقرے ملیں گے:

”بیچ بویا علما نے اور جب وہ تناور درخت ہو گیا تو اس کا پھل کھایا مرزا غلام احمد
قادیانی نے“

اس کے بعد حضور شیخ الاسلام نے تحذیر الناس مطبوعہ محمدی پرنٹنگ پریس،
دیوبند۔ جس کو کتب خانہ رحیمیہ دیوبند نے شائع کیا ہے۔ کے حواشی نقل کر کے ان کا رد کیا ہے۔
المختصر حضور شیخ الاسلام کا پیش نظر مقالہ تحذیر الناس کی کفریہ عبارات کا نہایت
مدلل رد ہے، طرز استدلال نہایت پختہ اور زبان نہایت شستہ و سہل ہے جس کے سبب عام قارئین بھی
اس سے بھرپور استفادہ کرتے ہوئے مسئلہ کی حقیقت کو جان سکتے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ کریم حضور شیخ
الاسلام کا سایہ اہل سنت پر دراز فرمائے اور مزید تحقیقی کام منظر عام پر لانے کی توفیق دے۔



شیخ الاسلام علامہ سید مدنی میاں کا زور استدلال

غلام مصطفیٰ نعیمی (مدیر اعلیٰ سوادِ اعظم دہلی)

جانشین محدث اعظم ہند، رئیس المحققین، شیخ الاسلام حضرت علامہ سید مدنی میاں دامت برکاتہم العالیہ کی ذات گرامی اس شجر سایہ دار کی مانند ہے جہاں گردش زمانہ کی سختیوں کے ستارے ہوئے افراد راحت و سکون کا احساس پاتے ہیں، جدید مسائل کے ہوشربا طوفان کے آگے جب بڑے بڑے محققین حیران و پریشان ہوتے ہیں تو شیخ الاسلام کا نام نامی کسی تازہ ہوا کے خوشنما جھونکے کی طرح ملت اسلامیہ کی پڑمردگی کو دور کرتا ہے، فکر و فن کی باریکیوں کی تہہ تک جاتے ہوئے جب اساطین علم تھکن محسوس کرتے ہیں وہاں حضرت شیخ الاسلام کا علم موجیں مارتا ہے۔ یوں حضرت شیخ الاسلام کی ہمہ جہت خوبیوں کے حامل ہیں لیکن فقیر کی محدود نگاہ میں جو چیز شیخ الاسلام کو دیگر اساطین علم سے ممتاز کرتی ہے وہ آپ کا زور استدلال ہے۔

وادی تحقیق بڑی خاردار ہوتی ہے اس لیے اکثر تحقیقات ”خشکی“ کا شکار ہو جاتی ہیں مگر شیخ الاسلام کی تحریروں میں یہ عنصر دور دور تک نظر نہیں آتا۔ آپ کی تحریر دل نشیں انداز میں عوام و خواص کی دل و دماغ میں اتر جاتی ہیں۔ ع

ہیں اور بھی دنیا میں سخن ور بہت اچھے

کہتے ہیں کہ غالب کا ہے انداز بیاں اور

چونکہ وقت کی قلت دامن گیر ہے اس لیے حضرت شیخ الاسلام کی زیادہ تصنیفات سے استفادہ کا موقع نہیں مل سکا۔ حضرت کی صرف ایک کتاب ”مقالات شیخ الاسلام“ اس وقت میرے پیش نظر ہے، جو آپ کے مختلف اوقات میں تحریر کیے گئے مضامین کا مجموعہ ہے اسی کتاب کے اقتباسات کی روشنی میں حضرت شیخ الاسلام کا زور استدلال واضح کرنے کی ادنیٰ سی کوشش ہے۔

اندازِ استدلال:

عام طور پر ہر قلم کار اپنی تحقیقات کے اثبات میں استدلالاً ان چیزوں کا خیال رکھتا

ہے۔ تمثیل، روایات، منقولات، محاورات اور فہم مخاطب وغیرہ۔ لیکن ان سب کا بر محل استعمال یہ عطائے خداوندی ہوتا ہے۔ اور حضرت شیخ الاسلام کی تحریروں میں ان ساری چیزوں کا استعمال بہت خوبصورت طریقے پر کیا گیا ہے۔ چند مثالیں حاضر ہیں:

جماعت اسلامی سے وابستہ ایک تعلیم یافتہ خاتون نے آپ کی بارگاہ میں تین سوال بھیجے اور ان کا جواب چاہا جن میں سے ایک اہم سوال یہ ہے:

”اسلام کا مزاج چاہتا ہے کہ اس کے ماننے والے اس کی اپنی حکومت قائم کریں۔ کیوں کہ غیر اسلامی نظام میں مکمل اسلام پر عمل ہی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً۔۔۔ نہ چور کا ہاتھ کاٹا جاسکتا ہے اور نہ حدود جاری کی سکتی ہیں، نہ سود سے بچا جاسکتا ہے، نہ جہاد کیا جاسکتا ہے، وغیرہ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ ۱۳۰۰ سال سے اسلام اپنے رنگ و روپ میں زمین کے کسی حصے میں نہ موجود

تھا اور نہ اب ہے، اس کو تاہی کا ذمہ دار کون ہے یا یہ اسلام ہی کا نقص تو نہیں؟“ گہری نگاہ سے اس سوال پر نظر ڈالیں اور محسوس کریں کہ اس خاتون نے کس قدر پریشان کن سوال پوچھا ہے۔ سوال کے پس منظر میں یہ بات صاف عیاں ہے کہ سائلہ کی نگاہ میں یہ بات تو ہے کہ دنیا کے نقشے پر بے شک ۵۰ سے زائد مسلم حکومتیں ہیں مگر ان میں اسلامی نظام قائم نہیں ہے، اور سائلہ اس بات کو بھی جانتی ہے کہ خلافت راشدہ کے بعد اسلام کا نظام منہاج نبوت پر قائم نہیں رہ سکا۔

اس ایک چھوٹے سے سوال میں اعتراضات کے انبار پوشیدہ ہیں، اور ایک سوال کے ضمن میں کئی دیگر سوال منہ کھولے کھڑے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام اپنی خداداد قوت کے مظاہرہ کرتے ہوئے بطور تمہیدیوں تحریر فرماتے ہیں:

”اسلام کسی ملکی، شہری، خانگی، بیرونی، مجموعی یا انفرادی نظام زندگی کا نام نہیں بلکہ یہ ان اٹل، بے بدل اور غیر متبدل قوانین الہیہ کا نام ہے جس کا امین و محافظ صحیفہ ربانیہ یعنی قرآن کریم ہے اور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی سنت کریمہ

ہے۔ ہاں بلاشبہ یہ قوانین اپنے اندر ایسی جامعیت رکھتے ہیں کہ ملکی شہری، خانگی و بیرونی، مجموعی و انفرادی اور دنیوی و اخروی زندگی کا واحد علاج ہیں۔ (مقالات شیخ الاسلام ص ۶۳)

اس تمہید ہی سے یہ بات سمجھ میں آ جاتی ہے کہ اسلام محض کسی نظام حکومت کا نہیں بلکہ قوانین الہیہ کا نام ہے جو ہمیشہ تبدیل ازمنہ سے محفوظ رہیں گے۔ کوئی بھی صاحب خرد یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ مسلمانوں کی پسپائی سے اسلام پسپا ہو گیا ہے۔ مسلمانوں کی تمام تر ہزیمتوں کے باوجود یہ امر مسلم ہے کہ اسلام آج بھی دنیا کے کونے کونے میں اپنی اصل شکل میں نہ صرف موجود ہے بلکہ سب سے زیادہ پرکشش اور سب سے زیادہ قبول کیا جانے والا مذہب ہے۔ اس کا مطلب صاف ہے کہ مسلمانوں کی پسپائی سے اسلام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔

شیخ الاسلام آگے فرماتے ہیں کہ ”اگر نام نہاد مسلمان مختلف گروہوں اور ٹولیوں میں تقسیم ہو گئے ہیں تو یہ انہیں نام نہاد مسلمانوں کی تقسیم ہے، اسلام کی تقسیم نہیں۔“ اپنی بات کو مدلل کرتے ہوئے آپ نے دو آیات اور ایک حدیث پیش کی ہے ہم صرف حدیث پاک کو نقل کرتے ہیں:

حضرت امیر معاویہ فرماتے ہیں کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ آپ نے فرمایا ہمیشہ ایک گروہ رہے گا جو امر دین و شریعت کو برپا کرے گا، ایسے کو نہ تو اپنوں کا عدم تعاون نقصان پہنچا سکے گا اور نہ مخالفین کی مخالفت۔۔۔ یہاں تک کہ قیامت قائم ہو اور وہ گروہ اسی حال پر قائم رہے۔ (متفق علیہ)

اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں ”ارشاد نبوی نے واضح فرما دیا کہ ہر دور میں ایک ایسی مقدس جماعت کا وجود رہے گا جو صحیح معنوں میں اسی اسلام کی حامل ہوگی اور اسی اسلام کی ترویج و اشاعت میں مصروف و منہمک رہے گی جس کی تعلیم قرآن و حدیث نے دی ہے۔ آج اسلامی حکومت دنیا کے کسی حصے میں نہیں ہے، لیکن اسلام دنیا کے ہر گوشے میں موجود ہے اور یہ حقیقت اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ اسلامی حکومت کچھ اور ہے، دین اسلام کچھ اور۔۔۔

آگے آپ نے سائلہ کے مزاج کے مطابق ایک سوال قائم کیا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر ساری دنیا میں اسلام عام ہو جائے کفر بالکل نہ رہے، برائی کا نام و نشان بھی رہے تو کیا اس وقت یہ اعتراض کیا جائے گا کہ اب جہاد کرنا، چوری پر ہاتھ کاٹنا، تہمت پر کوڑے لگانا جیسے قوانین پر عمل کیسے کیا جائے؟

دیکھا کس آسانی کے ساتھ شیخ الاسلام نے سائلہ کے سارے شکوک و شبہات کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ثابت کیا یہ آپ کے زور استدلال کی خاصیت ہے۔

ختم نبوت پر زور استدلال:

ختم نبوت ضروریات دین میں سے ہے، اس کا ماننا ہمارے عقائد کا جزو لاینفک ہے اور اس کا انکار صریح کفر ہی و کفر ہے۔ لیکن اس عقیدہ پر خیر قرن ہی سے شب خون مارنے کا آغاز ہو گیا، جب مسیلمہ کذاب نامی ملعون نے ختم نبوت پر ڈاکہ دالنے کی کوشش کی مگر یار غار، افضل البشر بعد الانبیاء حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اس فتنے کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا۔ مگر روپ بدل بدل کر کسی نہ کسی زمانے میں یہ فتنہ جنم لیتا رہا اور ہر دور میں نبی ہاشمی کے وفادار اس فتنے کی سرکوبی فرماتے رہے۔ ۱۴ ویں صدی کے پر آشوب دور میں ایک بار اس فتنے نے سراٹھایا اور اس بار اس فتنے نے غلام احمد قادیانی کا روپ اختیار کیا لیکن امام احمد رضا اور دیگر علمائے اہل سنت نے اس فتنے کو سرا بھارنے نہ دیا مگر بعد میں کچھ لوگوں کو دور کی کوڑی سوچھی اور انہوں نے راستہ بدل کر ختم نبوت پر نقب زنی اور اہل اسلام کو فریب دینے کی ناکام کوشش کی مگر! ع

ہم کوتو ہر حجاب میں آتے ہو تم نظر

دھوکہ وہ کھائے جو تمہیں پہچانتا نہ ہو

ایسی ہی ایک کوشش دیوبندی جماعت کے آرگن ”الجمیۃ“ کے سابق ایڈیٹر عثمان فارقلیط نے شبستان اردو ڈائجسٹ (نومبر ۱۹۷۴ء) میں شائع ایک مضمون میں کی۔ جس میں ختم نبوت کے معنی کو بدلنے اور نئی نبوت کی راہ نکالنے کی ناروا سعی کی گئی۔ اس مضمون کا علمی رد لکھتے ہوئے حضرت شیخ الاسلام نے تحقیق کے دریا بہا دیے ہیں اور اپنے زور استدلال سے مخالفین کا ساکت

و عاجز کر دیا۔ آپ لکھتے ہیں:

یقینی باتوں کو مشکوک بنانے کا شمار اب فنون لطیفہ میں ہو چکا ہے اور اسے ریسرچ کا خوبصورت نام دیا جاتا ہے۔۔۔ ارشاد قرآنی میں مذکورہ لفظ 'خاتم النبیین' کو بے جا بحث کی سولی پر لٹکا یا جا رہا ہے اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ حضور 'خاتم النبیین' تو ہیں مگر! خاتم کا وہ معنی نہیں ہے جو آج تک سمجھا گیا ہے۔ بلکہ اس کا صحیح معنی وہ ہے جس کی بنیاد پر اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی آجائے، جب بھی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم ہی 'خاتم' رہتے ہیں'۔ (ایضاً، ص ۸۳)

اس کے بعد منکرین ختم نبوت کو ان کے منطقی انجام تک پہنچانے کے لیے آپ کا سیال قلم چلتا اور گیا علم کے موتی بکھرتے چلے۔ 'خاتم النبیین' کے معنی کو تفاسیر و احادیث کی روشنی میں ثابت کرنے کے لیے آپ نے درج ذیل کتب کے اقتباس بطور حوالہ بیان فرمائے۔

۱، تفسیر قرطبی۔ ۲، تفسیر طبری۔ ۳، تفسیر جلالین۔ ۴، تفسیر نیشاپوری۔ ۵، تفسیر کبیر۔ ۶، تفسیر ابوسعود۔ ۷، تفسیر مدارک۔ ۸، تفسیر روح المعانی۔ ۹، تفسیر ابن کثیر۔ ۱۰، تفسیر روح البیان۔ ۱۱، تفسیر معالم التنزیل۔ ۱۲، تفسیر خازن۔ ۱۳، تفسیر احمدی (ملا جیون)۔ ۱۴، تفسیر غریب القرآن۔

لفظ خاتم کی تین قرائتیں:

ان ۱۴، مستند و معتبر تفاسیر کے حوالے درج کرنے کے بعد شیخ الاسلام تحریر فرماتے ہیں:

'خاتم النبیین' کو قاریوں نے تین طرح سے پڑھا ہے۔

۱۔ خاتم النبیین (اسم آلہ) بر وزن 'عالم' یعنی جس سے کسی کو جانا جائے۔ اسی طرح 'خاتم' جس سے کسی چیز کو چھپایا جائے۔

۲۔ 'خاتم النبیین' (اسم فاعل) یعنی تمام نبیوں کا آخر۔

۳۔ 'ختم النبیین' (فعل ماضی) یعنی حضرت پر تمام نبیوں کا خاتمہ ہوا۔ مذکورہ بالا قرائتوں میں سے کسی بھی قرائت کو اختیار کیا جائے پیغمبر اسلام پر سلسلہ نبوت کا خاتمہ لازم آتا ہے۔ حتیٰ کہ خاتم (مہر) قرار دینے کی صورت میں بھی۔ اس لیے

کہ مہر کسی چیز کو ختم کر دینے کے بعد ہی کی جاتی ہے کہ اب اس ملفوف اور محدود شے میں کوئی اپنی طرف سے اضافہ نہ کر سکے۔ (ایضاً، ص ۹۶)

کتب تفاسیر اور طرق قرأت سے اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے بعد آپ نے اس موضوع پر ۱۲، احادیث سے استدلال فرما کر منکرین ختم نبوت کے تار و پود بکھیر دیے۔

حاشیہ نشیں بھی گرفت میں:

مولانا قاسم نانوتوی کی رسوائے زمانہ کتاب 'تخذیر الناس' پر ہنگامہ مچنے کے بعد اس پر حاشیہ لگایا گیا۔ یہاں ہم اصل کتاب کی ایک عبارت اور اس پر لگایا گیا حاشیہ پیش کرتے ہیں۔

'اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا' (ص ۳۵)

تخذیر الناس کی اس عبارت پر یہ حاشیہ لگایا گیا

'بالفرض آپ کے بعد بھی کوئی نبی فرض کیا جائے تو بھی خاتمیت محمدیہ میں فرق نہ آئے گا' (ص ۱۳، بر حاشیہ)

اس پر گرفت کرتے ہوئے شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ

'آخر کون سی لغت ہے جس میں 'پیدا ہو' کو ترجمہ 'فرض کیا جائے' تحریر ہے۔ پیدا ہونا اور ہے، فرض کیا جانا اور۔ دونوں کے اثرات و نتائج بالکل الگ الگ ہیں۔۔۔ مثلاً۔۔۔ اگر بالفرض حاشیہ نگار صاحب کے گھر میں کوئی بچہ پیدا ہو، تو وہ صاحب اولاد کہلائیں گے۔ لیکن اگر بالفرض ان کے گھر میں کوئی بچہ فرض کر لیا جائے تو وہ اولاد کے لاولد ہی رہیں گے'۔

غرض کہ حضرت شیخ الاسلام کی کسی بھی تحریر کو دیکھ لیں اس میں زور تحقیق کے ساتھ اعلیٰ درجے کا استدلال نظر آئے گا جس کے آگے مخالف کی تمام راہیں مسدود ہو جاتی ہیں اور قاری نفس مسئلہ کو بخوبی سمجھ لیتا ہے۔ موجودین اکابر علماء میں حضرت شیخ الاسلام اپنے اسی وصف خاص کی بنیاد پر سب سے منفرد نظر آتے ہیں۔

شیخ الاسلام مخلص و بے لوث خادم دین

مولانا نثار احمد مصباحی

صدر المدرسین مدنی میاں عربک کالج ہبلی

شیخ الاسلام والمسلمین رئیس المحققین حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ مدظلہ العالی ان مومنین کاملین میں سے ہیں جن کے قلوب مزی و مصطفیٰ ہوتے ہیں علائق و عرواض ان کے دلوں کے قریب بھی نہیں بھٹکتے۔ اللہ عزوجل اور رسول اکرم ﷺ کی سچی محبت دل میں بسی ہے اعمال و کردار میں اخلاص واللہیت کا عنصر پایا جاتا ہے تزکیہ نفس و تصفیہ قلب اللہ تبارک و تعالیٰ وہ عطیہ ہے جو اس کی محبت میں سرشار رہنے والے کو عطا ہوتا ہے صحبت عرفاء و اولیا سے حاصل ہوتا ہے۔

المختصر شیخ الاسلام تزکیہ و تصفیہ قلب میں عطیہ الہی بھی ہے اور اہل عرفان کی صحبت بابرکت کا اثر بھی ہے، مرشد کامل شیخ المشائخ نبیرہ اعلیٰ حضرت، مجدد سلسلہ اشرفیہ، حضور اشرفی میاں علیہ الرحمہ الشاہ سید مختار اشرف اشرفی جیلانی قدس سرہ کی نظر بھی ہے اور آپ کے والد گرامی مخدوم المملت رئیس المتکلمین امام المناظرین سید محمد محدث اعظم ہند قدس سرہ کی عنایت توجہ بھی ہے۔

جب ہم شیخ الاسلام کی حیات کے درخشاں و تاباں گوشوں کو دیکھیں اور پڑھیں تو بے ساختہ کہہ اٹھیں گے کہ یہ مخلص فی الدین ہیں۔ آپ سے جن کو ملاقات کا شرف حاصل ہوا یا صحبت میں بیٹھنا نصیب ہوا وہ چہرہ دیکھ کر ہی کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ و رسول سے محبت رکھنے والے کا چہرہ ہے اور جن کو صحبت نہ ملی ہو آپ کی تصانیف پڑھ کر آپ کی تقاریر سن کر کہہ دے گا کہ ان تحریرات و تقاریر سے عشق رسول کی خوشبو محسوس ہوتی ہے۔

آپ کی عبادات و ریاضات، نشست و برخواست، جلوت و خلوت، خطاب و تکلم، رفتار و گفتار، تحریر و تقریر، تفسیر قرآن عظیم و تشریح احادیث نبی کریم ﷺ، سوالات و جوابات، فقہ، فتاویٰ، رشد و ہدایت کے اسفار، حمایت مذہب اہل سنت والجماعت سب حدیث رسول ﷺ

www.wafasite.com

تین باتوں میں کسی سچے مسلمان شخص کو خیانت نہیں کرنا چاہئے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خلوص نیت کے ساتھ عمل کرنا، حکام مسلمین کو نصیحت کرنا، اور مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا۔

حضور شیخ الاسلام کی تفسیر قرآن کریم سید التفاسیر المعروف بہ تفسیر اشرفی، الاربعین الاشرفی، محبت رسول، تصدیق جبرئیل امین، انما الاعمال بالنیات، اسلام کا تصور الہ اور مودودی صاحب، اسلام کا نظریہ عبادت اور مودودی صاحب، دین اور اقامت دین وغیرہ درجنوں کتب و رسائل کا عمیق مطالعہ کرتے جائیں جگہ جگہ اخلاص وللہیت کے گل تر نظر آئیں گے۔ خدمت دین میں اخلاص وللہیت بے لوث دعوت و تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ آپ شہرت پسندی اور نام و نمود سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ مثال کے طور پر ریاست گجرات کے ضلع بھروچ کے قصبہ واگھرا میں ایک تاریخی عظیم الشان انٹرنیشنل محدث اعظم کانفرنس ہوئی جس میں کثیر تعداد میں خانوادہ اشرفیہ وغیرہ کے سادات عظام اور کئی صوبہ ہند کے مشائخ کرام ہندو بیرون ہند کے مشاہیر خطباء و علماء شعرا و ادباء، مداحان خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ مریدین و معتقدین پورے ملک سے شیخ الاسلام کی زیارت و ملاقات اور شرف دیدار سے مشرف ہونے کی غرض سے اتنی تعداد میں جمع ہوئے کہ ایسا مجمع شاید آج تک نہ دیکھا گیا ہو۔ ۵ لاکھ سے زائد مجمع تھا۔

حضرت سید قاسم اشرف اشرفی جیلانی صاحب قبلہ اپنے خطبہ استقبالیہ میں فرماتے ہیں: ذمہ داران کانفرنس اور معتقدین آپ کے پچاس سالہ جانشینی کا پورا پورا حق ادا کرنے اور بہترین دینی ولی، علمی و روحانی، فلاحی و سماجی خدمات انجام دینے کی وجہ سے آپ کو چاندی سے تولنے کا ارادہ ظاہر کیا اور اصرار کرنے لگے لیکن آپ نے قبول نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا جس کام میں نام و نمود کی بوہو وہمیں پسند نہیں، منتظمین نے عرض کیا ہم اس کی رقم پیش کریں گے آپ اسے قبول فرمائیے یا محدث اعظم مشن کو عطا کر دیں، حضرت نے فرمایا جو چیز میں اپنے لیے پسند نہیں کرتا وہ اپنی تنظیم کے لیے بھی پسند نہیں کرتا۔

اس پیشکش کو ٹھکرانے کی وجہ کیا ہے؟ یہ کہ اس سے شہرت پسندی کی بو محسوس ہو رہی تھی۔ جسے آپ نے قطعاً پسند نہیں فرماتے۔

آپ کے انکار نے یہ بھی ظاہر کر دیا سجادہ نشینی کے امور کی انجام دہی ہو یا دینی خدمات۔ نام و نمود، شہرت کے لیے نہیں کیا بلکہ اللہ اور رسول کی خوشنودی کے لیے کیا ہے۔ ویڈیو کے جواز اور ٹی وی کے استعمال پر مشروط جواز کا فتویٰ کئی دہائیوں قبل دیے۔ اس فتوے کے بعد کئی لوگ ٹی وی پر ایسے ویسے کیسے کیسے بن گئے مگر واہ رے شان مدنی۔ کبھی بھی خود ٹی وی کے پردے پر نظر نہیں آئے۔

ذمہ داران کیوٹی وی نے حضور شیخ الاسلام سے رابطہ کئے اور بھرپور کوشش کئے کہ حضور شیخ الاسلام اپنا کچھ پروگرام یا انٹرویو Qtv سے عوام المسلمین کے پیش فرمائیں لیکن آپ نے اس پیشکش کو قبول کرنے سے انکار فرمایا۔

ایک اور ٹی وی چینل بنام ”مدنی چینل“ کا آغاز ہوا۔ ہر ممکن کوشش کی کہ ایک بار انٹرویو دیں مگر حضرت اس نام و نمود سے دور ہی رہے۔

ذاتِ شیخ الاسلام بچپن ہی سے نام و نمود کی پراوہ کیے نہ شہرت کی کوئی چاہ رکھی۔ صلہ و ستائش کی کبھی امید رکھی نہ کبھی طلب کی۔

جو ذاتِ ستودہ صفات بچپن سے شہرت سے دور رہی کیسے ممکن تھا ان پیشکش کو قبول کرتے۔

اسی اخلاص و للہیت کا ثمرہ ہے کہ آپ دنیا سے بے رغبت نظر آتے ہیں، ڈاکٹر طارق سعید صاحب جو گھر کے آدمی ہیں اور شیخ الاسلام کو قریب سے جانتے ہیں لکھتے ہیں

”لاکھوں چاہنے والوں کا یہ فقیر منش انسان جسے دنیا مدنی میاں کے نام سے جانتی

ہے احد صمد پروردگار نے اسے دنیا سے بے نیاز و مستغنی کر دیا ہے جہاں بسیرا ڈال

دیا وہ جگہ اس کا گھر اور مکان ٹھہرا خدا اپنے نیک بندوں پر مہربان ہوتا ہے تو یہ

کہنے کی ضرورت نہیں پڑتی کہ

میرے خدا تو مجھے اتنا معتبر کر دے

میں جس مکان میں رہتا ہوں اس کو گھر کر دے

www.wafasite.com

سچ تو یہ ہے کہ اس پوری زمیں پر مدنی میاں کے پاس کوئی مکان یا گھر (شرعی یا قانونی لحاظ سے) ہے ہی نہیں،

واقعی دنیا سے بے رغبتی اور تقویٰ اللہ کے محبوب ہونے اور لوگوں میں محبوب ہونے کا ذریعہ ہے۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے

سہل ابن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوئے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ مجھے ایسا عمل بتا دیجئے کہ اگر میں اسے کروں تو اللہ تعالیٰ بھی مجھے محبوب رکھے اور لوگ بھی محبوب رکھیں آپ نے فرمایا دنیا میں تقویٰ اختیار کرو اور لوگوں کے مال کے جانب رغبت نہ کرو تجھے لوگ محبوب رکھیں گے۔

آپ کی بے نفسی و بے رغبتی عوام خواص سب پر عیاں ہے۔ آپ کی خطابت کا شہرہ ہندو پاک ہی میں نہیں بلکہ برطانیہ، ہالینڈ، فرانس، بلجیم، شمالی امریکہ، کناڈا تک ہے اور شہنشاہ خطابت آپ کا موزوں خطاب ہے لیکن کسی ملک کے کسی جلسہ میں مدعو کئے گئے ہوں نہ تو آپ نے کبھی کچھ طے کیا نہ پہلے سے کچھ مطالبہ کیا نہ کوئی شکایت۔

کرناٹک کے مشہور شہر ہبلی میں جہاں آپ کا قائم کردہ عظیم الشان ادارہ مدنی میاں عربک کالج ہے اس ادارہ کے حالات کا جائزہ لینے یا سالانہ جلسہ دستار بندی میں تشریف لائیں ہوں یا اس ادارہ کے قیام سے پہلے آپ کا تبلیغی دورہ ہو جو کچھ آپ کی خدمت میں اہل عقیدت پیش کرتے ہیں آپ نہ اسے گئے نہ لفافہ کھولے بلکہ کئی بار تو ایسا ہوا کہ جہاں آپ کا قیام ہوا اہل خانہ ہی کے ذمہ کر دیتے ہیں۔

اسی طرح تفسیر اشرفی کا معاوضہ نہ رائٹی کی کوئی فرمائش۔ اور اپنی تصنیف خدمات کا بھی کبھی معاوضہ نہ لیے۔

www.wafasite.com

آخر اس بے لوث خادم دین متین کی قربانیوں کا تذکرہ کیسے کریں جس نے سب کچھ اللہ کے لئے وقف کر دیا ہو۔

حضور شیخ الاسلام اخلاص کا پیکر

مفتی نور محمد حسنی قادری

پورنپور پبلی بھیت

رب قدیر کا ارشاد پاک ہے

(ترجمہ) تم بہتر ہو ان سب امتیوں میں جو لوگ میں ظاہر ہوئیں بھلائی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے منع کرتے رہو۔

قرآن میں اللہ نے اپنے نیک صالحین بندوں کو اچھائی عام کرنے اور برائی کو روکنے کا حکم دیا۔ مذکورہ آیت مقدسہ کی روشنی میں ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ، متکلم و محدث جامع معقولات و منقولات، ادیب شہیر، مفسر و فقیہ، ادیب و محقق بحر علوم تحقیق شیخ الاسلام والمسلمین آقائی مولائی سیدی حضور علامہ سید محمد مدنی میاں صاحب قبلہ کی وہ مبارک ذات ہے جو مذکورہ آیت کریمہ پر عمل پیرا نظر آتی ہے۔ حضور شیخ الاسلام دور طالب علمی سے لے کر اب تک خدمت دین متین میں مصروف رہے ہیں۔ آپ کا ذوق مطالعہ اس قدرت ہے اس کا اندازہ ڈاکٹر طارق سعید صاحب کی تحریر سے بخوبی معلوم ہوتا ہے زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ بیان کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا شفیق جو نپوری اردو شعریات میں اپنا ایک اہم مقام رکھتے ہیں ذی علم شخصیت کے مالک تھے ان کے بھائی نے ایک عظیم الشان کتب خانہ سجا رکھا تھا ایک نایاب اس ذخیرے کی زینت تھی مولانا فضل امام جو مولانا فضل حق خیر آبادی کے والد بزرگوار تھے۔ علم منطق میں طاق تھے ان کی ایک شرط کے ساتھ کہ کتاب کا مطالعہ کتب خانے میں کیا جائے مطالعہ کتب شوقین مدنی میاں کے لئے یہ شرط خاص اہمیت نہیں رکھتی تھی انہوں نے لائبریری میں دو سے ڈھائی گھنٹہ روزانہ بیٹھنے کا فیصلہ کیا۔ اور

طے کیا کہ کیوں نہ یہ کتاب نقل کر کے ہمیشہ کے لئے اپنے پاس محفوظ کر لی جائے طویل نشستوں کا تین دن تک سلسلہ چلا کہ مستقبل کے لئے اس عالم منطق و فلسفہ کو برادر زادہ شفیق نے کتاب ہی حوالے کر دی اور کہا کہ اگر مجھے آپ کے اس درجہ اشتیاق کی خبر پہلے ہوتی تو آپ کو اتنی زحمت نہ اٹھانی پڑتی۔ علم دوست اس پندرہ سالہ طالب علم نے تیسرے دن عربی زبان میں لکھی ادق منطقی کتاب کو یہ کہہ کر لوٹا دیا کہ جناب یہ کتاب بطور مخطوطہ میرے پاس محفوظ ہوگئی اس کتاب کی نقل کتب خانہ محدث اعظم میں شاید موجود ہو۔ لیکن اصل نسخہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی کے سینے کی امانت ضرور ہے۔ (محدث اعظم نمبر جام نور)

حضور شیخ الاسلام کی مبارک اور مقدس ذات پاک بچپن سے لے کر اب تک مذہب اسلام کے فروغ اور نصرت و حمایت میں صرف ہوئی۔ حضور شیخ الاسلام اگرچہ کافی ضعیف ہو گئے ہیں مگر اسلام کی ترویج و اشاعت کا جذبہ اب بھی جواں ہے آپ 79 سال کے ہو گئے ضعیف و نقاہت کے بعد بھی تفسیر اشرفی قلمبند فرما کر امت مسلمہ کو ایک عظیم تحفہ عنایت فرمایا۔ اللہ حضور شیخ الاسلام کو سلامت رکھے اور آپ کا علمی دنیا میں فیضان جاری و ساری رہے۔

حضور شیخ الاسلام کے محاسن اخلاق

حضور شیخ الاسلام جس طرح علم و تحقیق میں بے مثل و بے مثال ہیں اسی طرح اخلاق اور مہمان نوازی میں آپ کا مقام بہت اعلیٰ ہے کہ لوگ سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ اپنے وقت کے شیخ الاسلام ہوتے ہوئے اس قدر عاجزی کہ انا کا شبہ بھی نظر نہیں آتا۔ ضعیف و نقاہت کے اس عالم میں بھی عوام و خواص سے خندہ پیشانی کے کرم فرماتے نظر آتے ہیں

راقم نے حضور شیخ الاسلام کو غالباً 2002ء میں دیکھا ہوگا جب میں اور میرے چھوٹے بھائی مفتی ساجد حسنی صاحب قادری، مولانا عبدالعظیم عابد قالین آبادی جب حضرت کے گھر گئے تو ماشاء اللہ خندہ پیشانی کے ساتھ دست بوسی کا شرف بخشا۔ میں یہ محسوس کر رہا تھا کہ حضرت اپنی زبان پاک سے اللہ کی ضرب لگا رہے ہیں میں یہ روحانی منظر دیکھ کر بہت دم بخود رہ گیا۔ جماعت اہل سنت کے عظیم قلم کار جو میرے مخلص دوست اور ساتھی بھی ہیں ابھی حال ہی میں فون پر بات ہوئی

تو فرمانے لگے کہ حضور مدنی میاں صاحب قبلہ ملاقات کا شرف حاصل ہوا اور ایسی ملاقات کہ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اتنے عظیم محقق و فقیہ اور مشہور و معروف خانقاہ کے سجادہ ہیں صرف مصافحہ ہو جائے یہی کافی ہے مگر جب حضرت سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا تو میں خلوص کی تمام خصوصیات کو آپ کی ذات پاک میں یکجا پایا۔ دست بوسی کے بعد حضرت نے خلافت و اجازت سے نوازا اور خوب دعائیں دیں میں نے عرض کیا حضور کچھ وظائف کی بھی اجازت فرمادیں تو حضور نے فرمایا ”مولانا میں نے تمہیں اسی میں سب کچھ دے دیا۔ سبحان اللہ“

آپ کی ذات ایک ہمہ گیر شخصیت ہے آپ کے سامنے اصاغر تو اصاغرا کا برین زمانہ بھی خمیدہ سر نظر آتے ہیں۔

حضور شیخ الاسلام کی علمی و تحقیقی گہرائی و گیرائی

جہاں تک فقیر کا محاسبہ ہے کہ ہر خانقاہ میں اختلاف رہتا ہے کوئی نہ کوئی بات تحریر و تقریر اور قول و فعل سے سننے کو ملتی رہتی ہے مگر راقم نے کبھی بھی حضور شیخ الاسلام کی تقریر و تحریر، گفتگو میں کسی خانقاہ یا کسی شیخ پر طنز کرتے نہ دیکھا نہ سنا اور نہ پڑھا۔ ایک مرتبہ حضور قائد ملت حضرت سید محمود اشرف اشرفی جیلانی، جناب نعیم اشرفی صاحب (پور پور پبلی بھوت) کے مکان پر تشریف لائے ہوئے تھے حضرت سے ملاقات کے لئے راقم اور برادر اصغر مفتی ساجد حسنی قادری حاضر ہوئے دست بوسی کا شرف حاصل کیا پھر ناشتہ کے لئے حضرت نے اپنے قریب میں ہی جگہ عنایت فرمائی، گفتگو کے دوران حضرت فرمانے لگے کہ حالات حاضرہ میں حضور سید محمد مدنی میاں نے فتویٰ ٹی وی پر دینی پروگرام کا دیا آج وہ لوگ بھی عمل کر رہے ہیں جو آپ کی مخالفت میں کپڑے پھاڑ رہے تھے حضرت نے فرمایا مولانا سید محمد مدنی میاں نے ٹی وی کو خود جائز قرار نہیں دیا بلکہ اپنی تحقیق و رائے ہندو پاک علماء و مفتیان کرام کے پاس بھیجا اکثر حضرات نے اتفاق رائے کی مگر شیخ الاسلام کو اس طرح بدنام غیر شرعی، غیر اخلاقی، غیر انسانی فعل ہے۔

حضور شیخ الاسلام کا اندازِ مثال بے مثال

قاری محمد یوسف اشرفی نظامی، ڈانڈیلی۔

فاضل جامعہ نظامیہ حیدر آباد، رتلنگانہ۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے جس طرح تاجدارِ اہل سنت حضور شیخ الاسلام رئیس المحققین حضرت علامہ مفتی سید محمد مدنی اشرفی جیلانی دامت برکاتہم العالیہ کچھوچھ شریف کو بے شمار خوبیوں سے نوازا ہے وہیں پر رب ذوالجلال نے حضور شیخ الاسلام کو خطابت کا ملکہ کا بھی عطا فرمایا ہے ’’چونکہ مثالوں کا بیان مقتضائے حکمت اور مضمون کو دل نشین کرنے والا ہوتا ہے اور فصحاء عرب کا دستور ہے‘‘۔ حضور شیخ الاسلام اپنے خطابات میں عموماً مثالوں کے ذریعہ سے بڑے سے بڑے مسئلہ کو حل فرماتے ہیں خصوصاً عقائد کے متعلق سمجھنے میں جو دشواری پیش آتی ہے اس کو آپ اپنے فن سے بڑی آسانی سے سمجھا دیتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہو مثال کے ذریعہ سمجھانا خود رب کعبہ کا طریقہ ہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں کئی ایک مقامات پر مثالوں کے ذریعہ سے سمجھایا ہے جیسے اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

17

ترجمہ: ان کی کہاوت اسکی طرح ہے جس نے آگ روشن کی تو جب اس سے آس پاس سب جگمگا اٹھا اللہ تعالیٰ ان کا نور لے گیا اور انہیں اندھیرپوں میں چھوڑ دیا کہ کچھ نہیں سوچتا۔

یہ ان کی مثال ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ ہدایت دی یا اس پر قدرت بخشی پھر

انہوں نے اس کو ضائع کر دیا اور ابدی دولت کو حاصل نہ کیا ان کا مال حسرت و

افسوس اور حیرت و خوف ہے۔ اس میں وہ منافق بھی داخل ہیں جنہوں نے

www.wafasite.com

اظہارِ ایمان کیا اور دل میں کُفر رکھ کر اقرار کی روشنی کو ضائع کر دیا اور وہ بھی جو
مؤمن ہونے کے بعد مرتد ہو گئے اور وہ بھی جنہیں فطرتِ سلیمہ عطا ہوئی اور دلائل
کی روشنی نے حق کو واضح کیا مگر انہوں نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا اور گمراہی اختیار
کی اور جب حق سننے، ماننے، کہنے، راہِ حق دیکھنے سے محروم ہوئے تو کان، زبان،
آنکھ سب بے کار ہیں۔ (خزائن العرفان)

اور ایک دوسری مثال دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے
إِنَّ اللَّهَ لَا يَسْتَحْيِي أَنْ يَضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوضَةً فَمَا فَوْقَهَا (سورہ بقرہ: 26)
ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اس سے حیا نہیں فرماتا کہ مثال سمجھانے کو کیسی ہی چیز کا ذکر فرمائے مچھر ہو یا اس
سے بڑھ کر۔

اور احادیث طیبہ میں بھی آقا کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مثالوں کے ذریعہ
سے اپنے صحابہ کو اعمال کی طرف ترغیب دلائی ہے جیسے کہ سرکارِ دو عالم خود مثال دیتے ہوئے فرماتے
ہیں

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَرَأَيْتُمْ لَوْ أَنَّ
نَهْرًا بِبَابِ أَحَدِكُمْ يَغْتَسِلُ مِنْهُ كُلَّ يَوْمٍ خَمْسَ مَرَّاتٍ، هَلْ يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ؟
قَالُوا: لَا يَبْقَى مِنْ دَرَنِهِ شَيْءٌ. قَالَ: فَذَلِكَ مَثَلُ الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ. يَمْحُو اللَّهُ بِهِنَ
الْخَطَايَا. (۱-مسلم فی السنن، کتاب: الساجد، باب: المشی إلى الصلاة ثم یحیی به الخطایا وتزفغ به
الدرجات-۲-والترمذی فی السنن، کتاب: الامثال عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باب: مثل الصلوات
الخمس)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے فرمایا: بتاؤ! اگر تم میں سے کسی کے دروازے پر ایک دریا ہو جس میں وہ ہر روز پانچ
مرتبہ غسل کرے تو کیا اس (کے بدن) پر کچھ میل باقی رہے گا؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض
کیا: اس (کے بدن) پر بالکل میل باقی نہیں رہے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: پانچ

نمازوں کی مثال بھی ایسی ہے، اللہ تعالیٰ ان کے سبب (بندے کے سارے) گناہ مٹا دیتا ہے۔
اب آئیے حضور شیخ الاسلام نے اپنے خطابات میں جو مثالوں کے ذریعہ سے مشکل
مسئلوں کو حل فرمایا ہے اس کو ملاحظہ فرمائیں۔

بشریت مصطفیٰ ﷺ سمجھاتے ہوئے حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم افرماتے ہیں

نبی سب کو آپس میں بھائی بنانے آیا ہے، خود بھائی بننے نہیں آیا ہے۔

دیکھو پہلے باپ ہوتا ہے پھر بیٹا، ایسا ہی تو ہوتا ہے۔ ایسا تو نہیں کہ پہلے بیٹا ہو
اور بعد میں باپ آئے۔ ذرا سا خیال کرو تو معلوم ہوگا کہ باپ مقدم ہوتا ہے اور
اس دنیا کی ابتداء بھی باپ سے ہوتی ہے۔ اس دنیا کی ابتداء بھی نبی سے ہوتی ہے
، پہلے باپ، پھر بیٹا یہی حال ہے پہلے نبی، پھر امتی۔ ایسا نہیں کہ امتی پہلے آجائے
اور نبی بعد میں آئے اور سنو باپ اپنے بیٹے کی ظاہری زندگی کا سبب ہے اور نبی
امتی کی دائمی زندگی کا سبب ہے۔ باپ جو زندگی دیتا ہے وہ قبر تک ختم اور نبی سے
جو زندگی ملتی ہے وہ جنت تک چلتی ہے۔ نبی دائمی زندگی دینے والا ہے۔ ایک
بات اور بتلاؤں کہ کسی کو بہت سے بیٹے ہوتے ہیں، کسی کو چار، کسی کو پانچ، چھ کسی
کو، کسی کو ایک درجن ہوتے ہیں۔ جب ایک درجن ہوئے تو ایک درجن رنگ
کے بھی ہوتے ہیں، نقشہ بھی ایک درجن ہوتا ہے، کوئی دہلا ہوگا کوئی موٹا ہوگا، کوئی
لمبا ہوگا، کوئی کالا ہوگا کوئی گورا ہوگا، مگر ہوتا کیا ہے؟ باپ تو سب کو حق برابر دیتا
ہے۔ کالے، گورے، موٹے، دبلے، سب کو آپس میں بھائی بنا دیتا ہے۔ دیکھو
باپ سب بیٹوں کو بھائی بنانے آیا ہے خود بھائی بننے نہیں آیا ہے۔ بھائی بننے نہیں
آیا ہے، بھائی بنانے آیا ہے۔ نبی کا کام یہی ہے کہ اپنی امتیوں کو چاہے حبشی ہو،
چاہے رومی ہو، چاہے عربی ہو، چاہے عجمی ہو، چاہے فارسی ہو، چاہے ہاشمی ہو،

چاہے مطلبی ہو، سب کو بھائی بنادے۔ نبی بھائی بننے نہیں آیا ہے آپ خیال کرتے چلے جائیں یہ بیٹے جو ہیں اگر مختلف ڈگریاں حاصل کریں مثلاً یہ ڈاکٹر ہو گیا، یہ انجینئر ہو گیا، یہ پروفیسر ہو گیا، یہ بی اے ہو گیا، یہ انتظامیہ کی طرف رخ کیا تو ایس پی ہو گئے، ڈی ایس پی ہو گئے، آئی جی ہو گئے، ڈی آئی جی ہو گئے، عدلیہ کی طرف گئے تو منصف ہو گئے، مجسٹریٹ ہو گئے، سشن جج ہو گئے، اگر یہ مقننہ کی طرف گئے تو ایم ایل اے ہو گئے، ایم پی ہو گئے، منسٹر ہو گئے، صدر ہو گئے، موٹی موٹی ڈگریاں حاصل کر کے سب کچھ ہو سکتا ہے، مگر اپنا باپ نہیں ہو سکتا جتنی بھی ترقی کرے بیٹے کا بیٹا ہی رہے گا۔ (خطبات حیدر آباد، صفحہ: 74.75)

نبی اور غیر نبی میں کیا فرق ہے اس کو واضح کرتے ہوئے حضور شیخ الاسلام فرماتے

ہیں

کوئی غیر نبی، نبی نہیں ہو سکتا

یہی حال ہے ایمان والوں کا۔ اگر ایمان والے ترقی کریں تو متقی ہو جائیں گے، قطب ہو جائیں گے، قطب الارشاد ہو جائیں گے، خواجہ ہو جائیں گے، غوث اعظم ہو جائیں گے، ابدال بنیں گے، اوتاد بنیں گے، تبع تابعی بنیں گے، صحابہ بنیں گے، حیدر بنیں گے، غنی بنیں گے، صدیق بنیں گے، سب کچھ بن جائیں گے، مگر نبی نہیں ہوں گے۔ مرجاؤ گے نبی نہیں بن سکتے۔ اس لئے میں کبھی کبھی پوچھ لیا کرتا ہوں نبی وغیر نبی کا فرق بتلاؤ تو کچھ لوگ محبت میں بول سکتے ہیں نبی بادشاہ غیر نبی اس کے سامنے رعایا ہے، کوئی بولا نبی کمانڈر ان چیف، غیر نبی اس کے سامنے سپاہی، نبی عالم اور غیر نبی اس کے سامنے جاہل، میں کہتا ہوں کہ تم نے سوچنے میں غیر نبی کے آداب کا کچھ لحاظ کیا پورے طور پر حقیقت نبوت نہ سمجھ سکے

www.wafasite.com

، کیوں کہ نبی وغیر نبی میں وہ فرق نہیں ہے جو جاہل اور عالم میں ہے، جو بادشاہ اور رعایا میں ہے، جو سپہ سالار اور سپاہی میں، کیوں اس لئے کہ جاہل اگر محنت کرے تو عالم ہو سکتا ہے مگر نبی! تڑپ تڑپ کر مرجائے تو بھی نہیں بن سکتا، نبی وغیر نبی کا فرق وہی ہے جو جانور اور انسان میں ہے، گدھا گدھا رہے گا، آدمی نہیں بن سکتا۔ (خطبات حیدر آباد، صفحہ: 75.76)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کو تکلیف پہنچانے والوں کے تعلق سے حضور شیخ

الاسلام فرماتے ہیں

اذیت کی مذمت

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم فرماتے ہیں مسلمان وہ ہے جس کی زبان سے اور جس کے ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہے۔ یہ زبان اور ہاتھ اذیت پہنچانے میں بہت آگے رہتے ہیں، جب کسی سے کوئی اختلاف ہوتا ہے تو پہلے زبان چلتی ہے اس کے بعد ہاتھ چلتا ہے ویسے تو کام سب ہی کرتے ہیں پیر دوڑتا ہے، منشاء یہ ہے کہ تم کسی بھی طور سے اذیت نہ پہنچاؤ نہ ہاتھ سے نہ زبان سے۔ کچھ اذیت پہنچانے کے لئے نقلیں کرتے ہیں، مذاق اڑاتے ہیں فلاں ایسا ہے فلاں ویسا ہے۔

مروان کے باپ حکم نے حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی رفتار کی نقل بنائی تھی حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے خوبصورت کس کی رفتار ہو سکتی ہے مگر خوبصورت چیز کو بھی کسی نے بطور استہزاء پیش کرے تو اس میں بھی تو بین ہے تو سرکار رسالت صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے حکم اور مروان کو مدینہ منورہ سے نکال دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا کہ تم میری نقل کرو:

www.wafasite.com

نماز پڑھو جیسا مجھ کو نماز پڑھتا ہوا دیکھو۔ نماز پڑھنے کے لئے رسول کی نقل کرنی پڑے گی۔ رسول کے قیام کی نقل، رکوع کی نقل اور سجدوں کی نقل تعدہ کی نقل ہر چیز کی نقل کرنی پڑے گی۔ معلوم ہوا کہ استہزاء والی نقل اور ہے، غلامی والی نقل اور ہے، محبت والی نقل اور ہے عداوت والی نقل اور ہے تحقیر شان والی نقل اور ہے، اتباع و اطاعت والی نقل اور ہے۔ تم کو حق نہیں ہے کہ تم کسی مسلمان کو اذیت پہنچاؤ زبان سے نہ ہاتھ سے۔

خداوند کریم کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کے تعلق سے حضور شیخ الاسلام ارشاد فرماتے

ہیں

اللہ کے دین کی نشانیوں کی تعظیم

۔ جو اللہ

کے دین کی نشانیوں کی تعظیم کرے یہی دل کا تقویٰ ہے تو ان کی تعظیم یہی خدا کی تعظیم ہے، یہاں پر ایک بات میں اور کہہ کے آسانی سے نکل جاؤں یہ خدا کی دین کی نشانی کیا ہے تاکہ یہ پتہ چلے وہ کونسی چیز ہے جس کی تعظیم خدا کی تعظیم ہے تو قرآن کریم سے ایک ضابطہ آپ نکال سکتے ہیں یہ خدا کی دین کی نشانی کیسے ہم سمجھیں گے کیا چیز خدا کے دین کی نشانی ہے۔ تو،

(سورہ بقرہ) صفا اور مروہ یہ خدا کے دین کی نشانیوں میں سے ہے۔

سارے حاجی وہاں کی زیارت کر کے آئے ہیں جائیں گے وہ دیکھیں گے یہ صفا اور مروہ کیا ہے پوچھ لیجئے کسی حاجی صاحب سے صفا اور مروہ۔ کسی پیغمبر کا نام نہیں ہے کسی نبی و رسول کا نام نہیں کسی غوث و قطب کا نام نہیں ہے صفا اور مروہ یہ دو پہاڑیاں پتھر اب جا کر آپ صفا و مروہ سے بھی پوچھ لیں زبان حال کے بولی اگر

آپ سمجھتے ہیں اور آپ معلوم کریں پتہ لگائیں کے صفا مروہ نے کتنی نمازیں پڑھیں اور کتنے چلے کئے ساری دنیا وہیں جا کے حج کرتی ہے آج اس نے ایک بھی حج نہیں کئے اور ساری دنیا وہیں جا کر سعی کرتی ہے اس نے خود اپنے اوپر سعی نہیں کیا وہیں جا کر اس کے سامنے لوگ کعبہ کا چکر لگاتے ہیں اس نے کبھی چکر نہیں لگایا پھر یہ مقام وہ خدا کے دین کی نشانی کیسے ہو گیا؟ یہ پتھر ہے پتھر مگر پوچھئے گا کسی ایسے حاجی سے واقعی جو جا کر آیا ہے۔ ایسا نہ کہ بمبئی سے واپس آ گیا ہو پتہ نہیں وہ کیا بتا دے کہ صفا کسی غوث کا نام رکھ دے اور مروہ کسی قطب کا نام رکھ دے، مجھے کسی نے ایک واقعہ سنایا تھا کہ ایک دیہات میں کوئی سیٹھ صاحب تھے اللہ نے دے رکھا تھا بہت کچھ مگر حج کا خیال نہیں کرتے تھے گاؤں والوں نے بہت اسرار کیا سیٹھ صاحب حج کر لیجئے سوچا کے چلو بمبئی تک چلتے ہیں حاجیوں کے قافلے کے ساتھ اور پھر حاجیوں ہی کے قافلے کے ساتھ واپس آ جائیں گے کسی غرض سے پانی بھر لیں گے بازار سے کھجور خرید لیں گے کہیں لمبا کرتا بنوا لیں گے اور حاجی بن کے چلے آئیں گے تو سیٹھ کسی طرح جب وہ حاجی بن کے آئے حاجیوں کے قافلے کے ساتھ گاؤں والوں نے خوب پھول بار کیا بہترین انداز سے خوش آمدید کیا مگر جو پرانے حاجی صاحب تھے انہوں ایک بات پوچھا حاجی صاحب یہ بتائے کہ حجر اسود کو بوسہ دینے کا موقع ملا؟ تو کہا ہاں حضرت اسود جو ہیں بڑے اچھے آدمی ہیں اور وہ حاجی گھبرا گیا ارے آپ آدمی کہتے ہیں وہ تو پتھر ہے تو مسکرا کر کہنے لگے نہیں حاجی صاحب جب آپ گئے تھے تو پتھر تھے اب آدمی ہو گئے ہیں بہت پہلے آپ گئے تھے۔ تو ایسے مت کہنا اُسے پوچھئے جو واقعی زیارت کر کے آ گیا ہو سوالات کرنے کی ضرورت نہیں ہے

واقعی اگر پتھر کا دیکھنا ہے تو مکہ چلو صفا اور مروہ پتھر، خانہ کعبہ پتھر، حجر اسود پتھر، مقام ابراہیم پتھر، عرفات کا میدان پتھر، منیٰ کی وادی پتھر لی وادی، غار حرا پتھر، جبل رحمت پتھر، پتھر کا مقدر دیکھنا ہو تو مکہ چلو اور یہ پتھر خدا کے دین کی نشانی یہ پتھر کیوں نہ یہ خدا کی نشانی ہے ان کی تعظیم خدا کی تعظیم بات صرف صفا و مروہ کے تعلق سے چلی ایک اللہ کے مقبول بندے کے قدموں سے نسبت ہوگئی اس کو تو آپ کیا دیکھے یہ سب نسبتوں نے انہیں یہ مقام دیدیا۔ مقام ابراہیم کو تو وہ مقام ملا تو کسی پتھر کا مقدر ایسا نہیں دکھتا حایوں کے لئے حکم ہے کہ مقام ابراہیم کو اپنا مصلیٰ بنا لو مقام ابراہیم وہی پتھر ہے نا جہاں پہ ابراہیم کھڑے تھے اور کعبہ کی تعمیر فرما رہے تھے تو پتھر وہ بلند ہوتا تھا نیچے ہوتا تھا ان کے ارادے کے مطابق تو اس پہ نشان لگ گئے حضرت ابراہیم کے قدم کے نشان اس کے اوپر تو کہا اس کو مصلیٰ بناؤ اس پورے حصے میں وہ نماز سب سے افضل ہے جو مقام ابراہیم کے پاس ادا کی جائے یعنی اس نماز سے بھی زیادہ افضل جو حطیم میں ادا کی گئی ہو، اس نماز سے بھی زیادہ افضل جو خانہ کعبہ کے اندر ادا کی جائے مقام ابراہیم یعنی کعبہ کے اندر کھڑے ہو کے نماز پڑھو تو وہ فضیلت نہ ملے اور مقام ابراہیم کے قریب پڑھو تو فضیلت ملے بات کیا ہے بات یہ ہے کہ مقام ابراہیم جو پتھر ہے اس پر حضرت ابراہیم کا نشان قدم ہے تو اپنی عبادت کو تم مقبول معظم اور بہتر فضیلت والا بنانا چاہو تو سجدہ خدا کے لئے ہو قربت نبی کے نشان قدم پہ ہو کبھی اس پتھر سے پوچھنا اے پتھر تیری سختی بہت مشہور ہے یہ کیوں نشان لے لیا، تو مومن نہیں نشان لے لے لے تو پتھر ہے پتھر، تو کتنا اچھا جواب وہ پتھر دیکھا اگر میں نبی کا نشان نہ لیتا میرا نشان کہاں سے بچتا، بتانے کا طریقہ یہی تھا کہ کتنے بھی انقلاب آجائیں

مگر میں بچار ہوں گا اس لئے کہ میں نے نشان قدم کو اپنا لیا ہے بچنے کا نشان مل گیا ہے اگر تم دنیا میں بچنا چاہو تو نبی کا نشان دل میں لگا لینا یہی ایک بچنے کی ترکیب نبی کے نشان کے قریب ہو جاؤ میں انتہا کی بات بتاؤں وہ قوم جو آثار منسوبات کی دشمن ہے وہ بھی اثر ابراہیمی کی حفاظت کر رہی ہے ذرا سا آپ خیال کریں کہ یہی تو نشان قدم تو جو چیز عظمت والے سے منسوب ہو جائے وہ باعظمت نسبت میں بڑا رنگ ہوتا ہے، نسبت میں بڑا زور ہوتا ہے

یہ چند مثالیں تھیں جن کو حضور شیخ الاسلام دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے خطابات میں بیان کیا ہے اللہ تعالیٰ حضور شیخ الاسلام کو عمر خضر عطا فرمائے اور ان کا سایہ اہل سنت پر تادیر قائم و دائم رہے آمین۔ بجاہ سید المرسلین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ واصحابہ اجمعین۔

حضور شیخ الاسلام اور اندازِ خطابت

محمد نعیم برکاتی

بن محمد سالار کپٹھال، ہبلی، کرناٹک

خطیب ایسے کہ جس کی کوئی مثال نہیں

خطا بت ایسی کہ اک اک بیان خوشبو دے

آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھو مقدسہ علم و عرفان، طریقت اور ادب و تہذیب کا ہمیشہ مرکز رہا ہے۔ کیونکہ اس خاندان کچھوچھو مقدسہ کا تعلق سلطان التارکین حضرت سید مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ سے ہے، یہ خاندان گویا ولایت کی کان ہے جس کے افق سے ہمیشہ نسلاً بعد نسل ولایت کے آفتاب طلوع ہوتے رہے۔

چنانچہ صاحب کتاب ”مرآة الاسرار“ حضرت شیخ عبدالرحمن چشتی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۰۹۴) تحریر فرماتے ہیں۔

ایک دن آپ (حضرت شیخ مخدوم اشرف سمنانی علیہ الرحمہ) خوش وقت تھے اور ایک مرید کے حق میں بخشش و نوازش فرما رہے تھے جب آپ کی نظر میر سید عبدالرازق (نور العین) پر پڑی تو فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو مکمل تجھ پر نثار کیا اور تجھ سے کوئی چیز دریغ نہیں کی اور تمہاری اولاد کے حق میں حق تعالیٰ سے یہ درخواست کی ہے کہ ہمیشہ مقبول و مسعود رہیں، اور تمہاری اولاد میں سے ہر طبقہ میں ایک رجال غیب اور مجذوب ہوگا اور وہ ایسا شخص ہوگا جس کے اندر میری حالت اُتر آئے گی (مرآة الاسرار صفحہ ۷۸-۷۷-۱۱۷)

حضور شیخ الاسلام حضرت علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی قبلہ مدظلہ النورانی بھی انہیں (حضرت میر سید عبدالرازق نور العین علیہ الرحمہ) کی اولاد میں سے ہیں۔ اسی آستانہ عالیہ

اشرفیہ کچھوچھ مقدسہ کے تعلق سے نواسہ حضور محدث اعظم ہند حضرت سید محمد قاسم اشرف قبلہ مدظلہ العالی فرماتے ہیں:

آستانہ عالیہ اشرفیہ کچھوچھ مقدسہ ہندوستان کے قدیم ترین روحانی دینی اور تعلیمی مراکز میں سے ایک ہے۔ صدیوں سے علماء نوازی، غربا پروری اور دین و سنیت کی اشاعت اس خانقاہ کی پہچان رہی ہے۔ یہاں کے مشائخ نے جہاں عوام کی دستگیری اور روحانی تسکین کا سامان کیا ہے وہیں علم و فضل سے بھی ان کا گہرا رشتہ رہا ہے۔ آج بھی یہ آستانہ علمی، فکری، روحانی، دینی و دنیاوی وسائل سے مالا مال ہے، اس کے شہزادگان و مشائخ کی ایک بڑی تعداد ہے جن میں ہر شخص اپنی صلاحیت و لیاقت کے لحاظ سے خدمت دین اور فلاح انسانیت کے کام میں مصروف ہے۔ اس وقت آستانے کی بڑی علمی شخصیت حضرت شیخ الاسلام سید مدنی میاں صاحب قبلہ کی زیر سرپرستی ملکی اور بین الاقوامی سطح پر ”محدث اعظم مشن“ نہایت بڑے پیمانے پر کام کر رہا ہے جس کے تحت ہندوستان اور دیگر ممالک کے مختلف شہروں میں طلبہ و طالبات کے لئے بہت سے جوئیر اور ہائر سکینڈری اسکول، کالج، IT کالج، اشاعتی ادارے، دینی مدارس، تنظیمی، تحریکی اور اشاعتی ادارے چل رہے ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام نے پچھلے سال کئی سالوں سے علمی و تحقیقی کام کے لئے خود کو وقف کر رکھا ہے (ماہنامہ جام نور دہلی، شمارہ مئی 42۲۰۱۰ صفحہ)

جہاں تک حضرت کا انداز خطابت کا بیان ہے ایسا مقرر میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا، آج سے تقریباً تیس سال پہلے کی بات ہے میرے عزیز و بردار طریقت خلیفہ حضور شیخ الاسلام مولانا قاضی سید شمس الدین صاحب قبلہ اکثر اپنی تقریر کے بعد مجھے پوچھتے کہ میری تقریر آپ کو کیسی لگی؟ تو میں جواب میں کہتا کہ حضور شیخ الاسلام کی تقریر کا انداز اپنا بیئے، اس پر وہ

یہی کہتے کہ ”ارے یار“ وہ تو انہیں پلایا گیا علم ہے جو انہیں ان کے والد مکرم حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ سے وراثت میں ملا ہے۔

حضور شیخ الاسلام کی اسی شان خطابت کے تحت نبیرہ رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری (علیہ الرحمہ) و مدیر ماہنامہ جام نور دہلی، علامہ خوشتر نورانی (علیگ) رقمطراز ہیں۔

سلطان التارکین حضرت شیخ مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی علیہ الرحمہ اور سادات کچھوچھو مقدسہ کا علمی، دینی، اور روحانی فیضان صدیوں سے سرزمین ہند اور اس کے اطراف و اکناف کی دنیا پر موسلا دھار بارش کی طرح برستا رہا ہے۔ آج اس خانقاہ کی شخصیات مختلف میدان عمل کے سربراہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ خصوصاً حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی الجیلانی قدس سرہ علمیت اور خطابت کے استعارے کے طور پر جانے جاتے ہیں (ماہنامہ جام نور دہلی شمارہ مئی ۲۰۱۰ء صفحہ 40)

حضرت اگر کسی موضوع پر گفتگو کرتے تو اس قدر گہرائی میں چلے جاتے کہ سننے والا یہی سوچتا کہ یہ تو کسی کتاب میں تلاشنے سے ملنے والا علم نہیں بلکہ بعطائے ربی (روحانی) علم ہے جو انہیں اپنے والد سے وراثت میں ملا اس کی ایک دو مثال پیش خدمت ہے ملاحظہ فرمائیں ایک تقریر کے دوران یوں ارشاد فرمایا۔

حدیث مبارکہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا (اول ما خلق اللہ القلم) یعنی اللہ جل شانہ نے سب سے پہلے قلم کو پیدا فرمایا اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ (انما خلق اللہ اللوح) یعنی بے شک اللہ نے لوح کو پیدا فرمایا، پھر تیسری جگہ ارشاد فرمایا (یعنی بے شک اللہ نے عرش کو پہلے پیدا فرمایا۔ مگر ہمارے رسول ﷺ نے تو ارشاد فرمادیا کہ (۱) یعنی اللہ نے سب سے پہلے میرے نور کو پیدا فرمایا گویا چار

چیزوں کی پیدائش سب سے اول ہوئی۔

لیکن یہاں پر ایک سوال ذہن میں یہ ابھرتا ہے کہ سب سے پہلے کس چیز کی تخلیق ہوئی قلم پہلے پیدا ہوا یا لوح؟ عرش پہلے پیدا ہوا یا نور محمد ﷺ؟ الغرض صحیح کیا ہے؟ میں سوچ میں پڑ گیا کہ معمہ کس طرح سمجھا جائے؟ پھر حضرت نے اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا کہ چاروں صحیح ہیں۔ وہ کیسے؟ وہ اس طرح کہ ہمارے رسول ﷺ قلم بھی ہیں اور لوح بھی، عرش بھی ہیں اور نور بھی گویا عرش بھی آپ ﷺ ہیں اور لوح بھی آپ ﷺ ہیں۔ قلم بھی آپ ﷺ ہیں اور نور بھی آپ ﷺ ہیں۔

پس دوسرا سوال ذہن میں یہ ابھرتا ہے کہ قلم جب آپ ﷺ ہی ہیں تو وہ کس طرح؟ اور لوح بھی آپ ﷺ ہی ہیں تو وہ کیسے؟ عرش جب آپ ﷺ ہیں تو وہ کس طرح؟ اور نور بھی آپ ﷺ ہیں تو وہ کیسے؟ ان چار سوالوں کے جوابات اگر معلوم کرنا ہو تو حضرت کی تقریروں کو سننا پڑیگا، کیونکہ حضرت جب بیان کرنا شروع کرتے یوں ایک ہی چیز پر گھنٹوں بیان کرتے، صرف ایک ہی لفظ پر گھنٹوں تقریر کرتے میں نے خود حضرت کو قرآن کریم کے صرف ایک ہی لفظ پر گھنٹوں تقریر کرتے دیکھا ہے۔ جیسے لفظ 1: جاؤک 2: ویز کہیم 3: نور، وغیرہ۔

مزید تفصیل کے لئے اور مذکورہ بالا چاروں سوالوں کے جوابات کو، ملاحظہ کرنے کے لئے میری تحریر کردہ کتاب ”معارف اسم محمد ﷺ کا“ مطالعہ کریں، جس کا رسم اجراء خود حضور شیخ الاسلام نے اپنے دست مبارک سے فرمایا۔

اسی طرح ایک اور جگہ مورخہ ۲۶ ذی القعدہ، ۱۴۲۱ھ، بمطابق ۲۰ فروری، ۲۰۰۱ء کو بمقام آستانہ عالیہ درگاہ ہاشم پیر علیہ الرحمہ بیجاپور میں عرس چہلم حضرت سید شاہ عبداللہ حسینی علیہ

الرحمہ (سجادہ نشین درگاہ حضرت سید ہاشم پیر علیہ الرحمہ) کے موقع پر حضور شیخ الاسلام نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے ایک شعر کی تشریح اس قدر بہترین اور دلکش انداز میں بیان فرمائی کہ اسٹیج پر بیٹھے علماء تک عیش عیش کر گئے اور یہ لفاظی نہیں بلکہ حقیقت ہے چنانچہ ملاحظہ ہو۔

ایک آسمان تو وہ ہے جیسے آپ سمائے دنیا کہتے ہیں، یہاں سے جو نظر آ رہا ہے
یہ آسمان مگر دوستو صوفیا کی نظر کچھ اور ہے ان کی نظر میں ایک اور آسمان ہے وہ
کہتے ہیں کہ ایک آسمان اور ہے وہ بھی سمائے دنیا ہے اور اس کو بھی خدا نے
ستاروں سے آراستہ کر دیا ہے اور وہ ستارے بھی شیطین پر رجم کر رہے ہیں،
اور اس معنی کی طرف امام احمد رضا کا ایک شعر جو اس مفہوم کی طرف ذہن کو
لے جاتا ہے۔

رضا یہ نعت نبی ﷺ نے بلند یاں بخشیں
لقب زمین فلک کا ہوا سمائے فلک!
(حدائق بخش)

ذرا سا آپ دیکھیں اور سوچیں زمین فلک، سمائے فلک، لقب زمین فلک کا
ہوا، سمائے فلک، اور دیکھئے یہ زمین جو اس آسمان کے نیچے ہے یہ تو زمین فلک
(یعنی فلک کی زمین یا آسمان کی زمین) جو اس آسمان کے نیچے ہے۔ تو یہ اس
آسمان کی زمین ہے نا؟ تو یہ زمین اُسی آسمان کی آسمان بن جائے، یہ زمین اس
آسمان کی طرف اشارہ کر کے یہ کہے کہ وہ آسمان، اور آسمان اس زمین کی طرف
اشارہ کر کے یہ کہے کہ یہ آسمان، اور کچھ ستاروں پر نظر زمین کی ہے، آسمان نے کہا
کہ یہ آسمان۔

تو زمین جو آسمان کی آسمان ہے یہ زمین خود اس آسمان کا فلک ٹھہری، اور یہ آسما

ن اس زمین کا فلک ٹھہرا (تو پتہ یہ چلا) وہ آسمان اس زمین کا فلک، اور یہ زمین اُس آسمان کا فلک، اور واقعی دوستو! یہ فلک (زمین) تو ایسا فلک ہے کہ وہ فلک (آسمان) بھی اس پر ناز کرتا ہے۔

آپ خود کہیں گے کہ عرشِ معلیٰ تو بہت اونچی چیز ہے نا؟۔۔۔۔۔ عرشِ معلیٰ!۔۔۔۔۔ کبھی عرش سے پوچھو کہ خود اُس کا عرش کیا ہے؟۔۔۔۔۔ حضرت شیخ با یزید بسطامی عالم روحانیت کی سیر کرتے ہوئے مراقبہ کی دنیا سے گزر رہے ہوئے پہنچتے ہیں (عرش کی طرف)۔ روحانی دنیا کی سیر کرتے ہوئے عرش کی طرف پہنچے۔ عرش کے قریب جب پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں عرش کو کہ سرگرداں ہے۔ عرش کو سر گرداں دیکھتے ہیں، جیسے کسی کی تلاش میں ہے۔ اور عرش سے پوچھتے ہیں کہ اے عرش! تو تو خدا کی تجلی گاہ ہے، تیرے لئے تو

“ (پارہ نمبر ۱۱ سورہ یونس آیت نمبر ۳) کے الفاظ ہیں، تو خدا کی خاص جلوہ گاہ ہے، تجھے کس کی تلاش ہے؟۔۔۔۔۔ کہا: با یزید!۔۔۔۔۔ تم سے تو یہ کہا جاتا ہے کہ میں عرش پر ہوں (لیکن) مجھ سے یہ کہا جاتا ہے میں ”دل“ مومن کا ہوں۔ میں دل مومن ہوں۔۔۔۔۔ تو تو میری تلاش میں، میں تیری تلاش میں!

میں حضرت شیخ با یزید بسطامی ہی کا ایک اور واقعہ سنا دوں!۔۔۔۔۔ ایک صاحب کو شوق ہو گیا، کہ خواب انہوں نے دیکھا۔ خواب کیا دیکھا تھا؟۔۔۔۔۔ ”میں عرشِ الہی کو سر پہ لے جا رہا ہوں“۔ بڑا عجیب خواب تھا سو چلو بسطام شہر میں حضرت شیخ با یزید بسطامی سے (اس خواب کی) تعبیر پوچھیں۔ جب وہاں پہنچے تو پتہ چلا کہ حضرت کا وصال ہو گیا ہے، کہا کہ چلو اچھا ہوا، کم سے کم کا ندھا تو دے لیں گے اور نماز پڑھ لیں گے۔ یہ بات تو ہے تو خواب کی تعبیر نہیں مل سکی۔ اب اس کے بعد ہجوم اتنا! کہ کا ندھا دینا بھی مشکل! مگر کیسے؟۔۔۔۔۔ کوشش

کرتے کرتے جنازے کے نیچے گھس گئے۔ اب اُسی کے اندر ذرا سا تھوڑی سی عافیت جو محسوس کی تو چلتے چلتے سوچتے ’حضور! میں آیا تھا ایک خواب کی تعبیر پوچھنے‘ کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ”میں عرش الہی کو لے کے چل رہا ہوں“۔۔۔۔۔ اندر سے آواز آئی: ”یہی تیرے خواب کی تعبیر ہے“۔۔۔۔۔ مومن کا قلب، عرش الہی ہے۔۔۔۔۔ مومن کا قلب، عرش الہی ہے۔ تو دوستو! کچھ ہی دنوں پہلے تم نے زمین کے انداز عرش الہی کو اتارا ہے (یعنی حضرت شاہ سید عبداللہ حسینی علیہ الرحمہ جن کا اس روز عرس چہلم منایا گیا)۔

مومن کا دل جو ہے، وہ عرش الہی ہے۔ اب عرش تو اپنے عرش کی تلاش میں ہے۔۔۔۔۔ ہم اس عرش کی تلاش میں ہیں وہ اپنے عرش کی تلاش میں ہے۔۔۔۔۔ زمین اُسے آسمان کہہ رہی ہے۔ آسمان، اسے (زمین کو) آسمان کہہ رہا ہے۔

رضا یہ نعت نبی ﷺ نے بلند یاں بخشیں

لقب زمین فلک کا ہوا سماء فلک!

تو یہ زمین جو ہے، یہ بھی ستاروں کی جگہ ہے۔۔۔۔۔ یہ بھی ستاروں کے رہنے کی جگہ ہے۔ تو قرآن یہ کہنا چاہتا ہے کہ ہم نے اس فرش زمین کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے اور ان ستاروں کو شیاطین کے لئے رجم بنادیا ہے (وجعلہا رجوماً للشیطین۔ پارہ نمبر ۲۹، سورہ ملک آیت نمبر ۵) ان ستاروں کو شیاطین کے لئے ہم نے رجم بنادیا ہے۔ یہ ستارے کون ہیں؟۔۔۔۔۔ ان ستاروں کو نہیں سمجھتے تم؟۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ یہ میرے سارے صحابہ

www.wafasite.com

ستاروں کی طرح ہیں۔۔۔۔۔۔ العلماء نجوم الارض، یہ علماء جو ہیں، یہ زمین کے ستارے ہیں۔

۔۔۔۔۔۔ علمائے امت جو ہیں، تو یہ ستاروں کی طرح ہیں۔ جن سے ہدایت حاصل کی جاتی ہے بحر و بر میں۔۔۔۔۔۔ ان سے ہدایت حاصل کی جا رہی ہے۔ تو یہ زمین کے ستارے!۔۔۔۔۔۔ یہ زمین کے ستارے!۔۔۔۔۔۔ ذرا سا آپ خیال کریں، (پارہ نمبر ۲۷، سورۃ واقعہ آیت نمبر ۷۵)۔۔۔۔۔۔ میں قسم یاد فرماتا ہوں ستاروں کے رہنے کی جگہ کی۔۔۔۔۔۔ میں قسم یاد فرماتا ہوں ستاروں کے رہنے کی جگہ کی!۔۔۔۔۔۔ یہ اولیائے کرام کے مزارات جو ہیں، یہ ستاروں کے رہنے کی جگہ ہیں (تفسیر روح البیان)۔ فلا قسم بمواقع النجوم!۔۔۔۔۔۔ میں ان کے رہنے کی جگہوں کی قسم یاد فرماتا ہوں۔ الخ

وما علینا الا البلاغ المبین۔

آپ ایک ہی وقت منقولات پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ علم منطق و فلسفہ اور ہر چیز کے اسرار و رموز بیان کرنے میں آپ کو کافی مہارت حاصل تھی صرف یہی نہیں آپ ایک بین الاقوامی سطح کے خطیب اور تفقہ فی الدین میں منفرد، مسند رشد و ہدایت کے پیکر و زینت اور معتبر ادیب و شاعر بھی ہیں، جس وقت آپ نے تبلیغ اسلام و خدمت مسلک حقہ کی غرض سے دنیائے خطابت میں قدم رکھا تو فن خطابت کو چار چاند لگاتے ہوئے جلد ہی اپنے کو صف اول کے خطیبوں میں شمار کروالیا۔ تبلیغی مساعی میں خطابت اور سفر کی مصروفیات کے ساتھ ساتھ جب جب ضرورت پیش آئی اور موقع ملا آپ نوک قلم سے بھی دین متین اور مسلک حقہ کی خدمت کا موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور نہایت ہی انداز میں معاملات کو سلجھا کر مسائل کا شرعی حل، علماء امت اور عوام اہلسنت کے سامنے پیش کیا۔ چنانچہ غزالی دوراں حضرت علامہ شاہ سید احمد سعید کاظمی علیہ الرحمہ نے آپ کی تصنیف لطیف ”ویڈیو اور ٹی وی کا شرعی استعمال“ کے سلسلے میں آپ کو رئیس المحققین کے خطاب سے نوازا۔

www.wafasite.com

برطانیہ کے علاوہ امریکہ اور کینیڈا ایک وسیع و عریض براعظم پر مشتمل ہے، جہاں کام کرنے کیلئے علیحدہ سے ایک عمر خضر درکار ہے۔ حضور شیخ الاسلام نے ۱۹۹۰ء سے یہاں کا دورہ شروع کیا اور بڑے بڑے شہروں میں جا کر اپنی خطابت کا لوہا منواتے ہوئے یہاں بھی سنیت کا گلشن آباد کرنے کیلئے تخم ریزی کردی اور اسی فیضان نظر سے جس سے آپ کو خدمت لوح و قلم کا شعور ملا اپنے خلفاء کو سیراب کر دیا جو انشاء اللہ ایک دن یہاں ایک نئی دنیا بسا دیں گے۔ گلوبل اسلامک مشن نیویارک یو۔ ایس۔ اے کے زیر اہتمام حضور شیخ الاسلام کی تحریر کردہ تفسیر قرآن سید التفاسیر المعروف تفسیر اشرفی کی اشاعت مساعی جمیلہ کی ایک کڑی ہے۔

آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ حضور شیخ الاسلام نے نہ صرف جانشینی کا حق ادا کر دیا بلکہ جانشین کہتے کسے ہیں اس کا عملی کردار پیش کر دکھایا۔

شیخ الاسلام کا صرف دل ہی نہیں بلکہ ان کی لیاقت و خطابت بھی عشق مصطفیٰ ﷺ سے مستنیر ہے۔ ان کا دماغ عظمت رسالت کا اسیر ہے اور ان کی زبان بابرکت رسول کریم ﷺ کی ثنا خواں ہے۔ ان کی ایک ہی خواہش ایک ہی تمنا اور ایک ہی تڑپ ہے کہ ملت کا ہر فرد ہر وقت عشق محمد ﷺ اور ہمہ وقت جمال محمدی ﷺ کو اپنا آئیڈیل بنالے، کیونکہ حقیقت محمدی ﷺ سے قریب ہونا تمام حقیقتوں سے قریب ہونا ہے اور یہی اصل کامیابی ہے۔

حضور شیخ الاسلام نے اپنی منفرد شان خطابت کے حوالے سے جب دیا ر غیر، برطانیہ کی سرزمین پر قدم رکھا تو اس کی برکت سے سرزمین برطانیہ روشن ستارے کی طرح اُفتخ پر جگمگانے لگی۔ بقول فیض احمد فیض۔

سنان راہیں خلق سے آباد ہو گئی

ویراں میکدوں کا نصیب سنور گیا

ایسا اس لئے ہوا کہ دیگر خطباء و مقررین کے برعکس اختلافی مسائل حضور شیخ الاسلام کا نقطہ نظر خاصا متوازن لب و لہجہ، متین و سنجیدہ اور انداز سلجھا ہوا تھا۔ اس اعتبار سے حضور شیخ الاسلام ایشیائی خطابت کا وہ فکر ہیں جس نے اپنی پرکشش و معجز نما خطابت سے حلقہ اسلام سے وابستہ افراد

کو پختہ اور ناوابستہ کو پیوستہ کرنے کا کام کیا۔

حضرت کا انداز بیان صرف دینی ہی نہیں بلکہ سائنٹیفک طرز استدلال کی جھلک بھی آپ کی خطابت میں نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔ جس نے آپ کے ان خطبات کو بہت ہی بلند اور معیار اعلیٰ پر پہنچا دیا ہے۔ ان سائنٹیفک استدلال اور سائنسی طرز تفہیم نے یہ ثابت کر دیا کہ عقائد اہلسنت نقلی اور سماعتی نہیں ہے کہ ہمارے اسلاف نے فرما دیا تو اسے آنکھ بند کر کے بلا چوں و چرا قبول کر لینا ہی چاہئے۔ بلکہ یہ عقائد و احکام صرف دینی و اسلامی ہی نہیں بلکہ عقلی اور سائنسی بھی ہیں جو موجودہ ذہن و فکر کو جھنجھوڑتے ہیں، اس میں ایسی کوئی بات نہیں ہے جو سائنس سے منافی ہو۔ ایک پڑھا لکھا اور جانب دار دانشور سطح کا انسان اگر ان خطبات کو پڑھ لے گا یا سنے گا تو اس کا ایمان و عقائد اس قدر پختہ ہو جائے گا کہ بد مذہبیت کو وہ اپنے قریب بھی آنے نہ دیگا۔

حضور شیخ الاسلام حالات کے اعتبار سے اپنے تقاریر کے موضوع کا انتخاب کرتے ہیں۔ حضرت کے پاس خوبصورت الفاظ کا ایک وسیع تر ذخیرہ ہے۔ جس سے دوران تقریر محسوس ہوتا ہے کہ واقعی ہر لفظ اس مقام کے لائق ہے۔ الفاظ کی مرصع کاری ان کے یہاں عام ہے۔ علمی و ادبی زبان ان کی خطابت کا نمایاں پہلو ہے اور ان کے دائرہ خطابت میں صوتی آہنگ کا بھی ایک منفرد مقام ہے ان کے لہجے کہیں پر زور ہیں، تو کہیں پردھیمے، کہیں گرجدار، تو کہیں سبک رو، غرض جیسی گفتگو ویسا صوتی آہنگ، جیسا عنوان ویسا لہجہ، جیسا موضوع ویسا انداز، علمی موضوعات کیلئے الگ، تعلیم، اصلاحی موضوعات کیلئے ایک الگ رنگ اور اصلاحی موضوعات کیلئے الگ آہنگ۔ دوران خطابت جہاں کہیں علمی گفتگو ہو اسے آسان زبان میں ڈھالنا جیسے ایک عام شخص بھی سمجھ سکے یہ انہی کا حصہ ہے۔ تشبیہات و استعارات کی زبان میں عمدہ مثالیں دے کر سمجھانے میں انہیں کافی مہارت ہے کہ عدم ابلاغ خطابت کا بہت بڑا نقص ہے، کیونکہ جب سننے والے کو یہ معلوم ہی نہیں ہوگا کہ سامنے والا کیا کہہ رہا ہے تو ظاہر بات ہے کہ اس کا وہ خطاب اس کے لئے بے سود ہوگا اس سلسلے میں حضرت کا ابلاغ عام موثر ترین ہے، جو سامعین کے دلوں میں خود بخود راہ بناتا چلا جاتا ہے۔

آپ کی شخصیت عنصر تخلیقیت کا مظہر اتم ہے۔ ایک پرانی بات کو نئے انداز میں پیش کرنا اور اس کیلئے نئے نئے انداز و طریقے وضع کرنا وہ اچھی طرح جانتے ہیں تاکہ سامعین اس گفتگو

کی تہہ تک پہنچ جائیں، فالتو عنوانات کو موضوع سخن بنانا لفاظی کہنا، ان کی شخصیت و ذہن کے منافی ہے۔

ایک اچھے خطیب کی شناخت یہ ہے کہ جو بھی وہ پیش کرے، مستند دلائل سے پیش کرے جس کی صحت پر کوئی کلام نہ ہو، وہ غیر معیاری باتوں کو اپنے تقریر میں نہ لاتا ہو، اس کے علاوہ تحقیقی و تخریجی مزاج اس مقرر کے اندر پایا جاتا ہو، جو خود اُمہات الکتاب تک دسترس رکھتا ہو یہ ساری باتیں حضرت میں موجود ہیں۔ مزاج تحقیق و تخریج آپ کے پاس دلائل و براہین کا انبار آپ کے پاس ہے۔ مستند واقعات و علمی نکات کا بحر ناپید کنار آپ کے پاس ہے۔

بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مقرر جذبات کی رو میں ایسی سطح پر آ جاتا ہے جہاں وہ اپنی خطابت کی سطح سے گر جاتا ہے، جب جذبات بے قابو ہوں تو اس وقت خطیب کا امتحان ہوتا ہے کہ وہ شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے۔ حضور شیخ الاسلام کی خطابت میں مبتدل، ناشائستہ اور غیر شستہ جملے ہرگز نہیں ملیں گے۔ رد ابطال و رد وہابیہ میں بھی وہ ذرہ برابر ابتذال و رکاکت کی گہرائی میں نہیں جا پڑتے بلکہ بڑی خوبصورتی کے ساتھ بد مذہبوں کا رد بلیغ فرماتے ہیں، گویا آپ کی خطابت، حکمت و موعظت حسنہ کا گنجینہ گرا نمایا ہے۔

حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا فرمان ہے۔ ”کلموا الناس علی قدر عقولہم“، یعنی لوگوں سے ان کے عقل و فہم کے مطابق بات کرو۔ حضور شیخ الاسلام کے سارے خطابات کا مطالعہ کر کے آپ دیکھ لیں کہ جملہ خطابات ”کلموا الناس علی قدر عقولہم“ کی بہترین تفسیر ہے، احترام نفسیات آپ کی خطابت کا اہم جز ہے۔

آج کا یہ دور سائنٹیفک دور ہے، اس زمانے میں ایسی کوئی بات بھی قبول کرنے میں تامل ہوتا ہے، جو غیر علمی و غیر معقول اور سائنٹیفک نظریہ کے خلاف ہو۔ حضور شیخ الاسلام کے سامعین اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی خطابت اس طرح کے سائنٹیفک طرز استدلال سے لہالب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے خطابات اپنوں اور غیروں میں یکساں مقبول ہیں۔

الغرض یہ وہ خوبیاں ہیں جن کی وجہ سے حضور شیخ الاسلام اپنی دیگر نمایاں ترین خوبیوں اور بہترین خصوصیات کے ساتھ ایک اہم ترین خطیب کی حیثیت سے بھی سامنے آئے ہیں۔

بڑے خوش نصیب ہیں وہ حضرات جن کی شخصیت میں اللہ جل شانہ نے خطابت کی خوبیاں جمع کر دی ہیں، اور ان سے بھی زیادہ سعادت مند ہیں وہ حضرات جو علم و فکر کے کوہ ہمالیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عظیم ترین خطیب بھی ہیں۔ حضور شیخ الاسلام کا تعلق دوسرے زمرے سے ہے، کوئی ضروری نہیں کہ جو عالم دین ہو، شیخ طریقت ہو، استاد ہو، مصنف ہو، وہ ایک اچھا خطیب ہو، مگر خانقاہ اشرفیہ کے بزرگوں کا یہ بے پناہ فیض و کرم ہے حضور شیخ الاسلام پر، کہ ان کی شخصیت میں یہ ساری صفات موجود ہیں صحیح معنوں میں قیادت وہی لوگ کر سکتے ہیں جن کے اندر خوبیوں کے ساتھ ساتھ خطابت کا ملکہ بھی ہو۔ اسی لئے کہا جاتا ہے کہ قیادت خطابت کی کنیز ہے۔ عوام الناس کو جتنی جلدی آسان اور بہترین طریقے سے خطابت کے ذریعے کنٹرول کیا جاسکتا ہے اور ان کے اذہان و افکار کو موڑا جاسکتا ہے۔ وہ صرف خطابت کے ذریعے ہی ممکن ہے۔ ہماری یہ خوش نصیبی ہے کہ ایسا خطیب ہمیں میسر آیا جو ان ساری صفحات و خوبیوں کا جامع ہے۔ دعا ہے کہ اللہ جل شانہ حضرت کا سایہ جملہ اہلسنت پر دراز سے دراز تر فرمائے، اور ان کی قلمی، فکری و عملی نقوش کو ہمارے لئے مشعل راہ بنائے اور ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین، بجاہ النبی الکریم افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

آخر میں میری ایک التماس یہ ہے کہ حضرت کی زیادہ تقاریر جو کیسٹ اور سی ڈیز (CDS) کی شکل میں جہاں موجود ہوں انہیں اکٹھا کر کے اسے صفحہ قرطاس پہ لایا جائے، اور ایک اچھی خاصی کتابی شکل دی جائے میں سمجھتا ہوں یہ عموماً عوام الناس اور خصوصاً علماء کرام کیلئے ایک بہترین اور نایاب سرمایہ ہوگا اور آنے والی نسلوں کیلئے بھی ایک یادگار علمی ذخیرہ ہوگا۔

(نوٹ: خطبات شیخ الاسلام کتابی شکل میں دستیاب ہیں، خطبات حیدرآباد، خطبات برطانیہ، خطبات شہادت اور مولانا سید تنجی انصاری صاحب نے کافی خطبات کو کتابی شکل میں ڈھالے ہیں۔ انشاء اللہ امسال عرسِ محدث اعظم کے موقع پر مولانا اصغر علی اشرفی حضرت کی دس خطبات پر مشتمل مرتب کردہ کتاب ”خطبات شیخ الاسلام“ بہت جلد شائع ہونے والا ہے۔ اور حضرت سید قاسم اشرف بابا صاحب قبلہ کے زیر نگرانی مدنی فاؤنڈیشن بھی یہ کام انجام دے رہا ہے۔ یہ خطبات مدنی بک اسٹال ہبلی سے حاصل کی جاسکتی ہیں: ناشر مدنی فاؤنڈیشن ہبلی)

مجموعہ کلام حضرت شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی کچھوچھوئی: معروضی مطالعہ

ڈاکٹر عقیل ہاشمی

(سابق پروفیسر و صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی، حیدرآباد)

ادب اور شاعری کا بنیادی کام ان اعلیٰ لطیف و نازک نیز باریک نکات کا ابلاغ ہے جن سے گذر کر شاعر اپنی ذات اور کائنات کے حسین پہلوؤں سے آشنا ہوتا ہے اور خود شاعری زندگی کے مشکل سے مشکل مفاہیم کی شرح کرتی نظر آتی ہے یہی اس کا حسن ہے۔ اب ہمارے درمیان ایسے شعرا کی کسی قدر کمی محسوس ہوتی ہے جو شاعری کی اعلیٰ اقدار سے کما حقہ آگاہ و باخبر ہوں۔ یہ صحیح ہے کہ بیشتر شعراء شعوری لحاظ سے شاعری کو سنوارنے، نکھارنے، شائستہ شگفتہ اور اسے با معنی ثابت کرنے میں لگے رہتے ہیں یہ دراصل ادب و شعر کو انسانی وجود سے ہم آہنگ کرنے، صداقتوں سے ہمکنار کرنے کی کوشش کی ہے لیکن شاعری کی ایک جہت زندگی کے امکانات کی بشارت بھی دیتی ہے اور ایسی شاعری اپنی وسعت و معنویت سے صدا بہار دل گداز اور باوقار ہو جاتی ہے اس میں زندگی کی سر بلندی، عشق، خود آگہی، درد مندی اور انسانیت کا نصب العین دکھائی دیتا ہے یوں بھی شاعری تمام تر انسانی زندگی کا حسی ادراک ہے وہ آدمی کو روشن حقیقتوں، لطافتوں اور رنگینیوں سے قریب کر دیتی ہے۔ گویا شعر و ادب سے آشنائی تفریح و تفرغ سے زیادہ زندگی کی قدروں اور اس کی سچائی سے دوچار کرتی ہے۔

اس میں خود شاعر کا کمال اس کی تخلیقی صلاحیت، وسیع مطالعہ، افہام و تفہیم کا ملکہ، سنجیدگی سبھی کچھ شامل ہوگی جس سے یقیناً انسانی مسرتوں تک رسائی، آسودگی بلکہ مقصدیت عیاں ہو جائے گی۔ اسے آپ اتفاق ہی کہیے کہ عرصہ بعد میرے مطالعہ میں ایسا ہی ایک مجموعہ کلام آیا جو محبتوں کا ترجمان، عشق و محبت کا گہرا شعور رکھتا ہے۔ میری مراد ”تجلیات سخن“ سے ہے جس کے

شاعر ذی مرتبت ہیں حضرت مولانا سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی۔ جن کی شخصیت برصغیر ہند و پاک ہی نہیں بلکہ عالمی سطح پر قابل احترام باعث تڑک و احتشام ہے۔ حضرت ممدوح ان عظیم روایات کے علم بردار ہیں جو ایمان و ایقان کے لئے تابناک و ضیا بار ہیں۔ ان کا شاعری سے ربط و تعلق وہی ہے اس میں صدا امتیاز و افتخار مضمر ہے کیوں کہ خانوادہ اشرفیہ کے افراد کا تجربہ علمی خود اس کی پہچان ہے اور اس میں بھی حضرت اختر کچھوچھوی انفرادیت کے حامل، آپ بیک وقت عالم دین، مفسر قرآن، شیخ طریقت، خطیب، فقیہ، صوفی صاحب طرز ادیب اور شاعر ہیں۔

”تجلیات سخن“ کا سنہ اشاعت اگست ۲۰۰۴ء ہے اور پورے سات برسوں بعد یہ مجموعہ میرے دوست جناب مولانا محمد فرحت علی صدیقی اشرفی صاحب کے وساطت سے ہمدست ہوا اور موصوف ہی کی خواہش پر اپنے طالبانہ تاثرات رقم کر رہا ہوں، کہنے دیجئے یہ انتخاب شعری ملے یوں تو دو تین ماہ ہوئے لیکن اپنی مسلسل علالت کے باعث اول مطالعہ دوم اس پر ”تحریر“ کے لئے یکسوئی حاصل نہ ہو سکی مگر گزشتہ دنوں صدیقی صاحب نے ایسی کچھ اپنائیت سے توجہ دلائی کہ یکبارگی ”تجلیات سخن“ سے استفادہ پر جی لپکانے لگا اور بس یہ جو کچھ بھی لکھ رہا ہوں وہ یقیناً حضرت ممدوح کا فیضان ہی ٹھہرا، فالحمد للہ۔

تجلیات سخن دو حصوں پر مشتمل ہے پہلا حصہ ”بارانِ رحمت“ کے زیر عنوان حمد و ثناء منقبت کے علاوہ چند منظومات پر محیط ہے اور دوسرا حصہ ”پارہ دل“ کے تحت غزلیات کے ساتھ نظمیں قطعات، سہرا اور ایک منظوم خط ملتا ہے۔ ”بارانِ رحمت“ کے سلسلے میں مولانا کے برادر مولانا حسن مثنوی انور کا بصیرت افروز مضمون ذکر و تعارف، جذبہ صداقت کو منور کرتا ہے اور پارہ دل پر ڈاکٹر سید امین اشرف کی سیر حاصل گفتگو متاثر کرتی ہے جہاں تک نعتیہ کلام کا معاملہ ہے اس بارے میں اتنا ضرور کہا جاسکتا ہے سرکار کونین کی ذات قدسی صفات سے اظہار محبت و عقیدت مدح و ثنا کی بات ہے وہ مداح و ممدوح کے درمیان ربط و تعلق کا عروج ہے ویسے بھی عرفا کا قول ہے کہ محبت و مودت میں تین عوامل کام کرتے ہیں۔ جمال، کمال اور نوال یہ تینوں سے وابستگی ہی عین ایمان و ایقان سے جدا نہیں۔ چنانچہ ”بارانِ رحمت“ کے سلسلے میں اظہار خیال کرتے ہوئے حضرت حسن مثنوی انور نے کس قدر سچی بات کہی، حسان بن ثابت کا یہ ارشاد گرامی کہ:-

”اپنے حسن کلام سے خدا کے محبوب کو زینت مت دو بلکہ محبوب خدا کے جمال

سے اپنے کلام کو سنوارو، آج بھی نعتیہ شاعری کے ضابطہ فن کی شرط اول ہے علاوہ ازیں نزول قرآن کے تسلسل نے اگر ایک جانب رب ذوالجلال کی الہیت و الوہیت کو بے نقاب کیا ہے تو دوسری جانب محبوب کردگار کی سیرت و شخصیت کے ایسے نادر و نایاب پہلو اجاگر کئے جس کی مثال گذشتہ کسی صحف آسمانی میں نہیں ملتی۔“ (ص ۸)

گویا نعتیہ کلام کا اختصاص عشق رسول سے عبارت ہے اس کے ذریعہ شاعری اپنے جذبات و احساسات کو قابل اعتناء و التفات بنا سکتا ہے۔ کیوں نہ ہو ذات رسالت مآب کے سیرت و کردار کے بارے میں کلام اللہ شہادت دیتا ہے و رفعنا لک ذکرک، یسین و طہ، سراجا منیر، رحمة للعالمین اور کئی ایک القابات اور تو اور خداوند قدوس نے آپ کے ادب و احترام کی لازمی شرطیں بھی مقرر کر دیں، کہا گیا کہ رسول کی آواز پر آواز اونچی مت کرو، آپ کو اس طرح نہ پکارو جس طرح آپس میں پکارتے ہو یہ اور ایسے کئی مقامات سے آگہی نعتیہ کلام کے لئے ضروری ہے۔ بزرگان ملت نے اسی جذبہ محبت و مودت کے لئے ہمیشہ اس بات کو پیش نظر رکھا ہے۔

گر بخوابی معرفت و قرب ذات کردگار

با خدا دیوانہ باش و با محمد ہوشیار

حضرت اختر کچھوچھوی کے کلام کا بالاستیعاب مطالعہ اس بات کا احساس دلاتا ہے کہ عشق رسول کی منزلیں ربط و نسبت کی مضبوطی، فکری پاکیزگی اور ارتقاع ہی سے روشن ہوتی ہیں۔ اس میں اعتقاد کی پختگی، شریعت کی پابندی، عارفانہ بصیرت، دینی شعور کے ساتھ ساتھ تخلیقی ذہن کی کارفرمائی واضح ہوگی نعتیہ شاعری میں سرکارِ دو عالم کی بے مثال حیات طیبہ کے مختلف پہلوؤں کی پیش کشی کو قابل عظمت و عزیمت بناتی ہے تو اس طرز شاعری میں خصوصیت سے جدت ادا، نازک خیالی، مضمون آفرینی سے زیادہ حقائق کی روشنی، لطافت، والہانہ جذبہ ایثار و خلوص بلکہ موضوع کی مناسبت سے سرور کونین کی سیرت نگاری کا اظہار ہوگا۔ حضرت اختر کچھوچھوی نے ”بارانِ رحمت“ میں رحمة للعالمین کے معجزات و صفات کا مرقع پیش کیا ہے۔ فنی لحاظ سے آپ نے مختلف اصناف

شاعری کا بہترین استعمال کیا لیکن زیادہ تر غزل کی ہیئت ہی میں اپنا کلام رقم کیا ہے جب کہ مریخ، مٹمس، مسدس اور قطعہ کی صورتیں یکجا کی ہیں۔ طرز نگارش نہایت سادہ، قابل فہم متاثر کن نیز اساسی طور پر وارفتگی کو مکمل سپردگی کے ہمراہ ماہرانہ انداز میں ظاہر کیا ہے خیالات کی عکاسی کے ساتھ ساتھ دل کی محویت نگاری کو رنعتوں سے ہم کنار کرتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ حضرت مدوح نے اپنے کلام بلاغت نظام میں عقائد کی درستی عشق رسول سے وابستگی کے پہلو بہ پہلو دشمنان دین و ایمان اور گستاخان رسول کی بھی تنبیہ کرتے ہیں نعتوں میں الفاظ کی دروبست استعارات اور تلمیحات کے ذریعہ اس امر کی وضاحت کرتے ہیں کہ کائنات کی اصل ہی عشق رسول، نسبت رسول کی استواری، مضبوطی ہے مزید اکثر اشعار میں مناجاتی اسلوب یا استغاثہ کا انداز صاف پڑھا جاسکتا ہے یہی نہیں نعت گوئی کے سلسلے میں قرآن اور احادیث مبارکہ کی وسعتوں سے واقفیت اختر کچھوچھوی صاحب کا خاصہ ہے نعت کے موضوعات میں مضمون آفرینی کے بجائے حضرت نے ہمیشہ سرکار کائنات کی عظمتوں کو حقیقی آگاہی سے پیش کیا ہے اس ضمن میں قرآن کی آیات کا جس حسن سلیقہ سے استعمال کیا ہے وہ دیدنی ہوگا چند اشعار دیکھئے:-

اس روئے والضحیٰ کی صفا کچھ نہ پوچھئے
آئینہ جمال خدا کچھ نہ پوچھئے
آبتاؤں تجھ کو میں ارشاد او ادنیٰ کا راز
ان کے ذکر قرب میں لازم ہے کامل احتیاط
مہر نبوت چرخ پہ چمکا کون و مکاں میں ہو گیا چرچا
جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل کان زهوقا
چاہتا ہے گر رہے دونوں جہاں میں سرخ رو
پی شراب لن تنالوا البرا حتی تنفقوا
لاترفعوا کہیں تو کہیں لا تقدموا

قرآن دے رہا ہے اصول احترام کے آ
نعت کے ساتھ مناقب کے سلسلے میں سیدنا علی کرم اللہ وجہہ حضرت امام حسینؑ حضرت
خواجہ خواجگان سید اشرف جہاں گیر سمنانی و دیگر بزرگوں کے علاوہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے
شعر کی تضمین، نماز عشق، ماہ رمضان اور سلام بارگاہ
خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم سے جذباتی اور وجدانی کیفیت لازوال عظمت کی حامل ہو جاتی ہے۔
حضرت اختر کچھوچھوی نے اپنے کلام میں بڑے ارفع حکیمانہ تلازمات کا استعمال کیا ہے ان کا سحر
طراز آہنگ نعماتی سرور کے ساتھ روحانی قدروں سے واقفیت دلاتا ہے ایسا لگتا ہے کہ حضرت
مدوح نے شواہد کی فطری عقدہ کشائی کی ہے اور سارے جذبات کو عقل و دانش کے دائروں سے
نکال کر حق تعالیٰ کے فضل و انعام سے مربوط کر دیا ہے۔ ے

خدائے برتر و بالا ہمیں پتہ کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبہ کیا ہے
سمجھ لو عہد رسالت کے جانثاروں سے
کمال صدق و صفا رشتہ وفا کیا ہے
کیوں نہ ہو حضرت نے اپنی نعتوں میں شاعری سے زیادہ عقیدے کی پختگی عشق
رسول سے وابستگی کا شعار دکھایا ہے۔ ے

دھوکے اپنے نطق کو مدح نبی کے آب سے
اپنی ہر ہر بات اے اختر حکیمانہ بنا
رحمت والے پیارے نبی پر پڑھتے رہو دن رات درود
آؤ لوگو! اپنے اوپر رحمت کی برسات کریں
خرد نے کی لاکھ سعی پیہم نہ مل سکا جادۂ تمنا
خود آئی منزل پکارتے ہم چلے جو دیوانہ وار ساقی

بد نصیبو! شہنشاہ کونین سے صاحب قربت قاب قوسین سے
تم نے کی دشمنی ہم نے کی دوستی کیا تمہیں مل گیا کیا ہمارا گیا
میں تو بس ان کی نگاہِ لطف کا مشتاق ہوں
غم نہیں گر ساری دنیا بے وفا ہو جائے گی

اس طرح ”بارانِ رحمت“ فی الواقع فکری ارتقاع، اسلوب بیان کے ساتھ ساتھ عشق رسول ﷺ کا مرقع ہے بحیثیت ایک فطری شاعر حضرت اختر کچھوچھوی نے نعتیہ مضامین کی ایک جگہ گاتی کہکشاں سجائی ہے جس کی دلکشی ایمانی سر بلندی، ایقانی سرفرازی سے جدا نہیں یوں ”تجلیاتِ سخن“ کا دوسرا حصہ ”پارہٴ دل“ یقیناً بہاریہ شاعری کا حسین و جمیل شہکار نظر آتا ہے۔ جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں پارہٴ دل کی کلام پر ڈاکٹر سید امین اشرف نے مختلف زاویوں سے روشنی ڈالی ہے ایک مقام پر کہتے ہیں۔

”حضرت اختر نے جملہ اساتذہٴ سخن کے لب و لہجہ کو اپنی جذباتی اور مفکرانہ شخصیت میں اس طرح جذب کر لیا ہے کہ ان متعدد اور متضاد آوازوں کی آمیزش سے ایک ایسی نئی شعری فضا تیار ہوئی ہے جس میں انفرادی شان پائی جاتی ہے اور بلا خوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ یہ لہجہ حضرت اختر کچھوچھوی کا اپنا لہجہ ہے۔“ (ص ۱۴۳)

اس اقتباس میں سید امین اشرف نے شاعرانہ لہجہ کی بات کہی یہاں اس بات کی وضاحت ضروری ہوگی کہ شاعری میں جس چیز کو لہجہ کہا جاتا ہے وہ ہماری گفتگو کا لہجہ نہیں ہوتا بلکہ جب کوئی شاعر اپنی شخصیت اور انفرادیت کے ساتھ ایک مخصوص طرزِ اظہار کا پابند یا پھر اس کا عادی ہو تو کہا جائے گا اس نے اپنا لہجہ بنا لیا ہے۔ گویا لفظیات کے ہمراہ اس کے خیالات، جذبات و احساسات کی عکاسی، اپنی آواز کا رنگ و آہنگ ہی شاعرانہ لہجہ ہوگا ویسے بھی اصطلاحی معنوں میں اسلوب و لہجہ ایک ہی ہوگا تاہم لہجہ کا استعمال شاعری کے لئے اور اسلوبِ نثر کے واسطے مختص ہے پھر بھی یہ دونوں لفظ شاعری کے لئے گوارا ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ کم و بیش ہر شاعر کا اپنا ایک لہجہ یا اسلوب ہوتا ہے اور وہ اس کی پہچان بھی۔ کہا جاتا ہے کہ شعر کہنا نثر کے مقابل آسان ہے مگر اچھا

شعر کہنا دشوار ہے اس لئے ہمارے درمیان شعراء کی کثرت ہوتے ہوئے بھی رجحان ساز عظیم شاعروں کی کمی محسوس کی جاسکتی ہے۔ یہ اس وجہ سے بھی شعر کا راست تعلق لہجہ سے زیادہ ادراک سے ہوگا اور یہ ادراک شاعر کے توسط سے ہمارے قلب و ذہن کو متاثر کرتا ہے اس میں شاعری کی شخصیت پوری طرح متاثر کن ثابت ہوتی ہے بالفاظ دیگر شاعری میں جہاں بلند آہنگ لہجہ کا رگر ہو گیا وہیں شاعر کی شخصیت کا پرتو بھی اپنا کمال دکھاتا ہے اور یہی بات کسی بھی شاعر کے رویہ میں اس کے شعور کو سمجھنے میں مدد دیتی ہے تجلیات سخن میں ”پارہ دل“ میں حضرت اختر کچھوچھوی نے جس رنگ ڈھنگ کی شاعری کی ہے وہ بظاہر روایتی لگتی ہے لیکن اس میں لہجہ کی سلاست، مضامین کی ندرت عمدہ تراکیب نیز زندگی کے ہماہمی کے ساتھ ساتھ تغزل و تصوف کا مزاج صاف دکھائی دیتا ہے مزید اخلاقی سماجی، سیاسی قدروں کی نشاندہی نہایت جرات و سلیقہ سے کرتے ہیں اسی سلسلے میں حضرت کی شاعری کا مطالعہ شاعرانہ وصف و طریق کی بہترین تصویر کشی کرتا ہے چنانچہ ڈاکٹر سید امین اشرف لکھتے ہیں۔

”یہ بات پورے اعتماد سے کہی جاسکتی ہے کہ یہ شاعری خشک ہے نہ محض قافیہ پیمائی اس کی وجہ صاف ہے صوفی پر وجد اور خوشی کا عالم طاری ہوتا رہتا ہے یا جان کا کسی صوفی شاعر کا کلام سپاٹ اور بے رنگ نہیں ہو سکتا ان غزلوں میں جمالیاتی احساس کی شدت کے ساتھ عصری حسیت بھی بدرجہ اتم موجود ہے یہ غزلیہ شاعری ہے یا لطافتِ احساس غنائیت اور موسیقیت کا ایک سیل رواں شاعری اظہار میں غیر معمولی سرمستی اور والہانہ پن ہے۔“ (ص ۱۵۲)

اس منزل میں یہ کہتے ہوئے کوئی پس و پیش نہیں ہے کہ حضرت اختر کچھوچھوی کی شاعری میں خواہ نظم یا غزل زبان و بیان کا اہتمام ملتا ہے خصوصاً غزل کی تشکیل و تعمیر میں اس کا استعمال بنیادی ہوگا زبان کا صحیح استعمال شعور و وجدان کے ہمراہ موضوع سے بھی آہنگ کرنے کا احساس سادگی و صفائی رمزی و ایمانی کیفیت ہیئت کے اعتبار سے غزل کے حسن کو دوبالا کرنے میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں جمالیاتی تاثر، تخلیق و تشکیل میں نمایاں حصہ ادا کرتا ہے اس میں لطافت، نفاست، جذباتیت، تہذیبی روایت سبھی کچھ شامل ہو جاتے ہیں۔

سچ تو یہ ہے کہ شاعر ”پارہ دل“ نے اپنے شعری ذوق مزاج و مرتبہ مذہبی رجحان نیز

اشعار میں صوفیانہ طرز اظہار، لطیف احساسات کا مظاہرہ کیا ہے گویا عصری حسیت کو خوب برتا اس میں تصنع و بناوٹ کا شائبہ تک نہیں۔ چونکہ حضرت اختر کچھوچھوی ایک ایسے خانوادہ سے تعلق رکھتے ہیں جہاں مذہبی اقدار کی عظمت مسلمہ ہوگی جب کہ صوفیانہ مسلک کی اہمیت کو مابہ الامتیاز حد تک برتا جاتا ہے یعنی صلح کل انسان دوستی رواداری، وسیع النظری کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت وغیرہ۔ اس سلسلے میں یقیناً حضرت ممدوح کی شاعری اپنے خاص رنگ و آہنگ میں منفرد ہوگی اس میں لطافت، شگفتگی، شائستگی، غنائی کیفیت، والہانہ سرمستی، مضمون آفرینی قوت اظہار کیا کچھ نہیں شاید حضرت ممدوح کو خود اس بات کا احساس رہا ہے اس لئے کہتے ہیں۔ ے

اختر تری غزل میں تابانی ہنر ہے
تم بھی ہواک ستارے دنیائے اہل فن کے

”پارہ دل“ میں غزل کے پہلو بہ پہلو نظموں کا اندراج نیز تضمینوں اور سہروں کی شمولیت حضرت اختر کچھوچھوی کے قدرت کلام کی کھلی دلیل ہے جب کہ ایک خط کے جواب میں منظوم طرز ساقی نامہ ہندوستان کے مسلمانوں سے خطاب تجزیہ وغیرہ جذبہ صداقت اور احساس عزت و توقیر کی مثال سے جدا نہیں مزید ”پارہ دل“ کے جذبات متاثر کن ہیں۔

عبارت مختصر! تجلیات سخن کے دونوں حصے بارانِ رحمت اور پارہ دل اپنی اپنی نوعیت میں غیر معمولی جاذبیت و کشش کے حامل ہیں کلام کی بوقلمونی کیفیات کو بہر صورت محسوس کیا جاسکتا ہے بارانِ رحمت میں حمد و نعت منقبت کا انداز خالصتاً ایمان و ایقان کے لائق اعداد گہرا بدار سمٹے ہوئے ہے۔ جس محبت و مودت سے شاعر خود کو وابستہ کرتا ہے وہ بجائے خود تصوف کے منازل سلوک سے جدا نہیں یہ دراصل حضرت ممدوح کی خاندانی عظمت و رفعت کا اختصار ہے۔ اس طرح پارہ دل میں تخیل و تصور سے کہیں زیادہ حقائق کی روشنی نظر آئی، کمال فن یہ کہ غزل ہو کہ نظم، مہمس، مسدس ہو کہ تضمین پر دسترس کا واضح ثبوت ملتا ہے مضامین کی نوعیت عصری بلکہ انسان اور انسانیت کے دکھ درد کا مداوا سمجھ میں آتا ہے فنی لحاظ سے اس میں جولانی اور ندرت دکھائی دیتی ہے۔ اپنی یہ گفتگو حضرت اختر کچھوچھوی کے اس شعر پر ختم کرنے میں مسرت محسوس کرتا ہوں۔ ے

سیکھ لے اسے غم دوراں ، غم جاناں ہونا

وہ بھی کیا درد نہ آئے جسے درماں ہونا

شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری

پروفیسر ڈاکٹر سید عبدالحمید بیدار

صدر شعبہ اردو عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد

شاعری کو معرفت کے اظہار اور اسی کے ساتھ ہی جذبات اور احساسات کی پیش کشی کے لئے استعمال کرنا ایک مشکل کام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بیشتر شعراء یا تو حسن و عشق کی داستان بیان کر کے شاعری میں نام کمالیتے ہیں یا پھر حمد و نعت و منقبت لکھ کر مذہبی شاعری کی حیثیت سے اپنا مقام بنا لیتے ہیں۔ بیک وقت حسن و عشق کی کیفیات کو بیان کرنا اور روحانی فیوضات کی پیش کشی کی طرف توجہ دینا ہر شاعر کے بس کی بات نہیں بلکہ جس شاعر کو خدا کی ذات کی طرف سے توفیق حاصل ہوتی ہے وہی اس تیز دھاری تلوار پر اپنے قدم جما کر آگے بڑھ سکتا ہے۔ عصر حاضر میں بہ یک وقت روحانیت و جذباتِ دلی کو یک جا کر کے شاعری کے توسط سے بھی شہرت یافتہ ہستیوں میں حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی کا شمار ہوتا ہے جن کا شعری مجموعہ ”تجلیاتِ سخن“ کے زیر عنوان دو مختلف طرزِ اظہار کی نمائندگی کرتا ہے۔ چنانچہ ”تجلیاتِ سخن“ کا ایک حصہ ”بارانِ رحمت“ کے زیر عنوان آغاز سے ۱۳۵ صفحات کی نشاندہی کرتا ہے جب کہ اسی تجلیات کا دوسرا پارہ دل ۱۳۶ سے لے کر ۳۵۴ صفحات تک غزلوں، نظموں، اور حسن و عشق کی باتوں سے مالا مال ہے۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی کی شعر گوئی نے اردو کے غزل گو شعراء کی طرح معاملہ بندی کا عکس بھی دکھائی دیتا ہے اور اس کے ساتھ عشق رسول کی گرمی شاعر کی شاعری سے دسترس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے ”تجلیاتِ سخن“ کے ذریعہ دلی کیفیات کی نمائندگی کے ساتھ ساتھ مدح رسول کا بھی حق ادا کیا ہے۔ ”بارانِ رحمت“ کا

آغاز ذکر و تعارف سے ہوتا ہے جسے حضرت سید محمد حسن ثنیٰ انور نے تحریر کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ شریعت، شعریت کلاسیکی ادب کی جگہ گاہٹ کا باہمی امتزاج علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی کا ورثہ ہے۔ اسی طرح پارہٴ دل کی شاعری پر ڈاکٹر سید امین اشرف نے اظہارِ خیال کرتے ہوئے ان حقیقتوں کی نمائندگی کی ہے جو علامہ محترم اختر کچھوچھوی کی غزل گوئی کی خصوصیت ہے۔ انہوں نے بجا طور پر یہ ثابت کیا ہے کہ حضرت اختر کچھوچھوی نے شعری پل صراط سے صحیح و سلامتی سے گزرنے کا اہتمام کر لیا ہے جس کی وجہ سے ان کی غزلوں میں حسن و عشق کی چاشنی موجود ہونے کے باوجود عارفانہ نظر درحقیقت شاعر کی کیفیاتی خصوصیت کو اجاگر کرنے میں کامیاب ہے۔ یہ بھی اہم خوبی ہے کہ اختر کچھوچھوی نے فلسفیانہ افکار کو بھی غزل کی شاعری کے ذریعہ پیش کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے۔

علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر نے صرف زبان و بیان پر قدرت رکھتے ہیں بلکہ علم عروض پر ان کی کامل دسترس کا اندازہ ہوتا اس کے علاوہ زندگی کی حقیقت کو سمجھانے کے لئے وہ خالص قرآنی و اسلامی نظریہ کی نمائندگی پر توجہ دیتے ہیں۔ جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے شاعری کو محتاط رویے کے ساتھ پیش کیا اور شاعرانہ بوقلمی کو غیر ضروری تصور کرتے ہوئے حقیقت کے انکشاف پر خصوصی توجہ دی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی تمام تر شاعری میں ایک ہی روح کا فرمانظر آتی ہے جسے قرآن و اسلام کی روح سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور جس ذات کی فطرت میں ایسی خوشامل ہو جائے اس کی زبان سے خدا تعالیٰ اس قسم کے شعر کو پیش کرنے کی صلاحیت بخشا ہے۔ چنانچہ حضرت اختر کچھوچھوی فرماتے ہیں۔

زندگی ہے بے نیاز زندگی ہونے کا نام

موت کہتے ہیں جسے وہ زندگی کا ہوش ہے

اس شعر میں جس انداز سے زندگی اور موت کے فلسفہ کو سمجھانے کی کوشش کی گئی ہے اس سے خود شاعر کے فکری سطح کا اندازہ ہوتا ہے اور یہ قیاس کرنے میں کوئی تعامل نہیں ہوتا کہ حضرت علامہ اختر کچھوچھوی کی شاعری چاہے حسن و عشق کا بیان ہو یا عرفانیات کا دفتر بہر حال اس کلام کو

حقیقت میں ”تجلیاتِ سخن“ ہی قرار دیا جائے گا۔ شعری مجموعہ کے نام کی حیثیت سے ”تجلیاتِ سخن“ کا انتخاب کر کے شاعر نے اپنی حسی اور فکری سطح کو نمایاں کرنے میں کامیابی حاصل کی ہے اسی لئے اس شعری مجموعہ کو صرف دل و دماغ روشن کرنے والی ہی شاعری نہیں بلکہ جذبات و احساسات سے بھرپور فکری خصوصیت کی علم بردار شعر گوئی سے تعبیر کیا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ اور یہ بھی خصوصیت شاعر کی علم بردار ہے کہ ”تجلیاتِ سخن“ کے توسط سے شاعر نے غزلیہ اور نظمیں انداز کو روار کھنے کے ساتھ ساتھ حمد و نعت و منقبت کے علاوہ غزل کے لب و لہجہ کا سہارا بھی لیا ہے۔ لیکن آپ کی شاعری کی یہ خوبی ہے کہ کہیں بھی سطحی و عامیانہ خیالات کی پیش کشی اور رنگینی و رعنائی کی نمائندگی کی طرف توجہ نہیں دی گئی بلکہ غزل کی شاعری میں بھی حکیمانہ بصیرت کو شامل کر کے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ بندہ مومن کا دل جب خدا سے لولگا لیتا ہے تو پھر ہر موجود میں اسے جلوۂ خداوندی محسوس ہوتی ہے اور اسی نمائندگی کا اظہار ”تجلیاتِ سخن“ کی شاعری کا موثر انداز ہے جس میں شاعر محترم نے علامہ اقبال کے رنگ سے بھی استفادہ کر کے فکر کی بالیدگی کا ایسا سامان فراہم کیا ہے کہ جس کے توسط سے شاعر کی الہامی فکر کی نشاندہی ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر باکمال نے مشقت اور کڑی محنت کے توسط سے جس قسم کے کلام کو عوام کے روبرو پیش کیا ہے وہ عارفانہ مزاج اور حکیمانہ خیالات کی بھی بھرپور نمائندگی کرتا ہے جس کا ثبوت ”تجلیاتِ سخن“ کی شاعری میں اپنے وجود کو منواتا ہے۔

حضرت اختر کچھوچھوی نے ذریعہ اظہار کے لئے خاص طور پر غزل کے مزاج کی طرف توجہ دی ہے۔ البتہ مسدس، مخمس کی ہیئت کو بھی کام میں لایا ہے حکیمانہ شاعری ہو یا رندانہ طرز انداز حضرت اختر کچھوچھوی کے کلام کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے جس روانی کے ساتھ تخیل کو شعری وسیلہ سے استعمال میں لایا ہے اس رویے میں ہر شعر رواں اور آمد ہی آمد کی نمائندگی کرتا ہے۔ ”تجلیاتِ سخن“ میں کہیں آورد کی کیفیت دکھائی نہیں دیتی حمد و نعت و منقبت لکھنے کے دوران بھی الفاظ کے دروبست اور اظہار کی کیفیت کو روانی کے ساتھ بیان کرنے کا حسن حضرت اختر کچھوچھوی کی شاعری کے امتیازی خصوصیت ہے۔ شاعری میں روانی اور اظہار کو تاثیر سے وابستہ کرنے کا عمل اُن شاعروں کا حصہ ہوتا ہے جو قدرتی طور پر شعر گوئی کو اپنی فطرت کا حصہ بناتے ہیں ورنہ لاکھ کوشش کے بعد بھی اس انداز کے شعر لکھنا مشکل ہے جو حضرت علامہ اختر کچھوچھوی کی شاعری میں

اپنے جملہ اوصاف کی نمائندگی کرتے ہیں۔ اگرچہ ”تجلیاتِ سخن“ کا ابتدائی حصہ حمد و نعت و منقبت پر مشتمل ہے لیکن اس میدان میں بھی حضرت اختر کچھ چھوی نے جس قسم کے دل کو چھو لینے والے اشعار لکھے ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاعری انہیں نہ صرف ورثے میں ملی ہے بلکہ خود اس خداداد صلاحیت کا وہ پوری ذمہ داری کے ساتھ اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ بارگاہِ نبوت میں اپنی انکساری کو ظاہر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

آج کچھ حد سے فزوں سوزِ نہانی ہے حضور
مضحل میری طبیعت کی روانی ہے حضور
در پہ لایا ہوں خدا را گرفتار کرلو
نفسِ بد مرا بڑا دشمن جانی ہے حضور
کھو جاؤں میں خیالات کی تاریکی میں
نور کی شمع مرے دل میں جلانی ہے حضور
شاعر نے حضور کی ردیف کو نبھانے کے لئے جس قسم کے عمدہ خیالات کو اظہار کا ذریعہ بنا کر اشعار میں کیفیاتی فضاء پیدا کی ہے ان کے دلی جذبات کی نمائندگی کرنے والی نعتیہ کیفیات کی شاعری کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں۔

نہ رکھا ذہن میں اندیشہ سود و زیاں ہم نے
یہی باعث ہے پایا خود کو ہر جا کا مران ہم نے
کیا ہے یہ بھی اک احسان باغباں ہم نے
چنا ہے ترے گلشن کو برائے آشیاں ہم نے
ہمارے جان و دل میں روح عالم رقص کرتی ہے
خود اپنی ہست کو پایا ہے رازِ کن فکاں ہم نے
فلک والوں سے پوچھو ننھے ننھے تارے شاہد ہیں

زمیں پر بھی بنائے ہیں ستاروں کے جہاں ہم نے
 کہاں تک داستاں اپنی سنائیں مختصر یہ ہے
 دیا سارے زمانے کو پیامِ جاوداں ہم نے
 غزل کی پہنچ میں نظمِ اندازِ خیال اور روانی کے ساتھ بیان کے تسلسل کو قائم رکھتے
 ہوئے اپنی انا سے بے نیازی کے ساتھ مومن کی شان کو شاعر نے کلام میں بیان کیا ہے اس سے خود
 ظاہر ہوتا ہے کہ شاعر کی ذہنی وسعت اور خیال کی باریکی کے حسین امتزاج سے ”تجلیاتِ سخن“ کا
 وجود عمل میں آیا ہے جس میں شاعرانہ حسنِ کاری کے ساتھ علمِ عروض کی شاندار روایات کا ایسا
 وصف موجود ہے کہ جس کی وجہ سے اس شاعری کو والہانہ کلام کے نام سے معنون کیا جاسکتا ہے۔
 جس دل میں خوفِ خدا اور حبِ رسول موجود ہوتا ہے اس دل کی کیفیت کا اظہار ”تجلیاتِ سخن“
 کی شاعری ہے۔ اس خوبی کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ حضرت اختر کچھوچھوی نے غزل کی ہیئت
 کو برقرار رکھتے ہوئے نعتیہ کیفیات، منقبتی انداز اور حمدیہ اشارات کو تخیل کے توسط سے اس طرح
 سجایا اور سنوارا ہے کہ ایک ایک شعر محبت میں غرق اور خدا کی وحدانیت کی بشارت پیش کرنے کا
 وسیلہ بن جاتا ہے۔ غرض ”تجلیاتِ سخن“ کی شاعری دل کی دنیا کو سنوارنے اور روحانی درجوں کو بلند
 کرنے کا بہترین وسیلہ قرار دی جاسکتی ہے۔ جس میں تاثیر کی خصوصیات کے ساتھ ساتھ قلب
 ماہیت کا اثر دکھانے کی خوبی بھی موجود ہے۔ جس طرح حمد و نعت و منقبت کے ساتھ شاعر نے
 روحانی مدارج کی نشاندہی کی ہے اسی طرح غزل کی شاعری میں پاک اور مطہر جذبات کے ذریعہ
 خیال کا ایسا ایوان سجایا جس میں تہذیب و اخلاق کی خوبوئی نظر آتی ہے۔ حضرت اختر کچھوچھوی نے
 غزل کی شاعری کو ناصحانہ اور مربیانہ خیالات سے پاک کر کے روایتی حسن و عشق سے بے نیازی
 اختیار کی ہے اور مظاہر کائنات کے علاوہ خدا کے حسن کو جلوؤں کی تعریف کو غزلیہ شاعری کا وسیلہ بنا
 کر ایسی خوب صورت شاعری کی بنیاد رکھی ہے جس میں نہ تو سطحی خیالات کا اثر دکھائی دیتا ہے اور نہ
 اوچھے خیالات دکھائی دیتے ہیں۔ بلاشبہ اس قسم کی شاعری کو کسی پیر طریقت کی نگاہ نوازی سے تعبیر
 کیا جائے گا۔ جس طرح ”تجلیاتِ سخن“ کا ابتدائی حصہ ”بارانِ رحمت کی نشاندہی کرتا ہے اسی طرح

آخری حصہ ”پارہ دل“ کے توسط سے شاعر کے دلی جذبات کی نشاندہی سے وابستہ ہے اور شاعر جن خیالات کا اظہار کرتا ہے اسے سمجھنے کے لئے ایک شعر کا اشارہ کافی ہے۔

جب سے غم کی ترے چاشنی مل گئی
 با خدا لذتِ زندگی مل گئی
 مسکرائی کلی دل کے غنچہ کھلے
 ترا غم کیا ملا زندگی مل گئی
 غالباً کوئی جانِ بہار آگیا
 ہر کلی کے لبوں کو ہنسی آگئی
 ان کے در پہ جبیں کو جھکانہ ہی تھا
 گلشنِ قلب کو تازگی مل گئی

شاعرانہ افکار غزل کے توسط سے جس اونچی فکر کی نمائندگی کر رہے ہیں اور اس میں شاعر کے مزاج کی وابستگی کو بھی دخل ہے اس سے خود اندازہ ہوتا ہے کہ اختر کچھوچھوی گو مذہبی شاعری کے روح رواں ہیں لیکن غزل کی زمین میں بلند خیالی اور حسن آفرینی کو جگہ دیتے ہوئے کیفیتوں کو نمایاں کرنے کا ایسا سلیقہ رکھتے ہیں جن کی وجہ سے شاعری عشقِ مجازی سے نکل کر عشقِ حقیقی کے سرحدوں کو چھو لیتی ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ شاعر نے حسن آفرینی کے لئے غزلیں نہیں لکھیں بلکہ دل کی دنیا سجانے کے لئے افکار کی دل بستگی کا سہارا لیا ہے۔ ان کی شاعری میں حسن آفرین سے زیادہ وابستگی کا جذبہ نظر آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت اختر کچھوچھوی نے جتنی بھی غزلیں لکھیں ان میں دلی کیفیت کو بھرپور نمائندگی دی گئی ہے۔ ہر غزل اپنے اندر اظہار کے تمام وسعتوں کو پیوستہ کر کے سماں باندھنے کی صلاحیت سے معمور ہے۔ بحروں کے انتخاب اور لفظوں کے دروبست سے سماں باندھنے کا کام انجام دیتے ہیں جس کی وجہ سے شعر میں معنویت کے ساتھ ساتھ تاثیر کا حسن بھی نکھر کر سامنے آ جاتا ہے۔ اس کیفیت کو محسوس کرنے کے لئے ایک غزل کے چند شعر ملاحظہ ہوں جو مختصر بحر کی نمائندگی کرتے ہوئے کیفیتوں کو لفظوں میں سمونے کا ہنر پیش

کرتے ہیں۔ ے

چھوڑ دوں گا میں آستانے کو سن
تو لیجئے مرے فسانے کو
عشق کی اصطلاح میں ہدم
موت کہتے ہیں مسکرانے کو
آنکھ سے اشکباریوں کے لئے دل ہے
چوٹوں پہ چوٹ کھانے کو
ہو مبارک مری خودی مجھ کو حسن آیا
ہے خود منانے کو

روانی اور تسلسل کے ساتھ ساتھ جس حسن کاری کو حضرت اختر کچھوچھوی نے غزل کی دنیا میں شامل کیا ہے وہ درحقیقت اظہار کا ایسا پیرایہ ہے جسے بلاشبہ ریاضت کی دین قرار دیا جائے گا۔ علامہ اختر نے مردف غزلوں کے ساتھ غیر مردف غزلیں بھی لکھیں ہیں۔ مختصر بحروں میں وہ جس حسن کاری کے ساتھ غزل گوئی کے حسن کو نمایاں کرتے ہیں اسی خوبی کے ساتھ طویل بحروں سے وابستہ ان کی غزلوں میں فنکارانہ حسن کی مثالیں بھی محسوس کی جاسکتی ہیں۔ چنانچہ طویل بحر میں لکھی ہوئی ان کی ایک غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

قیس و فرہاد نے کھول کر رکھ دیا عشق آساں
نہیں ہر کسی کے لئے
دل لگی کو نہ سمجھے کوئی دل لگی
دل بڑا چاہئے دل لگی کے لئے
کوئی ہے عقل والا جو سمجھا سکے اس میں آ
کیا درس ہے آدمی کے لئے
شمع اپنا کلیجہ جلاتی رہی کیوں

کسی اور کی روشنی کے لئے
 جو ہو آفاق میں وجہ نور سحر
 اس کی آمد کو سمجھو نہ آسان تر
 سارے تاروں نے خود کو فنا کر دیا
 ایک خورشید کی زندگی کے لئے
 کون کہتا ہے ناداں ہیں اہل وفا، سیکھ لو
 ان سے رازِ فنا و بقا
 ہو گئے با خوشی نذر تیغِ جفا
 کس لئے دائمی زندگی کے لئے
 اے مری جان کہتے ہیں اہل کرم
 دل کا رکھ لینا ہے گویا حجِ حرم
 خواب ہی میں بس اک بار آجائے
 اپنے اختر کی خوش اختری کے لئے

غزل گوئی کے ساتھ ساتھ حضرت سید محمد مدنی اشرفی جیلانی نے ”تجلیاتِ سخن“ میں
 قطعات اور بند نظموں کی دنیا بھی سجائی ہے۔ مسدس کے ہیئت میں نظموں کا رنگ بھی اپنی جگہ نمایاں
 ہے اس کے ساتھ ہی قطعہ نویسی میں بھی ان کا انداز منفرد نظر آتا ہے جس کی مثال ذیل کے مصرعوں
 سے دی جاسکتی ہے:-

رات والے حامی انوار ہو سکتے نہیں
 جو ہوں بد طینت وہ خوش اطوار ہو سکتے نہیں
 ان خدایانِ چمن کو کیسے سمجھائے کوئی
 عصمتِ گل کے محافظ خار ہو سکتے نہیں
 عصمتِ گل کے محافظ خار ہو سکتے نہیں

شاعری کا وہ انداز جس کے ذریعہ شاعر روحانی مدارج طے کرتا ہے اور اپنی ذات میں
 حبِ نبوی کو شامل کر کے اس کیفیت پر نہ صرف فخر کرتا ہے بلکہ یہ محسوس کرنے لگتا ہے کہ جلوۂ

خداوندی صرف اس وجہ سے اس کی ذات کا حصہ بن سکتا ہے کیوں کہ وہ حبّ نبوی سے سرشار ہے۔ حبّ نبوی ہی کو سب کچھ سمجھنا اور اس کے توسط سے قربِ خداوندی کے حصول کو لازمی قرار دیتے ہوئے جس منظر نگاری کو کام میں لا کر حضرت علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی اختر کچھوچھوی نے شاعری کی ہے اس کے ہر شعر سے روحانی کسب کی شان نمایاں ہوتی ہے اور اندازہ ہوتا ہے شاعر نے جذبات کی زباں نہیں بلکہ محبت کی کیفیت کو اپنے قابو میں کر لیا ہے تب کہیں نعت گوئی کے لئے ایسے الفاظ شاعری کی فکر کا وسیلہ بنتے ہیں۔ اس قسم کی کیفیت کو محسوس کرنے کے لئے علامہ مولانا اختر کچھوچھوی کے یہ شعر دیکھئے :-

تیری چوکھٹ تک رسائی گر شہا ہو جائے گی
بے وفا تقدیر بھی پیک وفا ہو جائے گی ان کے
در پر گر وفور شوق میں سر رکھ دیا
ایک سجدے میں ادا ساری قضا ہو جائے گی
میں تو بس ان کی نگاہ لطف کا مشتاق ہوں
غم نہیں گر ساری دنیا بے وفا ہو جائے گی
خیر امت کی سند سرکار سے جب مل گئی
میری قسمت مجھ سے پھر کیسے خفا ہو جائے گی

شاعری میں دل بستگی کا سامان اور اظہار کے منفرد رویہ کے ذریعہ ”تجلیات سخن“ کی غزل میں اختر کچھوچھوی نے کمال فن کا مظاہرہ کیا ہے۔ اکثر یہ دیکھا گیا ہے جو شاعر فن کا راز داں ہوتا ہے اس کی شاعری میں فنی خوبیاں تو رچ بس جاتی ہیں لیکن تاثیر اور برجستگی نمایاں نہیں ہوتیں جب کہ اختر کچھوچھوی کا کلام فن کی باریکی اور اظہار کی تازگی سے معمور ہے اس لئے اس قسم کی شاعری کا استقبال کیا جانا چاہئے۔

حضور شیخ الاسلام کی نعتیہ شاعری

ناوک حمزہ پوری

دارالادب حمزہ پور

حضرت شیخ الاسلام علامہ و مولانا سید محمد مدنی اشرفی الجیلانی اختر کچھوچھوی حضرت سید شاہ ابوالحاجہ محمد محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز نے کچھوچھو کے بارے میں فرمایا ہے۔
”اِس کچھوچھو چہ عجب کوچہ جیلاں شدنی است“

عجیب اتفاق ہے کہ بچپن ہی سے اس فقیر کے دل میں بھی کچھوچھو کی دینی اور روحانی عظمتوں کی وجہ سے اس کی بڑی قدر و عظمت قائم ہے بچپن ہی کے زمانے میں غالباً ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۰ء تک کچھوچھو کے جو بزرگ ہمارے علاقے (شیرگھاٹی) میں تشریف لاتے تھے تو والد محترم حضرت قوس حمزہ پوری سے ملنے ضرور آتے تھے۔ اس کے بعد یہ فقیر تلاش معاش کے سلسلے میں باہر نکل گیا۔ تاہم خط و کتابت کے ذریعہ پروفیسر وحید اشرف صاحب سے بڑے مخلصانہ مراسم قائم ہوئے۔ حسن اتفاق سے ایک بار حمزہ پور میں تھا تو حضرت جیلانی میاں صاحب نے میں بھی شرف ملاقات بخشا تھا۔

المختصر یہ کہ کچھوچھو کی دل میں بیٹھی ہوئی یہ عزت عظمت ہی تھی جس نے صحت کی اس خرابی و معذوری کے باوجود ”بارانِ رحمت“ کے تعلق سے چند سطور لکھنے پر میں راضی ہو گیا۔
یہ کتابچہ دراصل نعتیہ مجموعہ ہے اور اس کے مصنف عالی جناب حضرت مولانا سید محمد مدنی المتخلص اختر کچھوچھوی اپنی نگارشات کے

آئینے میں خاصی پر عظمت، علمی و ادبی شخصیت معلوم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہوں کہ وہ حضرت مولانا شاہ سید ابوالحاجہ محمد اشرفی الجیلانی کچھوچھوی محدث اعظم ہند قدس سرہ العزیز کے وارث و جانشین ہیں۔ یوں علوم دینی کے شانہ بشانہ علوم شعر و ادب پر دسترس کامل بھی انہیں ورثے میں حاصل ہوئی ہے۔

www.wafasite.com

اس خاکسار کو حضرت محدث اعظم قدس سرہ کے اردو و فارسی کلام کے دیکھنے کا شرف حاصل ہے اور سچ پوچھئے تو یہ انہیں کے نام نامی کا اثر تھا کہ میں ان کی رباعیات پر کچھ لکھنے کو تیار تھا لیکن میرے پاس جو مسودات بھیجے گئے ان میں پانچ سات رباعیوں کے سوا رباعیاں تھی ہی نہیں۔ چنانچہ میں اپنی معذوری کے سبب لکھنے سے دشت کش ہو گیا تھا لیکن بعد میں جناب فرحت علی صدیقی نے حضرت اختر کچھوچھوی کے ”بارانِ رحمت“ پر چند سطور لکھنے کا حکم فرمایا اور چوں کہ یہ مجموعہ نعت شریف کا تھا اسی لئے حصول برکت کی امید پر اس کے لئے رضا مند ہو گیا۔

نعت ایک ایسا وسیع المعنی لفظ ہے کہ اس ناچیز کے خیال میں ہر وہ ادب پارہ جس میں حضور کا ذکر ہو مدح ہو ثنا ہو تعریف ہو سراپا کا بیان ہو شبیہ و شائل کی تصویر کشی ہو عبادات و اخلاق کا بیان ہو فضائل و محاسن کا بیان ہو حضور سے خطاب ہو عقیدت و محبت کا اظہار ہو الغرض ہر وہ ادبی کاوش جو اپنے قاری یا سامع کو اس حضرت کی طرف متوجہ کرے قریب لائے وہ بلاشبہ ”نعت“ ہے۔

روایتاً ہوتا یہ چلا آ رہا ہے کہ اب ہمارے ذہنوں میں نعت کا بصورتِ نظم ہونا ایک لازمی روایت بن گئی ہے۔ چنانچہ اردو میں اب نعت شریف اس کلام منظوم کو کہتے ہیں جو حضور پر نور محمد رسول اللہ کی شان میں ہو اور جس کا تاثر ہمیں نبی کریم کی ذات سے قریب لائے۔

الحمد للہ کہ حضرت اختر کچھوچھوی کی نعتیہ نظموں کا جائزہ لیتا ہوں تو انہیں محبت رسول کے جذبہ سے سرشار پاتا ہوں یہ مقام یہ مرتبہ ہر کس و ناکس کا نصیبہ کہاں۔

آداب اس قدر ملحوظ خاطر رکھا کہ بعد از خدا بزرگ توئی کا نکتہ ذہن میں محفوظ رکھا اور اس تہذیب و تطہیر کی محافظت کے لئے شروعات حمد الہی میں اس قطعے سے کی ہے اور اس شان سے کی ہے کہ نظم کا ربط آیت قرآنی سے ہم رشتہ ہے۔

ذرے ذرے سے نمایاں ہے مگر پنہاں ہے
میرے معبود! تیری پردہ نشینی ہے عجیب
دور اتنا کہ تخیل کی رسائی ہے محال
اور قربت کا یہ عالم کہ رگ جاں سے قریب

حضرت اختر کی اکثر نعتیں غزل کی ہیئت میں ہیں۔ اس خاکسار نے آپ کی غزلیں بھی دیکھیں ہیں اور اب نعتوں کا مطالعہ بھی کر رہا ہوں مجھے لگتا ہے کہ حضرت اختر غزل کے بہترین شاعر ہیں ان کے کلام کی متغزلانہ کیفیات اشارہ کرتی ہیں کہ اگر وہ صرف غزل کے شاعر ہوتے تو بہترین غزل گو شاعر شمار ہوتے۔ چنانچہ آپ کی نعتوں میں بھی یہ متغزلانہ کیفیت اپنا حسن و جمال بکھیرنے لگتی ہے۔ حالاں کہ بنیادی نکتہ دونوں جگہ محبت کا ہے لیکن ظاہر ہے کہ غزل کے تقاضے اور ہوتے ہیں اور نعت محبت کے جذبہ سے سرشار ہونے کے باوجود پل صراط پر چلنے کی سی ہوشیاری اور تہذیب و تطہیر کی متقاضی ہوتی ہے اور یہ تہذیب و تطہیر برقرار رکھنے کی بہر حال قابل تعریف کوشش جناب اختر نے کی ہے۔ اولین نعت کا مطلع ملاحظہ فرمائیے جو متغزلانہ کیفیات سے معمور ہے۔

ساقی کوثر مرا جب میر میخانہ بنا
چاند سورج خم بنے ہر نجم پیانہ بنا
مطلع نمبر دود کیجئے۔

حسن فطرت کے ہر اک جلوے سے بیگانہ بنا
دل بڑا ہوشیار تھا اس در کا دیوانہ بنا
اور پھر اشعار پر اشعار پڑھتے جائیے آپ شاعر کے متغزلانہ بیان کی سرشاری میں
ڈوبتے چلے جائیں گے۔

اس بہانے ہی سے جا پہنچوں لب اعجاز تک
یا الہی خاک کر کے مجھ کو پیانہ بنا
یا پھر یہ اشعار۔

اپنے عقل و ہوش کھونے کا صلہ مل ہی گیا
میرا افسانہ سراپا ان کا افسانہ بنا
اللہ اللہ رفعت اشک غم ہجر نبی

جوں ہی ٹپکا آنکھ سے تسبیح کا دانہ بنا
کہاں تک نقل کروں پوری نعتیہ نظم بڑی مرصع اور شاعر کے کمال کا نمونہ ہے۔ چاہتا تھا
کہ دوسری نعت کی طرف رجوع کروں لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے کہ ے
زفرق یا ش ہر کجا کہ می بینم
کرشمہ دامنی ولی می کشو کہ جا ایں جائے
”ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب“ کی مماثلت نے دامن دل مطلع کی طرف کھینچ لیا
دھوکے اپنے نطق کو مدح نبی کے آب سے
اپنی ہر بات کو اختر حکیمانہ بنا
شاعر نے مشک و گلاب پر مدح نبی کے آب کو ترک و ترجیح دے کر اپنے ایمان کے کمال
کا اظہار کس نفاست اور خوب صورتی سے کیا ہے۔

دوسری نعت کا بھی ہر شعر مرصع ہے ے
خدائے برتر و بالا ہمیں پتا کیا ہے
ترے حبیب مکرم کا مرتبا کیا ہے
ورفعنا لک ذکرک کی طرف رجوع کرنے کو کہتا ہے تو بعد کے ہر شعر اپنی
تاریخی، تمثیلی، خوبیوں کی وجہ سے دامن کش دل ہوتے ہیں۔ یہ تلمیحی انداز دیکھئے ے
کوئی بلال سے پوچھے خبیب سے سمجھ
خمار الفت محبوب کبریا کیا ہے
اب جب تک کوئی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے عشق نبی کی کیفیت سے آگاہ نہ ہو یا
پھر حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کی شہادت کے واقعہ کا علم نہ رکھتا ہو اس شعر سے کیا لطف اٹھائے گا۔!
الغرض یہ کہ ہر ہر نعت شریف بلکہ ہر نعت شریف کا ہر شعر شاعر کے وقوف، بصیرت، علمی لیاقت،
تاریخی واقفیت اور تمثیلی نیز تلمیحی ہنرمندی کا خزانہ ہے۔
یہ خاکسار مجموعہ کی تفسیر بیان کرنے نہیں بیٹھا ہے تعارف کراہا ہے اور مثل مشہور ہے

کہ ہانڈی کا صرف ایک چاول ٹٹول کر پوری ہانڈی کی کیفیت معلوم ہو جاتی ہے۔ یوں ہی میں نے اشارات کر دیئے ہیں۔ امید ہے عاشقان رسول اور صاحبانِ دل اس مجموعے کے مطالعے سے لطف اندوز ہوں۔ ایمان تازہ کریں گے اور شاعر کے کمال فن کے معترف و مداح ہوں گے۔

اپنی بات یہیں ختم کر دیتا لیکن جی چاہتا ہے کہ دو ایک اشارے اور کر دوں۔ کسی تجربے کا رنا قند کا یہ قول مجھے بہت پسند ہے کہ کسی مجموعہ شعری کے مرتب کو یا تو شاعر سے زیادہ صاحبِ نظر ہونا چاہئے اور یہ ممکن نہ ہو تو کم از کم اسی مرتبے کا ضرور ہونا چاہیے۔ اس مجموعے کے ساتھ یہ نہیں ہو سکا ہے۔ حضرت اختر مآشاء اللہ معقولات و منقولات پر کامل دستِ رس رکھنے والے عالمِ دین بھی ہیں۔ ہر چند شاعری ورثے میں ہاتھ آئی لیکن جس طرح رُل، جُٹ، مضارع، تعدادِ ک، متقارب، ہزج، حقیف وغیرہ کے سالم و مزاحف اوزان شاعر نے استعمال کئے ہیں ان سے ان کے فنی دسترس کے کمال کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ اسی طرح زبان تو آپ کے گھر کی باندی ہے لیکن بیشتر مقامات پر مرتب نے احتیاط سے کام نہیں لیا ہے۔ لازم ہے کہ حضرت اختر اس مجموعے کو اپنی دیکھ ریکھ میں مرتب کرا کے شائع فرمائیں اور لسانی و فنی ہر دو قسم کے اسقام سے اسے پاک کریں۔ بینائی میری معذوری کی حد تک کم زور ہے پھر بھی جہاں سمجھ گیا میں نے اشارے کر دیئے ہیں حالاں کہ حضرت کے مرتبے کے سامنے یہ بھی سوءِ ادب ہے تاہم یہ میرا فریضہ بھی تھا۔ میں اس مجموعے کی اشاعت پر حضرت اختر کو دلی مبارکباد دیتا ہوں۔ وباللہ التوفیق

ترانہ مدنی

چہرہ ہے یوں سہانا میرے مدنی اثر فی کا
 محبوب حق ہے نانا میرے مدنی اثر فی کا
 اللہ پاک جس کو پاکیزہ کہہ رہا ہے
 وہ پاک ہے گھرانہ میرے مدنی اثر فی کا
 جو ہے مرید صادق ہر وقت اس کے دل میں
 رہتا ہے آنا جانا میرے مدنی اثر فی کا
 یہ فاتح جہاں کے بیٹے ہیں پھر نہ کیوں ہو
 انداز فاختانہ میرے مدنی اثر فی کا
 ہے التجائے امت رہے تا ابد سلامت
 یارب یہ آستانہ میرے مدنی اثر فی کا
 ہر ایک بگڑی قسمت رحمت میں ڈھل رہی ہے
 مدنی ہے کار خانہ میرے مدنی اثر فی کا
 دستاریں اور خرقے یہ پہنتے نہیں ہیں
 یہ ہے چلن پرانا میرے مدنی اثر فی کا
 جو روتے آئیں گھر سے وہ ہنستے جائیں در سے
 تیور ہے دلربانہ میرے مدنی اثر فی کا
 اے کاش غوث و خواجہ سننے شکیل آئیں
 جب میں پڑھو ترانہ میرے مدنی اثر فی کا

حافظ وقاری شکیل احمد صابری، سنبھلی، یوپی